نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَآءُ وَفَوقَ کُلِّ ذِی عِلْمٍ عَلِیْمٌ (الیوسف :۷٦)

جواهر الاسرار
فی مناقب
الآئمة الاطهارؑ

تالیف

عالم ربانی فقیه اهلبیتؑ علامه محمد حسنین السابقی النجفی

ناشر

مرکز تبلیغات اسلامی شیعه

جامعة الثقلین ملتان، پاکستان

نام کتاب	:	جواہر الاسرار فی مناقب الآئمۃ الأطہارؑ
مؤلف	:	علامہ محمد حسنین السابقی النجفی
نشر کردہ	:	ون ٹین بکس
ناشر	:	مرکزِ تبلیغات اسلامی شیعہ جامعۃ الثقلین، ملتان
کمپوزنگ	:	سید وسیم حیدر نقوی
مطبع	:	سہیل مانجی
تعداد	:	۱۰۰۰ ایک ہزار
سالِ اشاعت	:	2012 سوئم ,2010 دوئم ,1969 اول
قیمت	:	Rs.350/-

www.onetenbooks.com

One Ten Books
Add: Flat # B-8, 4th Floor, Ali Centre,
Block 13-C, Gulshan e Iqbal,
Karachi - Pakistan.
Ph: 0092 21 - 34819283, 84
Fax: 0092 21 - 34821053
e-mail: info@onetenbooks.com

www.sabqi.com

Jameya Al Saqlain
Add: Ahmed Park, Khanewal Road,
Multan - Pakistan.
Ph: 0092 333 619 1028
e-mail: jamiasaqlain110@gmail.com

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.
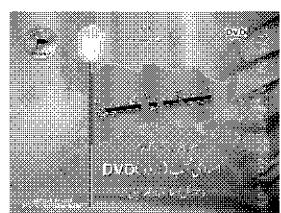
سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

الاهــــــــــــــداء

إلىٰ الإمام المبينؑ

وسرّالـلّـه فی العالمین علی بن أبی طالبؑ یامولا ی کیف أصف حسن ثنائك أم کیف أُحصی جمیل بلا ئك والأوهام عن معرفة کیفیتك عاجزة والأذهان عن بلوغ حقیقتك قاصرة والنفوس تقصرعمّا تستحقه فلا تبلغه وتعجزعمّا تستوجب فلا تدرکه بأبی أنت وأُمی یا أمیرالمومنینؑ(١) یاأیّها العزیز مسّناٰ وأهلنا الضرّ وجئنا ببضاعة مزجاة فأوف لنا الکیل وتصدّق علینا إنّ اللّٰه یجزی المتصدّقین۔(٢)

شہنشاہ ولایتؑ کے نام

اے مولا! میں کس طرح آپ کے حسن ثناء کو بیان کروں اور کس طرح آپ کی قابل ستائش مشقتوں کو شمار کروں جبکہ ہمارے وہم وگمان آپ کی کیفیت پہچاننے سے عاجز ہیں اور ہمارے ذہن آپ کی حقیقت معلوم کرنے سے قاصر ہیں، ہمارے نفس آپ کے اس مقام کو سمجھنے کی تاب نہیں رکھتے جس کے آپ مستحق ہیں اور وہ مدح بیان کرنے سے قاصر ہیں جو آپ کے شایان شان ہے میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے امیر المؤمنینؑ! اے شہنشاہ دو عالم! ہم کو اور ہمارے خاندان کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور ہم آپ کی خدمت میں کچھ ناقص پونجی لائے ہیں پس ہم کو پورا ناپ دلوایئے اور ہم پر احسان کیجئے بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو نیک بدلہ دلواتا ہے

---

(١) منقو ل از بحار الانوار جد ٢٢ ص ٧٣۔

(٢) یوسف ع ٣ پارہ ١٣۔

خــــــــــــــطبة

بسم اللّٰه الرحمن الرحیم

الحمد للّٰه الذی کشف لنا حقائق أسرار الأیمان و نوّر بصائرنا بأنوار الیقین لمعرفة أولیائه بالبیّنة والبرهان وأوضح لنا محجة الحق حافظاً لقلوبنا عن تسویلات الشیطان فنشهد أن لا إلٰه إلّا اللّٰه الخالق الرازق المحی الممیت الملك الحقّ الحنان المنان ونشکر علیٰ ماأنقذنا من لظی النیران وصلواته الدائمة القائمة علی نبّیه المصطفیٰ وولیّه المرتضیٰ وعترتهما أعلام الهدیٰ الذین لأ جلهم خلق اللّٰه الوریٰ وبنورهم ولّت دیاجیر ا لکفر والطغیان وشرّفهم حتی أنزل مقادیر أُموره علیٰ أیدیهم ومن بیوتهم وجعلهم مفزع العباد عند الدواهی والحدثان ولعنة اللّٰه علی أعدائهم ماوسعه الإمکان

فہرست

باب ششم

باب ہفتم

باب ہشتم

تقریظ

قدوۃ العرفاءسلطان العلماء علامہ غضنفر عباس تونسوی الہاشمی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میدان علم وفن کا ہو یا معرکہ خطابت وتحریر کسی بھی صاحب کمال کے لئے سب سے مشکل کام اپنے اقران واماثل سے تحسین حاصل کرنا ہے اور ہمعصروں سے اپنا آپ منوانا تو یقیناً جوئے شیر لانے سے بھی کہیں زیادہ کٹھن ہوتا ہے مگر خدا گواہ کہ راقم جب اپنے آپ کو ضمیر کی عدالت میں پیش کرتا ہے تو میرے آئینہ ضمیر پر اپنے والد علاّم کے بعد جو عکس ابھرتا ہے وہ نادرۃ الزمن واعجوبۃ الدھر اخ الصافی فی الولأ علامہ محمد حسنین السابقی اعلیٰ اللّٰہ مقامہ کا ہے۔ یقیناً موصوف حسنات دھر میں سے حسنہٗ کافیہ اور مریضان جبلت کیلئے اوراد شافیہ کا درجہ رکھتے تھے۔ قلم کی ہر بوند معجزہ دم تحریر ہاتھ کی ہر جنبش میں سالکان عرفان کے لئے اعجاز مسیحائی کا کرشمہ رکھنے والی یہ نابغہٗ روزگار شخصیت عطیہ الٰہی تھی۔ خطابت کے میدان میں چنداں تشخص قائم نہ کر سکنے کے باوجود قلم کو تلوار بنانے کے ہنر میں لاثانی اور اپنی مثال آپ تھے۔ مرقوم لہ نے راقم سے متعدد بار کہا کہ دنیا جہان کے مشکل سے مشکل موضوع پر آپ بے تکان اس طرح بولتے ہیں کہ لگتا ہے کہ برسوں سے تیاری اسی عنوان پہ کی ہے تو راقم پورے صمیم قلب سے یہ تسلیم کرتا تھا کہ جس طرح غضنفر کا منبر پر ہونا شاہ نجف کا اعجاز ہے یقیناً سابقی تحریر کی دنیا کا غضنفر ہے اور اس کشور کا بے تاج بادشاہ۔ موصوف اعلیٰ اللہ درجاتہ کے متعلق دفاتر بھی اپنی کوتاہ دامنی

کا اعتراف کرتے ہیں۔ میرا یہ چند حرفی اپنے ساتھی مجاہد کیلئے خراج عقیدت تھا جس سے خشک کاغذ نے اپنے لب تر کر لئے۔ لاتعداد مضامین وعناوین پہ علامہ مرحوم نے خامہ فرسائی کی ان کی باقیات الصالحات میں سے جواہر الاسرار کا نام یقیناً کتب کی عروس کے ماتھے پر جوہر کی طرح جگمگاتا رہے گا۔ مجھے یہ لکھنے میں قطعاً باک نہیں کہ اس وقت میں رأس المقصرین کے لاتعداد جوابات تحریر کئے گئے مگر جواہر الاسرار کو پڑھ کے انگلی علامہ سابقی کی طرف اٹھ جاتی تھی اور زبان پہ مچل جاتا تھا کہ لیکن تو چیزے دیگری۔

علامہ اعلیٰ اللہ معالیہ کے فرزند ارجمند عزیز القدر مولانا علی رضا السابقی نے اپنے والد جلیل کی اس گرانمایہ کتاب کو از سر نو زیور طبع سے آراستہ کرنے کا بیڑا اٹھایا اور یقیناً کتاب کو اس کی ذاتی طلب کی صورت عروس نو کا نکھار دیا۔ بے ساختہ کہنا پڑتا ہے کہ

کتاب لوبیاع بوزنہ ذھباًلکان البائع مخبوناً

یعنی یہ وہ کتاب ہے کہ اگر سونے کے برابر تول کے بھی بیچی جائے تو فروخت کرنے والا پھر بھی خسارے میں رہے گا۔ دعا ہے کہ خداوند ذوالجلال بطفیل معصومین علیہم السلام عزیزم مولانا علی رضا سابقی سلمہ الرحمٰن کو اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق اور ان کے علمی فیوضات کی برکات کو نشر دوام دینے کی صلاحیت عطا فرمائے۔ آمین رب العالمین۔

احقر البریۃ

غضنفر عباس ہاشمی

عالم ربانی فقیہ اہلبیتؑ

علامہ محمد حسنین السابقی النجفی اعلی اللہ مقامہ

کا تعارف

آپ کا تعلق اس بلوچ خاندان سے ہے جس کے مورث اعلیٰ سابق بن ذریات حاکم ہرات تھے اور ہرات میں ان کا مقبرہ موجود ہے۔اسی نسبت سے یہ خاندان ''سابقی'' کہلاتا ہے۔ اگرچہ معنوی طور پر علامہ السابقی میدان علم و معرفت و تحقیق و عمل میں ''باقون مابقی الدھر'' سے ایک انفرادی نسبت رکھتے ہیں جو ''والسابقون السابقون'' کا مصداق ہے۔

آپ کے والد عظیم عارف بصیر علامہ عبدالعلی السابقی بھی بڑے جلیل القدر عالم تھے جن کی ولادت ۱۹۰۹ء میں ہوئی اور استاد العلماء علامہ محمد باقر اعلیٰ اللہ مقامہ کے سب سے اولین شاگرد تھے اور استاد العلماء کے تلامذہ میں آپ کی شخصیت علم و عمل و تقویٰ و روحانی سربلندی کے اعتبار سے ایک منفرد مقام کی حامل ہے۔حتیٰ کہ وہ آخر وقت تک یہ تمنا کرتے رہے کہ کاش میں نے کوئی نماز مولانا عبدالعلی کی اقتداء میں پڑھ لی ہوتی(ماھنامہ الثقلین ج ۱،شمارہ ۷، ص ۲۳)

بعدازاں آپ لکھنؤ تشریف لے گئے اور وہاں علامہ مفتی جعفر حسین اور علامہ مفتی عنایت علی شاہ آپ کے ہمدرس تھے۔فارغ التحصیل ہونے کے بعد فروغ تبلیغات کے لئے آپ کا پہلا قیام مدرسہ بدھ رجبانہ ضلع شورکوٹ میں رہا جہاں سے آپ استاد العلماء کی خصوصی خواہش پر ۱۹۳۶ء میں تلہ گنگ ضلع چکوال تشریف لے گئے جہاں آپ کے ہاتھ سینکڑوں خاندانوں نے مذہب حقہ اثناعشریہ قبول کیا اور وہاں ۲۰ سال تک آپ نے روحانی فیض سے علاقہ کو سیراب کیا۔ آپ کا آخری دور خیر پور میرس سندھ میں گزرا جہاں آپ ریاست کی سب سے بڑی جامع مسجد کے خطیب اور مدرسہ عالیہ سلطان المدارس کے مدرس اعلیٰ رہے۔آپ نے ۱۸ فروری ۱۹۶۴ء کو انتقال فرمایا اور بھکر میں مدفون ہیں۔

آپ کی تبلیغ و اخلاق و اتحاد و امن پروردگی کی ایک چھوٹی سی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ

۱۹۵۳ء میں تلہ گنگ کے قریب ایک قصبہ میں کسی شریر مولوی نے عوام الناس کو بھڑکا کر فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کی اور عاشور کا جلوس راستہ میں روک لیا۔مشتعل دشمنان اہلبیتؑ کے فتنہ و فساد کے مقابل انتظامیہ کے لئے جب امن کا مسئلہ سنگین ہو گیا تو افسران بالا علامہ مرحوم کو ساتھ لے گئے اور موقع پر سنگینی احوال پر قابو پانے کے لئے آپ سے التجا کی۔آپ منبر پر تشریف لائے اور اہلسنت برادری سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ لوگ مجھے بتلا سکتے ہیں کہ آپ کس کی اولاد ہیں؟ کہا ہم حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد ہیں۔آپ نے فرمایا کہ کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کوئی کسی ماتم والے گھر پرسہ دینے جائے تو گھر کے افراد نے پرسہ دینے والوں پر حملہ کر کے ان کو پریشان کیا ہو؟ ان کی توہین کی ہو؟ انہوں نے کہا ایسا کوئی شریف نہیں کر سکتا آپ نے علم حضرت عباس علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ تمہارے جد امجد کا علم ہے یہ ان کے مشکیزہ کی شبیہہ ہے' یہ ان کے روضہ کی شبیہہ ہے' ان کو نواسہ رسولؐ امام حسین علیہ السلام اور ان کی ہمشیرہ زینب عالیہ سلام اللہ علیہا کی حفاظت اور ان کے معصوم بچوں کے لئے پانی لانے کی کوشش کے جرم میں یزیدی فوج نے شہید کر دیا اور پھر یزیدیوں نے کربلا کے واقعہ کو مٹانے کے لئے عزاداری پر پابندی لگوادی تاکہ کوئی ان کی مظلومی کا ذکر نہ کرے۔ہم تمہارے جد کو پرسہ دینے آئے ہیں تم اپنے ہی غمخواروں سے لڑ رہے ہو''۔ پھر آپ نے مصائب کربلاء بیان کئے اور تمام لوگوں نے گریہ کرنا شروع کر دیا اور اہلسنت نے خود تعزیے'علم اور تبرکات کو اٹھواتے ہوئے جلوس کو بہ امن و امان امام بارگاہ تک پہنچایا۔(ماھنامہ الثقلین، اپریل مئی ۱۹۹۱ء، ص ۲۲)۔

اسی شہر تلہ گنگ میں آپ کے سب سے چھوٹے فرزند علامہ محمد حسنین السابقی اعلیٰ اللہ مقامہ کی یکم اگست ۱۹۴۶ء بمطابق ۱۸ ذوالحج ۱۳۶۵ھ کو ولادت ہوئی۔ابتدائی تعلیم آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔۱۹۵۷ء میں آپ نے سلطان المدارس خیر پور میرس سندھ میں داخلہ لیا۔ ۱۹۶۳ء میں فاضل عربی کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور پھر اسی مدرسہ میں بطور مدرس فرائض سرانجام دیئے۔ بعدازاں آپ کچھ عرصہ احمد پور سیال میں مدرس رہے اور ۱۹۶۶ء میں

آپ دارلعلوم محمدیہ سرگودھا میں فرائض تدریس سرانجام دینے کے بعد ۱۹۷۲ء میں وادئ باب علم تشریف لے گئے۔

نجف اشرف میں آیت اللہ روح اللہ موسوی الخمینی نے آپ کے تعلیمی اخراجات برداشت کئے اور آپ ان کے درس خارج میں حاضر ہوتے رہے۔ (مصباح الهداية مترجم، ص ۲)

نجف اشرف میں آپ نے بزرگ مراجع عظام سے کسب فیض کیا۔

آیت اللہ الشیخ محمد علی مدرس سے آپ نے علوم اللغۃ العربیۃ میں تلمذ اختیار کیا۔

آیت اللہ العظمیٰ السید ابراہیم شاہرودی سے علوم فقہ حاصل کیے۔

آیت اللہ السید ابراہیم الموسوی الزنجانی سے رسائل الشیخ منظومہ ھادی سبزواری اور تجرید الاعتقاد کے دروس منضبط کئے اور

آیت اللہ العظمیٰ السید محمد باقر الصدر سے علم الاصول۔

علاوہ ازاں آیت اللہ السید محمد کلانتر، آیت اللہ الشیخ عیسیٰ قاسمی، آیت اللہ سید حبیب مشہدی اور حجۃ الاسلام شیخ راضی آل یٰسین سے مستفیض ہوئے اور آیت اللہ محمد باقر الصدر اور آیت اللہ خمینی کے درس خارج میں شرکت کرتے رہے۔ (ماهنامه الثقلين ج ۱، شماره ۷، ص ۲۶)۔

اکابر مجتہدین کی طرف سے سند اختیارات حاکم شرع اور "فقیہ جامع الشرائط"

نجف کے اکابر مجتہدین نے علامہ الساجی کو اجازہ عطا فرمایا جس میں ان کو ان امور حسبیہ کی انجام دہی کا اختیار دیا گیا جن کا تعلق حاکم شرع اور فقیہ جامع الشرائط کے علاوہ کسی سے نہیں ہوتا۔ فقہاء کی اصطلاح میں امور حسبیہ سے مراد وہ موجب اجر و ثواب رفاہی کام ہیں جن پر نظام و مصالح عباد کا دارومدار ہے۔ مثلاً اقامت حدود شرعیہ، تعزیرات، دفاع، امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اجراء فتاویٰ، شرعی فیصلے کرنا، لاوارثوں اور یتیموں کی کفالت کا انتظام کرنا، کمسن بچوں، اہل جنون، مفلسین کے اموال کی حفاظت کرنا، گویا جن امور پر احسان و بر و معروف کا اطلاق ہوتا ہے وہ امور

6

حسبیہ کے مصداق ہیں۔ جن کا تعلق براہ راست خود مجتہد جامع الشرائط سے ہوتا ہے اور اسی کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ کسی ثقہ صاحب علم شخص کو ان کے اختیارات عطا کرے لہٰذا اس لحاظ سے علامہ الساجی کا علمی مقام ناقابل انکار حقیقت ہے۔ جن اکابر مجتہدین کی طرف سے ان کو یہ وکالت نامہ اور اختیارات حاکم شرع وفقیہ جامع الشرائط تفویض کئے گئے ہیں ان کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔

۱ آیت اللہ العظمیٰ سید ابوالقاسم الموسوی الخوئی (نجف اشرف)

۲ آیت اللہ سید حسین آل بحر العلوم (نجف اشرف)

۳ آیت اللہ سید عبداللہ بن محمد طاہر شیرازی (مشہد مقدس)

۴ آیت اللہ سید محمد رضا گلپایگانی (قم المقدسہ)

۵ آیت اللہ سید عبدالاعلیٰ سبزواری (نجف اشرف)

۶ آیت اللہ العظمیٰ سید شہاب الدین المرعشی النجفی (قم المقدسہ)

۷ آیت اللہ الشیخ علی کاشف الغطاء (نجف اشرف)

۸ آیت اللہ العظمیٰ الشہید السید محمد باقر الصدر (نجف اشرف)

۹ آیت اللہ العظمیٰ السید ابراہیم الموسوی الزنجانی (دمشق)

۱۰ آیت اللہ العظمیٰ الشیخ میرزا حسن الحائری الاحقاقی (کویت)

۱۱ آیت اللہ العظمیٰ سید محمد کاظم شریعتمدار (قم المقدسہ)

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خير خلقه محمد وآله الطاهرين

7

توثیق و تجدید اجازہ منجانب آیت العظمیٰ

سید محمد رضا گلپائگانی (قم مقدسہ)

متن اجازہ مذکورہ میں جو کچھ مرقوم ہے موصوف' صاحب اجازہ میری طرف سے بھی ان امور کو بجالانے کے مجاز ہیں۔

(دستخط و مہر سید محمد رضا موسوی گلپائگانی)

اجازہ مبارکہ آیت اللہ العظمیٰ

سید عبداللہ شیرازی از نجف اشرف عراق

بعد از حمد وصلوات اہل ملتان کے مومنین پر مخفی نہ رہے کہ عماد الاسلام الکاملین ثقۃ الاسلام والمسلمین الشیخ محمد حسنین السابقی النجفی امور حسبیہ شرعیہ کی بجا آوری کے لئے میری جانب سے وکیل ومجاز ہیں یعنی وہ امور جو شرائط کے مطابق حاکم شریعت کی اجازت سے وابستہ ہوتے ہیں اسی طرح ان کو اجازت ہے کہ وہ حقوق مالیہ' شرعیہ' سہم سادات' سہم امام' زکوٰۃ' مال مجہول المالک' ردمظالم' نذورات وکفارات وصول کریں اور ان کی شرعی مقامات اور طلاب مدرسہ وعلوم دینیہ پر صرف کریں اور سہم امامؑ میں سے نصف اپنی یا مستحقین کی ضروریات پر صرف کر کے باقی نصف حوزہ علمیہ نجف اشرف کے امور کو جاری رکھنے کے لئے ہماری طرف ارسال کریں اور ہم سے رسیدات وصول کر کے مالکان تک پہنچائیں۔ مومنین کرام ان کے وجود شرف کو غنیمت سمجھیں اور ان سے رشد وہدایت حاصل کریں اور میں ان کو وصیت کرتا ہوں کہ یہ تقویٰ اور راہ احتیاط سے دامن گیر رہیں ان پر اور جملہ برادران ایمانی پر میرا اسلام ہو۔

(نجف اشرف ۲۸ اج' ۱۳۸۴ھ)

(دستخط و مہر عبداللہ بن سید محمد طاہر شیرازی)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين محمد وعلى آله الطيبين الطاهرين

وبعد، فقد استجازني — ولي العز — علم الأعلام، وناصر الإسلام، ومروج الأحكام سماحة الحجة المفضال (الشيخ محمد حسين السابقي النجفي) — حفظه الله ورعاه — فأجزته وأذنت له في مزاولة جميع الأمور الحسبية — التي ترجع إلينا — كما أذنت له — بحكم نفتنا بدينه ومقامه العلمي — أن يتسلم عنا جميع الحقوق الشرعية والمالية من أصحابها: كالزكوات والأخماس وردود المظالم ومجهول المالك والنذور والكفارات والأثلوث واللقطات، وعامة الخيرات والمبرات التي مرجعها إلى الحاكم الشرعي، وقد خولناه في صرف ذلك على نفسه بمقدار الحاجة والكفاية، ومن ثم على المشاريع الدينية، والمؤسسات الخيرية، وإعالة الفقراء والمساكين والأرامل واليتامى، وإذا أمكنه بعد ذلك إرسال شيء إلينا لدعم الحوزة الدينية في النجف الأشرف — ماديا — بعد دعمها المعنوي ببركة الإمام أمير المؤمنين — عليه السلام — وأخيرا أسأله الدعاء في مظان الاستجابة في أن يمنحنا على أنفسنا بالصبر والمثابرة على القيام بمسؤولية المرجعية وأعبائها الثقيلة علينا، وستصلكم رسالتنا العملية «موجز الأحكام بأجزائها الثلاثة» وسائر الكتب والنشرات بواسطة الزائرين إن شاء الله تعالى، والسلام عليكم وعلى عامة المؤمنين — من حولكم — ورحمة الله وبركاته

النجف الأشرف العراق — غرة شوال ١٣٩٤هـ — الداعي الحسيني الشيرازي

اجازه مبارکه استاد المجتهدین سرکار آقا سید عبدالاعلیٰ موسوی سبزواری نجف اشرف عراق

بعداز درودوسلام عرض ہے کہ عمادالاسلام حجتہ الاسلام والمسلمین آ قائے الحاج محمد حسنین السابقی النجفی جو کہ بندگان خداوندی کی ہدایت اور احکام شریعت کی نشرواشاعت میں جدیت رکھتے ہیں میں مومنین کرام سے ملتمس ہوں کہ وہ ان کا احترام واکرام کریں اور شرعی مسائل میں ان سے استفادہ کریں۔ان کو میں امور حسبیہ شرعیہ کی نگرانی وانجام دہی کے علاوہ احادیث معتبرہ کی روایت اور حقوق شرعیہ کی وصولی کی اجازت دیتا ہوں اور اس بات کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ یہ سہم امام وصول کر کے بقدرضرورت خودخرچ کریں اور باقی ماندہ یہاں مرکز نجف اشرف کو بھجوائیں اوران کو زہدوتقویٰ کی وصیت کے ساتھ امیدوار ہوں کہ یہ مجھے دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔میں بھی ان کو نہ بھولوں گا۔

نجف اشرف

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف المرسلين محمد وعترته الطيبين الطاهرين

وبعد: لا يخفى على إخواننا المؤمنين الكرام من أهالي (ملتان) وفقهم الله تعالى للخيرات أن جناب عماد الأعلام الكاملين ثقة الإسلام والمسلمين الشيخ محمد حسنين السابقي النجفي دامت تأييداته العالية وكيل عنا ومجاز من قبلنا في التصدي للأمور الحسبية الشرعية المنوطة بإجازة الحاكم الشرعي الجامع للشرائط وكذلك في قبض الحقوق الشرعية كسهم السادة العظام والزكاة ومجهول المالك ورد المظالم والنذورات والكفارات وغيرها وصرف هذه الحقوق على الموارد المنطبقة شرعا وعلى طلاب العلوم الدينية الموجودين هناك وأما سهم الإمام عليه السلام فإنه يصرف بمقدار النصف منه لمصارفه الشخصية ومصارف غيره ممن يراه مستحقا ويرسل الباقي إلينا لإدارة شؤون الحوزة العلمية صانها الله عن الأخطار ومصارف رجال العلم والكاتبين دامت توفيقاتهم العالية ويأخذ منا الوصولات ويعطيها لأصحابها والمأمول من الإخوان المؤمنين الكرام أن يغتنموا وجوده الشريف ويسترشدوا بهديه وأوصيه بملازمة التقوى ومراعاة جانب الاحتياط فإنه سبيل النجاة والسلام عليه وعلى المؤمنين جميعا ورحمة الله

النجف الأشرف ٢٨/ذي الحجة/١٣٩٢هـ — عبد الطاهر بن السيد محمد طاهر الحرازي

24

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد وآله الطيبين الطاهرين واللعنة الدائمة على أعدائهم أجمعين إلى يوم الدين وبعد جناب مستطاب عماد الإسلام حجة الإسلام والمسلمين آقاي حاج شيخ محمد حسنين السابقي النجفي دامت تأييداته حقيقت در نشر احكام و ارشاد انام داريد مومنين اميد توفيقاتهم تقدير و تجليل از ايشان بنمايند و در مسائل ابتلائيه شرعيه از ايشان استفاده فرمايند و معظم له مجاز اند از اين جانب در نقل احاديث معتبره از كتب معتبره و در تصدي امور حسبيه هم مع الاحتياطات اللازمة و از طرف اينجانب مأذون اند در قبض حقوق شرعيه و سهم امام مبارك و تصرف بقدر احتياج و ايصال بقيه را باينجانب كه ان شاء الله در ترويج دين خداوند متعال و اوليائه العظام مصروف شود و أوصيه بالتقوى والاحتياط في جميع الحالات وان لا ينساني من صالح الدعوات كما لا أنساه إن شاء الله تبارك وتعالى

النجف الأشرف — عبد الأعلى الموسوي السبزواري

٢٣ ع ٢

١٣٩٥

اجازہ مبارکہ آیت اللہ السید
حسین بن محمد تقی آل بحرالعلوم
جامع الشیخ طوسی رضی اللہ عنہ نجف اشرف عراق

بعد از حمد و درود بر محمد و آل محمد میرے لئے فخر ہے کہ مجھ سے علم العلام ناصر السلام مروج الاحکام سماحۃ المجتھد المفضال الشیخ محمد حسنین السابقی النجفی نے اجازہ کی فرمائش کی ہے اور میں بھی ان کے علمی اور باوثوق مقام کے پیش نظر ان کو تمام امور حسبیہ کو انجام دینے کا اجازہ دیتا ہوں کہ وہ حقوق شرعیہ مالیہ زکوۃ خمس ردمظالم مجہول المالک نذر ور کفارات اثلاث وصیت قعطات عام خیرات ومبرات کے اموال جن کی بازگشت حاکم شرع سے وابستہ ہوتی ہے وصول کریں اور مقدار ضرورت دینی منصوبوں موسسات خیر یہ اعانت فقراء ومساکین پر صرف کریں اور باقی ماندہ رقوم حوزہ علمیہ نجف اشرف کی مادی مضبوطی کے لئے ہمیں ارسال کریں جو کہ معنوی لحاظ سے برکات امیر المومنینؑ سے پہلے ہی مستحکم ہے میں ان سے ملتمس دعا ہوں اور امیدوار ہوں کہ وہ مسئولیت مرجعیت کے قیام میں ہماری مدد کریں گے۔

نجف اشرف عراق
یکم شوال ۱۴۱۵ھ
(دستخط ومہر سید حسین تقی آل بحرالعلوم)

علامہ السابقی النجفی اعلی اللہ مقامہ پر سرکار امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ و عجل فرجہ الشریف کی خصوصی عنایت اور علم و معرفت کی تائید

۱۳۹۳ھ میں جبکہ علامہ السابقی صاحب نجف اشرف عراق میں تھے تو زائرین پاکستان کا پانچ بسوں پر مشتمل بڑا قافلہ زیارات کے لئے عراق پہنچا۔ یہ ۵ شوال ۱۳۹۳ھ کا واقعہ ہے کہ علامہ السابقی صاحب اور علامہ سید آغا علی حسین قمی اس قافلہ والوں کو زیارات کی رہنمائی کے لئے ان کے ہمراہ سامراء تشریف لے گئے۔ اس تاریخ کو شب جمعہ تھی زائرین کی طرف سے حرم مطہر امام حسن عسکریؑ میں ضریح مقدس کے پاس مجلس عزاء کا اہتمام کیا گیا جس میں آغا قمی صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔ آخری خطاب علامہ السابقی صاحب کا تھا اور مصائب کی وجہ سے گریہ وزاری سے حرم میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مومنین کرام ضریحات مقدسہ کو گھیرے میں لے کر پرسہ دے رہے تھے کہ علی پور ضلع مظفر گڑھ کی ایک زائرہ خاتون سردی کے موسم کے باوجود پسینہ سے شرابور ہو کر ہیبت سے بے خود ہو کر کانپ رہی تھی۔ اس نے رو رو کر یہ واقعہ زائرین کو بتلایا کہ جب علامہ صاحب مصائب پڑھ رہے تھے تو اچانک میری نگاہ ضریح کی طرف پڑی میں نے دیکھا کہ کوئی بزرگ شخصیت قبر مبارک سے متصل تلاوت کلام پاک میں مصروف ہے اور مجھے فرمایا اے زائرہ ادھر مت دیکھ عالم کی تقریر کی طرف متوجہ ہو اور سن وہ کیا فرما رہے ہیں پھر وہ اچانک نظروں سے غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ سن کر کئی گھنٹے زائرین بلند آواز سے زار وقطار روتے رہے۔ آج بھی اس قافلہ میں شریک لوگ جو ضلع مظفر گڑھ ضلع بہاولپور، ضلع خانیوال، ضلع ملتان اور ضلع وہاڑی سے تعلق رکھتے ہیں اور سید کرامت حسین شاہ آف شہانی بھکر کے زیر قیادت اس قافلہ میں عراق گئے تھے جب علامہ السابقی صاحب سے ملتے ہیں تو اس واقعہ کا خصوصی طور پر تذکرہ کرتے ہیں۔ یہ واقعہ جس کے عینی شاہد دو معروف علماء علامہ سید آغا علی حسین قمی اور مولانا سید شبیر حسین شیرازی موجود ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ محمد حسنین السابقی کے عقائد عالیہ

اوران کی علمی تحقیقات پر سرکار امام ولی العصر صلوٰۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی تائید اور خصوصی عنایت ہے۔(رسوم الشیعہ ، ط ۱ ۱۹۹۶ء، ص ۹)

نجف اشرف میں سکونت کے دوران آپ نے تین کتب تصنیف فرمائیں جو کہ اپنے موضوع میں جامعیت کے سبب ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔مرقد العقیلہ' العقد المنظوم' تاریخ حوزہ علمیہ نجف اشرف۔

اولاد و اصحاب آئمہ علیہم السلام کے مزارات مقدسہ کی تحقیق وجستجو بھی علامہ السابقی کو ورثے میں ملی۔سید مداح حسین شاہ آفس سپرنٹنڈنٹ وزارت دفاع ٹیکسلا علامہ السابقی کے تعزیتی تفصیلی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ میرے والد صاحب جن کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔بتاتے ہیں کہ جب راقم نامہ کی پیدائش ہوئی تو کچھ ایام کے بعد علامہ عبدالعلی السابقی تشریف لائے گرمیوں کا موسم تھا ہمارے والد صاحب بتاتے ہیں کہ علامہ مرحوم طلوع آفتاب کے بعد آرام فرما رہے تھے۔کچھ ہی دیر بعد ان کی آنکھ کھل گئی اور والد صاحب کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ شاہ صاحب یہ جگہ تو بہت مبارک ہے اور عنقریب یہ جگہ روشن ہوگی۔والد صاحب کے استفسار پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ ابھی ابھی میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مغرب کی طرف سے گھڑ سوار قطار در قطار آرہے ہیں اور یہاں آکر سلامی پیش کرتے ہیں چنانچہ علامہ صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور اس جگہ ہی جا کر کھڑے ہوگئے جہاں ان کی کوئی بزرگ ہستی نظر آئی تھی۔''سید مداح حسین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو نصف صدی گزر چکی ہے۔آج سے دو سال قبل اسی جگہ پر ایک قبر ظاہر ہوئی ہے جس کی ایک سل ہٹا کر دیکھا گیا تو کوئی بزرگ ہستی کفن سمیت بالکل محفوظ اور صحیح سلامت موجود ہے قبر کو بند کر دیا گیا ہے''۔(مکتوب مرسلہ ۱۹۹۹-۰۲-۲۹)

علامہ محمد حسنین السابقی نے ایک انٹرویو میں مزارات کے حوالے سے کئے گئے ایک سوال میں فرمایا'میں مزارات کی تحقیقات میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہوں۔میں نے کوفہ سے صحرا کی طرف پیدل چل کر تین میل کے فاصلہ پر سید ابراہیم الغمر جیسے سادات کی قبروں پر حاضری دی ہے' میں نے شام میں حلب' رقہ'صفین پہنچ کر فدایان امیر المومنینؑ کے مزارات کو تلاش کر کے زیارات

کی ہے۔خصوصاً جو معرکہ صفین میں شہید ہوئے.....''(ماھنامہ الثقلین ج ۱،شمارہ ۷، ص ۲۹)

تحقیق مزارات ہی کے حوالے سے آپ کی عربی زبان میں مشہور کتاب مرقد العقیلہ زینبؑ بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے(ملاحظہ ہو "المرأة العظیمة للصفار ، برنامج المعالم و المساجد و غیرهم)۔عربی زبان میں تحقیقی اعتبار سے اس قدر بلند پایہ کتاب کہ علماء و محققین و مراجع و مؤرخین جس پر داد و تحسین پیش کئے بنا نہ رہ سکے آپ کی نوجوانی کی تحقیقی تصانیف میں سے ہے جب آپ کی عمر صرف ستائیس برس تھی۔انٹرویو میں جب آپ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ کی زندگی کا کوئی ایسا کارنامہ جس پر آپ فخر کر سکیں تو آپ نے فرمایا کہ ''فخر تو صرف توفیق الٰہی کے شامل حال ہونے پر ہی کیا جا سکتا ہے ورنہ بندہ فی نفسہ کیا کر سکتا ہے۔میں اس بات پر ضرور فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں واحد پاکستانی ہوں جس نے جناب عقیلہ بنی ہاشم حضرت زینب علیہا السلام کے مزار مبارک کی تحقیق پر عربی زبان میں کتاب لکھی جس کو مصر' شام' اردن' عراق' لبنان' ایران میں بنظر استحسان دیکھا گیا اور باوجود یہ کہ پہلے شہزادیؑ کونین کا مزار جو دمشق میں ہے۔مورد اختلاف تھا۔علماء و شیعہ اس کی طرف زیادہ متوجہ نہ تھے مگر الحمد اللہ اس کتاب کا رد عمل ہے کہ وہاں سینکڑوں علماء و افاضل مزار مقدس کا طواف کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔(الثقلین ص ۲۹)

آپ کی اس تحقیق کے بارے میں آیۃ اللہ الزنجانی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں ''مخفی نہ رہے کہ یہ راویہ نامی بستی شام میں جناب زینب علیہا السلام کا مزار مقدس مشہورات قویہ میں سے ہے اور اس کی شہرت دوسری صدی سے مشہور چلی آرہی ہے جیسا کہ فاضل جلیل علامہ شیخ محمد صاحب نے اپنی کتاب مرقد العقیلہ میں ثابت کیا ہے جو کہ بیروت سے طبع ہو چکی ہے۔یہ اس موضوع پر سب سے بہترین کتاب ہے اس کی طرف رجوع کریں اور اس کا مطالعہ کریں۔

۱۹۷۵ء میں عراق کے حالات کی ابتری کے باعث چار سال نجف اشرف سکونت پذیری کے بعد آپ پاکستان واپس تشریف لائے اور باب العلوم ملتان کے مدرس اعلیٰ کے طور پر تدریس و تبلیغ کی ابتداء فرمائی۔

مبلغ اعظم علامہ محمد اسماعیل کے انتقال کے بعد درس آل محمد فیصل آباد کے لئے جب پرنسپل کی تلاش شروع کی گئی تو آپ سے درخواست کی گئی (مقالہ "ایک چراغ اور بجھا" آغا مبین سرحدی' المبلغ فروری مارچ ۱۹۹۹ء، ص ۴۲)۔ چنانچہ آپ نے درس آل محمدؐ میں پرنسپل کی حیثیت سے تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ قلمی جہاد بھی جاری رکھا اور دیگر تحریروں کے علاوہ اہلحدیث مناظر صدیق تاندلوی کی کتاب عقد ام کلثوم کے جواب میں شمشیر مسموم نامی کتاب لکھی جس کے تحقیقی انضباط و دنداں شکنی کے مقابل کوئی جواب نہ لکھ سکا

فیصل آباد ہی میں قیام کے دوران آپ نے کتاب ''شہادت ثالثہ دراذان و اقامت و تشھد نماز'' تالیف فرمائی جو کہ اس موضوع پر اردو زبان میں لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے جس میں آپ نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی ولایت کلیہ مطلقہ کی شھادت کی اہمیت اور عبادات میں اس کے ذکر کی عظمت وجلالت پر علماء محدثین ومحققین من المتقدمین والمتاخرین وفرامین معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین سے نصوص وروایات کی لازوال تحقیق پیش کی اور آج بحمد اللہ بیسیوں عارف وبصیر مراجع عظام اس کی تائید میں فتاویٰ واحکام صادر فرما چکے ہیں۔

۱۹۸۱ء میں آپ نے ملتان میں جامعۃ الثقلین، اور اس کے ساتھ ساتھ ''مرکز تبلیغات اسلامی شیعہ'' کی بنیاد رکھی جس میں تعمیرات کے ساتھ ہی علمی چہل پہل شروع ہوگئی اور بہت کم عرصہ میں جامعہ الثقلین مستبصرین کا ایک بہترین مرکز بن گیا اس دوران آپ نے کئی بصیرت افروز کتب تالیف فرمائیں اور علمی وعرفانی مجلّہ الثقلین کا اجراء کیا جو کہ مختلف علماء ومحققین کے تحقیقی و علمی مقالہ جات کے ساتھ ساتھ مختلف علمی عقائدی تحقیقی موضوعات پر آپ کے کثیر تعداد میں بلند پایہ مقالات کا امانتدار ہے ("ایک چراغ اور بجھا"، المبلغ ، ص۴۲)

اعلاء کلمۃ الحق کے لئے آپ کی تحقیقی وتدقیقی وخدمات ونظریات پاسداری کے ساتھ ساتھ مختلف قومی مسائل کے سلسلے میں بھی تحریری وعملی طور پر ایک راہنما کے فرائض سرانجام دیئے۔ علامہ سید علی غضنفر کراروی سیکرٹری جنرل مجلس عمل علماء شیعہ پاکستان کے ایماء پر آپ کی سربراہی میں شیعہ آل پارٹیز پاکستان کے سولہ رکنی وفد نے سابق صدر پاکستان جناب محمد اسحاق خان سے

ایوان صدر میں ملاقات کی اور انہیں پاکستان میں اہم شیعہ توجہ طلب مسائل سے آگاہ کیا اور ایک تحریری یادداشت پیش کی۔ صدر موصوف نے تمام معروضات پر تعاون کا یقین دلایا اور شناختی کارڈ کے مسئلہ پر ممکنہ عملدرآمد کو فوری طور پر روک دیا۔ (The Pakistan Times , Islamabad , Monday , 20 July 1992)

آپ نے وزارت مذہبی امور کے مطالبے پر مجلس عمل علماء شیعہ کے صدر کی حیثیت سے ''فرقہ واریت اور اس کا سد باب'' کے زیر عنوان ایک علمی دستاویز مرتب کی جس میں یہ ثابت کیا کہ توہین رسالت کرنے والا ہی مستوجب سزائے موت ہے جب کہ صحابہ کی توہین کی شرعی سزا تعزیر ہے جو پہلے سے ہی تعزیرات پاکستان میں موجود ہے نیز اس میں آپ نے فرقہ واریت کے اسباب کی نشاندہی بھی فرمائی کتاب مجلس عمل کی طرف سے شائع ہوئی اور تمام ممبران قومی اسمبلی اور اراکین سینٹ کو بھیجی گئی فرقہ واریت کے سد باب کے بارے میں آپ کی یہ معرکۃ الآراء کتاب ارکان حکومت اور صوبائی وقومی اسمبلیوں کے اراکین کے پاس اہم دستاویز کی حیثیت سے موجود ہے۔ (پندرہ روزہ "ذوالفقار" شمارہ۱۵، جلد ۲۸، ۲۸ فروری ۱۹۹۹ء)

دینی و شرعی مراکز کی تعمیر

آپ نے پاکستان کے مختلف شہروں اور دور دراز علاقوں میں ستر سے زیادہ امام بارگاہ و مساجد و مدارس تعمیر کروائے اور کئی سال تک ان کی مالی وعلمی ادارت ورہنمائی سرانجام دیتے رہے آپ کی ان خدمات کا تفصیلی جائزہ علامہ الشیخ عبد الجلیل الامیر نے اپنی کتاب ''فکر الامام المصلح'' میں لیا ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ھو کتاب مذکور ص۵۱ تا ۵۹)۔

علمی تصنیفات

آپ نے تحقیق، تالیف، تعلیق، تصنیف، تخلیق، تقدیم اور ترجمہ پر مشتمل ستر سے زائد کتب شیعہ قوم کو دی ہیں جن کی اجمالی تفصیل یہ ہے۔

عقائد و فضائل و معارف معصومینؑ

۱ جواہرالاسرار فی مناقب الآئمہ الاطہار (اردو)

۲ شہادت ثالثہ دراذان واقامت وتشہد نماز (اردو)

۳ العقد المنظوم فی عقدام کلثوم (عربی)

۴ شمشیر مسموم فی ردعقدام کلثوم (اردو)

۵ میزان العقائد (اردو)

۶ قواعد الشریعہ فی عقائد الشیعہ ۴ جلد (اردو)

۷ فرقہ واریت اوراس کا سد باب (اردو)

۸ برہان الایمان فی معرفتہ صاحب الزمانؑ (اردو)

۱۰ مصباح الہدایہ الی الخلافتہ والولایہ (اردو)

۱۱ رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ (اردو)

۱۲ نظام مصطفیٰ اورعزاداری (اردو)

۱۳ متضاد عقائد (اردو)

۵ واقعہ کربلاء کے اصلی مجرم (اردو، غیر مطبوعہ)

۱۶ خزینتہ الفوائد (اردو)

۱۷ تشہد نماز اورشہادت ولایت علیؑ (اردو، غیر مطبوعہ)

۱۸ اسرارالایمان فی فضائل اولیاء الرحمٰن (اردو)

سیرت

۱ سیرت زینب الکبریٰؑ (اردو)

۲ تاریخ بلالؓ (اردو)

۳ سیرت فضہؓ (اردو)

۴ مسافرہ شامؑ (اردو)

۵ سیرت ہمشکل پیمبرؑ (اردو)

۶ سیرت حضرت ام البنینؑ (اردو)

۷ عبداللہ ابن جعفرؑ (اردو)

۸ سیرت قمر بنی ہاشمؑ (اردو)

ترجمہ

۱ زیارت ناحیہ (عربی سے اردو)

۲ ترجمہ احکام الشیعہ ۲ جلد (عربی سے اردو)

۳ ترجمہ نامہ شیعیاں (فارسی سے عربی)

۴ ترجمہ ولایت از دیدہ گا قرآن (فارسی سے عربی)

۵ ترجمہ ھدیۃ المستبصرین (فارسی سے عربی)

۶ حیوۃ النفس فی حظیرۃ القدس (عربی سے اردو)

۷ فوائد الرضویہ (عربی سے اردو)

۹ مصباح الھدایۃ الی الخلافتہ والولایۃ (فارسی سے اردو)

۱۰ ہمارے حقوق (عربی سے اردو)

فقه

١ احکام الشیعہ ۲ جلد (اردو)
۲ احکام خمس (اردو)
۳ احکام زکوٰۃ (اردو)
۴ احکام نماز (اردو)
۵ احکام وراثت (اردو)
۶ زیارۃ الحرمین (اردو)
۷ نماز آل محمد (اردو)

تاریخ و ادب

١ تاریخ حوزہ علمیہ نجف اشرف (اردو)
۲ مصباح الادیب ومقباس الاریب (عربی)
۳ دیوان السابقی (عربی وفارسی)

تحقیق و تعلیق و تقدیم

١ مرقد العقیلۃ (عربی)
۲ عبقریۃ الشیخ الاوحد (عربی)
۳ اجازات الشیخ الاوحد ومصنفاتہ العلمیہ (عربی)
۴ ابوذر غفاریؓ کا نظریہ اقتصاد (اردو، زیر طبع)

علاوہ ازیں آپ کے عقائد وتحقیق مزارات اور مختلف علمی مسائل پر سو سے زیادہ مقالہ جات وکتابچے شائع ہوئے اور انشاءاللہ بامر مولاؑ آپ کی تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتب اور مقالہ جات کی بقدر ووقت ضرورت از سر نو اشاعت کی جائے گی۔

آپ کے متعلق علماء و مراجع عظام
و ادباء و عباقرہ کے اعتراف و آراء

کامل سلمان الجبوری

اپنے ضخیم موسوعہ معجم الأدباء میں لکھتے ہیں فاضل جلیل وادیب عرب ومحقق عظیم علامہ الشیخ محمد حسنین السابقی، پنجاب پاکستان میں آپ کی ولادت ہوئی اور آپ نے اپنے والد فاضل عظیم متوفی ۱۳۸۴ھ کے زیر سایہ پرورش پائی......نجف اشرف سے تکمیل تعلیم کے بعد آپ اپنے وطن کی جانب احکام دین میں رشد وہدایت دینے والے اور راہنما کی حیثیت سے وطن واپس لوٹے اور آپ کی خدمات جاری وساری ہیں (معجم الادباء ج ٥ ص ٢٤٨، ط اول ٢٠٠٢ ء، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)۔

قدوة العرفاء سلطان العلماء

علامہ غضنفر عباس الهاشمی مد ظلہ العالی

عالم صفی فاضل وفی وبحر اللوذعی علامہ محمد حسنین السابقی کے نام کے ساتھ لفظ "متوفی" لکھتے ہوئے مرے ہاتھ لرزاں ہیں۔ اللہ آپ کو محمد وآل محمد علیہم السلام کے ساتھ محشور فرمائے۔ ہم کیسے تصور کریں کی آپ کو زیر خاک سلا دیا گیا بخدا آپ کی موت نے دنیا کو رلا دیا آپ۔ خدا آپ پر رحمتیں نازل فرمائے۔ علم کا ایسا سمندر تھے جس کا کوئی کنارہ نہیں ہوتا آپ جیسے بہت کم ہوئے جن کی کوئی مثال نہیں ہوتی، ہم نے کئی مرتبہ شیخ الفضیلہ کے ساتھ صحبت کی اور آپ کو آئمہ ابرارؑ کے معجزات میں سے ایک معجزہ پایا اور علماء اخیار کا راہ نما پایا، ہم آپ کو کیسے بھولیں بے شک آپ زندہ ہیں اور فؤاد میں موجود ہیں، بے شک زمانہ اپنے متغیرات سے آپ کو محو نہیں کرسکتا، اللہ آپ کو مجالس آئمہ امجادؑ میں پہنچائے۔ "ترجمہ از عربی" (سجل الآراء للمراجع العظام والعلماء و الزعماء ص ۲)

العلامة المحقق الجليل

الشیخ محمد حسین حرزالدین العقیلی النجفی

آپ علامۃ السابقی کے متعلق لکھتے ہیں جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے "جناب الفاضل الکاتب، المتتبع الالمعی، سریع الخاطر، ادیب وشاعر ذکی...... [کہ] جن کی تحقیق میں میں نے آراء علماء ومحققین اور جماہیر فطاحل مؤرخین و باحثین کے اقوال کو جمع کرنے میں شعلہ مستنیرہ پایا ہے۔(تقریظ مرقد العقیلة)۔

آیت اللہ العظمیٰ السید ابراھیم الموسوی الزنجانی

آپ علامہ السابقی کے بارے میں رقم فرماتے ہیں "فاضل نوجوان الشیخ محمد حسنین السابقی - اللہ آپ کے مجد کو دوام عطا کرے۔ میں نے آپ کی کتاب "کتاب فرید مرقد العقیلہ" دیکھی ہے جو کہ دلائل کے تہہ در تہہ لباس میں عروس سے زیادہ مزین تشنگان تحقیق حقائق کے لئے پانی سے زیادہ میٹھی اور صاحبان معرفت کے لئے نسیم سے زیادہ لطیف ہے اللہ شیعہ قوم کو آپ جیسے کثیر علماء عطا کرے(تقریظ مرقد العقیلة) آپ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "حیف است که جای فاضل مثل شما در لبنان یا بعضی بلاد عربیه بود تا کتابها می نویسید استعداد که شما دارید مردم پاکستان متوجه نیستند کما اینکه شاعر عربی در حق پیمبر صلی الله علیه و آله وسلم گفته

لو کان المرء من عز و مکرمة فی داره لم یهاجر سید الرسل

اگر انسان کے لیے وطن میں رہنا ہی باعث عزت واکرام ہوتا تو سید الأنبیاء و المرسلین صلی الله علیه و آله وسلم مکہ مکرمہ سے ہجرت نہ فرماتے۔ (مرسلہ ۳ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ بحوالہ رسوم الشیعہ ص ۹) ۔

آیة اللہ آل یٰسین موسوی

ثقۃ الاسلام والمسلمین الشیخ محمد حسنین السابقی...... نے تحقیق وصواب حق میں یوں نقاب کشائی کی ہے کہ اگر پردے ہٹا بھی دیئے جائیں تو جناب زینب سلام اللہ علیہا کی شام میں قبر مبارک کی صحت نسبت کی تلاش وتحقیق کرنے والوں کے یقین میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ آپ اپنی اس بحث موضوعی میں واحد محقق ہیں جس نے اس قدر کثیر شواہد پیش کئے جو حقیقت قبر الشریف کے لئے تاریخی نص ومؤید کی حیثیت رکھتے ہیں حتیٰ کہ اس موضوع سے متعلق مزید کچھ بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپ نے اپنی کتاب میں انتہائی بلند پایہ اسلوب علمی سے تہلیل پیش کی ہے......اوائل نوجوانی میں آپ کا یہ عمل اعمال جلیلہ میں شمار کیا جاتا ہے جو نوجوانی میں ہی آپ کی ہمت عالیہ اور عظیم قدرت فکری کو ظاہر کرتا ہے۔ (تقریظ مرقد العقیلة)

آیة اللہ صادق بحر العلوم

اپنی کتاب الرحیق المختوم میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں جس کا ملخص یہ ہے کہ "عالم فاضل وادیب جلیل الشیخ العلامہ محمد حسنین بن عبدالعلی السابقی ۱۳۶۶ھ میں پنجاب پاکستان کے ایک منطقہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد عظیم سے حصول علم کے بعد علوم دینیہ میں بحیثیت مدرس اپنے ملک کے مختلف شیعی مدارس مثلاً سلطان المدارس سندھ، دارالعلوم محمدیہ سرگودھا وجامع الغدیر احمد پور سیال میں فرائض تدریس سرانجام دیئے اور پچھلے دو برس سے آپ نجف اشرف میں تحصیل علوم دینیہ میں مشغول ہیں۔ میں نے آپ میں علم کثیر وادب ووقار دیکھا ہے۔(الرحیق المختوم ج ۲ ص ۹۲ مخطوط بحوالہ مرقدالعقیلہ ط ۲ ص ۹)

ثقة السلام علامہ بشیر فاتح ٹیکسلا

۱۲ نومبر ۱۹۷۶ء کو آپ نے مدرسہ باب العلوم میں خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ "میں اپنی زندگی کے آخری دور میں ہوں کسی بھی وقت داعیٔ اجل کو لبیک کہہ جاؤں گا میں

اعلان کرتا ہوں کہ میرے بعد صحیح عقائد اور علوم محمد و آل محمد علیہم السلام کے ترجمان علامہ محمد حسنین السابقی ہیں قوم دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرے اور ان کے وجود کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھے‘‘

(رسوم الشیعہ، ط ۱ ، ص ۷)

وارثہ شہزادیٔ کونین حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا سے بے پناہ عقیدت رکھنے والے، مولائے ’’فزت برب الکعبۃ‘‘ کی زیارت کے لئے رخت سفر باندھنے والے ’’عالم بصیر‘‘ نے ’’روح الیقین‘‘ کے ساتھ ۱۸ جنوری ۱۹۹۹ء مطابق ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بوقت اذان فجر باون برس کی قلیل حیات کے بعد علیؑ علیؑ کی اقامت کہی کہ اب ’’فقدان عین‘‘ کے ساتھ آپ کی مثل کا ’’وجدان قلوب‘‘ میں آفتاب حیات ابدی کے طلوع کا وقت آن پہنچا تھا ’’ھجم بھم العلم علی حقیقۃ البصیرۃ و باشروا روح الیقین‘‘ عزادار امام مظلومؑ اور حق معصومؑ کا ساری زندگی دفاع میں گزارنے والا اور شہزادیٔ کونین کے مرقد وفضائل و مناقب سیرت پر تحقیقات پیش کرنے کے انداز میں اظہار عقیدت کرتے ہوئے شہزادیٔ عالیہ ہی کے حرم مبارک کی شبیہ عزاء خانہ زینبیہؑ کے صحن کے ایک پہلو میں زیر علم سقائے تشنگان کربلاء روپوش ہوگیا۔

کچھ اس کتاب کے بارے میں

جواہر الاسرار تہذیب و متانت اور سنجیدگی و شرافت کا شاندار نمونہ ہونے کے علاوہ اصول الشریعہ کا سب سے پہلا اور مضبوط و مستحکم جواب بن کر قوم کے سامنے آئی، آپ نے اپنی کتاب قواعد الشریعہ میں فرمایا ہے کہ ’’ہماری کتاب جواہر الاسرار کا مطالعہ کرنے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ ہم نے ایک ایک حدیث کو بارہ بارہ معتبر کتب کے حوالے سے نقل کیا ہے اہم احادیث کے ہر ہر راوی کی جانچ پڑتال پر کئی کئی صفحات پر کیے ہیں اور مفاد روایت کے متعلق اکابر و مشاہیر کے ارشادات و تحقیقات کو من و عن درج کیا ہے جبکہ اصول الشریعہ میں یہ سب دعوے تو ہیں مگر عمل کہیں نظر نہیں آتا اور اکثر ایسی ضعیف احادیث کو اہمیت دی گئی ہے جو مذہب عامہ کے موافق ہیں اور اکابر علماء کی تحقیقات کو یکسر نظر انداز کر کے اپنی تراش خراش کے مطابق نکالے گئے نتائج کو

عقیدہ کا نام دے کر الگ راستہ اختیار کرنے کی مذموم کوشش کی گئی ہے اور ہر فرد یہ محسوس کرتا ہے کہ روایات اصول الشریعہ درایت عقل کے سراسر خلاف اور نا قابل تسلیم ہیں‘‘ (قواعد الشریعہ ج ۱ ص ۳۵) آپ کی اس کتاب پر، جو آپ نے اس وقت تالیف فرمائی جبکہ آپ کا سن صرف بائیس برس تھا، پاکستان کے بزرگ علماء نے تحقیقی بلند قامتی اور فضائل و معارف معصومین علیہم السلام کی تقدیم و دفاع پر داد و تحسین پیش کی ہے اور قوم کو خصوصی طور پر اس کے مطالعہ کی سفارش کی ہے۔

مبلغ اعظم علامہ محمد اسماعیل

چنانچہ مبلغ الاعظم علامہ محمد اسماعیل صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فخر شیعیان پنجاب قابل قدر فاضل نوجوان مولانا محمد حسنین السابقی صاحب نے آداب مناظرہ کی رعایت کرتے ہوئے صوری و معنوی محامد و محاسن پر مشتمل تائید حق اور تردید باطل پر نہایت جامع و مانع و بے مثال کتاب لکھی ہے جس کے جواب سے مدعی علم و فضل عاجز ہے اور اس کے ایک حرف کا بھی جواب نہ لکھ سکا۔ شکر اللہ سعیھم و طول اللہ حیاتھم۔ (المبلغ ص ۲۳)

ثقۃ الاسلام علامہ بشیر فاتح ٹیکسلا

اگر ناظرین کرام سیر حاصل اطلاع کے متمنی ہیں تو میں خصوصیت کے ساتھ التماس کروں گا کہ جناب مولانا محمد حسنین صاحب السابقی سلمہ اللہ کی کتاب ’’جواہر الاسرار‘‘ کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتاب قائلین وحدت نوع کی کتاب ’’اصول الشریعہ‘‘ کا بہترین اور مسکت جواب ہے جس میں تمام موجودہ اختلافی مسائل پر اطمینان بخش تبصرہ ہے اور ’’اصول الشریعہ‘‘ کے ہر باب کا مکمل و مبرہن جواب دیا گیا ہے۔ یہ کتاب جوابی نوعیت میں مثالی و معیاری کتاب ہے۔

(حقائق الوسائط ط اول ج۲ ص ۲۱، ط دوئم، ج۲ ص ۳۴۷)

قبل اس کے کہ اس کتاب کی پہلی دو اشاعتوں سے متعلق ہم کچھ لب کشائی کریں، ہم ثقۃ الاسلام علامہ بشیر فاتح ٹیکسلا کے جملے نقل کرتے ہیں آپ اصل کتاب پر کئے جانے والے تصرف پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ’’مجھے افسوس ہے کہ اس کی نشر و اشاعت میں

مقصرین کے ہتھکنڈے مانع ہوئے ہیں۔ میں واعظین کرام اور خطباءِ عظام بلکہ مدرسین مدارس عربیہ سے عرض کرتا ہوں کہ اس کی اشاعت میں سعیِ بلیغ فرمائیں اور حضرات مالکان کتب خانہ اس کی نشرواشاعت میں اپنی پوری قوت صرف کریں'' (حقائق الوسائط ط اول ج۲ ص ۲۱، ط دوئم، ج۲ ص ۳٤۷)۔

خود مؤلف جواہر الاسرار فرماتے ہیں ''جواہر الاسرار کے مؤلف حقیر اور ناشر کے حواشی کے اختلاف کی حقیقت یہ ہے کہ ناشر چونکہ عقیدہ کے لحاظ سے مقصر تھے لہٰذا انہوں نے اپنے پیرو مرشد کو راضی کرنے کے لیے حواشی پر اختلافی نوٹ لگا دیئے جن کا علم مؤلف کو کتاب طبع ہونے کے بعد ہوا'' (قواعد الشریعه ص ۳٤) اور یہی صورت طبع ثانی میں رہی کہ طبع اول میں ناشر کے نوٹ پر قوسین میں (ناشر) کا لفظ کم از کم اس بات کی غمازی کرتا تھا کہ یہ نوٹ ناشر کا ہے جبکہ دوسری طباعت میں نوٹ کی عبارت کو باقی رکھتے ہوئے ''ناشر'' کا لفظ حذف کر کے نوٹ کو مؤلف کے نکتۂ نظر کے طور پر دکھانے کی مذموم کوشش کی گئی ہے نیز تحریف کی صورت میں تصرف کیا گیا

اس کتاب کو بعینہ اشاعت اول کے مطابق شائع کیا جا رہا ہے اور کتاب کے انداز تخاطب و تقدیم مراجع و مصادر میں بھی کچھ تصرف نہیں کیا گیا تاکہ اولاً یہ کہ کتاب اپنی اصل صورت میں باقی رہے، اور ثانیاً یہ کہ علامہ السابقی اعلی اللہ مقامہ کے انتہائی ادب کے ساتھ عقائدی مسائل میں تمام بزرگ علماء و مراجع عظام کے عقائد و نظریات و اقوال پیش کرتے ہوئے کماحقہ اپنی عالمانہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے تک کو امانت دار و صاحب بصیرت قارئین ملاحظہ فرما سکیں کہ اس اتمام حجت کے بعد، چاہیے تو یہ تھا کہ مقصرین اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتے اپنی غلطی تسلیم کر لیتے اور حق کو قبول کرتے مگر اس حد تک اتمام حجت کے باوجود شیخ ڈھکو کی ہٹ دھرمی اپنی جگہ باقی رہی اور اس رائندہ ءعلماء و مجتہدین نے اس کتاب کے بعد لکھی جانے والی کتابوں میں بازار پروردگی کی اصلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلیل القدر مؤید بزرگ علماء و عارفین محسن تشیع بے باک حق گو عالم دین کے لیے خنثیٰ مشکل اور کیا کیا تہذیب سے گرے ہوئے کلمات استعمال کیے، خالصیت کے

پروانے مؤلف اصول الشریعہ کو معصومینؑ کے حق میں گستاخی کی بیماری کی وجہ سے دشنام طرازی، طعن و تشنیع اور بہتان تراشی پر اس کی خاندانی روایت کے مطابق جو عبور حاصل ہے اس کی کتابوں سے عیاں ہے **فسیکفیکهم الله و هو السمیع العلیم**

اگرچہ حتیٰ الامکان کوشش کی گئی ہے کہ عربی و فارسی و اردو کی اغلاط کی تصحیح کے ساتھ ساتھ رموز و اوقاف کی تطبیق کے دوران اصول تحقیق کو بھی پیش نظر رکھا جائے اور اصل کتاب کی بعینہ مطابقت کے پیش نظر حوالہ جات کو بھی عبارت میں شامل رکھا جائے، مگر بایں ہمہ اگر کہیں کوئی غلطی باقی رہ گئی ہو تو ادارہ مطلع کرنے پر آپ کا مشکور ہوگا اور اگلی اشاعت میں اس کی تصحیح کر دی جائے گی

ہم جناب فرقان حیدر حیدری صاحب کے انتہائی ممنون ہیں کہ جن کی خصوصی توجہ سے اشاعت کے تمام متعلقہ امور سرانجام پائے دعاء ہے کہ مضاعف الحسنات رب کریم ان کے اعمال صالحہ کو ابواب خیر و برکت قرار دے اور ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے

الاحقر علی رضا السابقی

۱۴ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

جامعۃ الثقلین، ملتان

قوم شیعہ کے بحرانی حالات

قائم آلِ محمد سلام اللہ علیہ

کے ظہور کی علامت ہیں

میرا خطاب قوم کے ان زندہ دل اور سینے میں درد ایمان رکھنے والے برادران ایمانی سے ہے جو تیرہ سو سال سے باطل کی طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کرتے آرہے ہیں جن کے بے پناہ عزم واستقلال کو باطل کی تند وتیز آندھیاں جنبش نہ دے سکیں اور جن کی حق پرست گردنیں ظالم و جائر جبّاروں کے آگے ظلم واستبداد کی آبدار تلواروں اور خنجروں کی دھاروں سے کٹ تو گئیں مگر جھک نہ سکیں۔

جن کو ناصبیت کے جارحانہ وقاتلانہ حملے نیست ونابود نہ کرسکے، جن کے اخلاص ووفاو دین ودیانت پرحق کو فخر ہے اور دین اسلام کو ناز ہے اور تاریخ کے اوراق انکی مدح سرائی میں پھولے نہیں سماتے۔

اے حقانیت کے پرستارو! اے حسینیت کے علمبردارو! کیا تم نے اپنے گیارھویں امام حضرت امام عسکریؑ کا وہ پیغام سنا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے آخری دنوں میں اپنی نورانی بصیرت کے ذریعے آپ کے مستقبل کے مدوجزر کا جائزہ لیتے ہوئے اور آپ کو آنے والے حوادث سے خبردار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لا یکون ھذا الأمر الذی تنتظرونه حتی یبرء بعضکم عن بعض ویفتل بعضکم فی وجه بعض ویلعن بعضکم بعضاً وحتی یشھد بعضکم بعضاً بالکفر علیٰ بعض قیل ما فی ذلك خیر قال الخیرفی ذلك عند ذلك یقوم القائم فیرفع ذلك۔

جس امر کا تم انتظار کررہے ہو وہ اس وقت تک ظاہر نہ ہوگا حتی کہ تم شیعہ ایک دوسرے سے بیزار ہو جاؤ گے اور ایک دوسرے پر لعنت کروگے اور ایک دوسرے کے منہ پر تھوکو گے اور ایک دوسرے پر

کفر کا الزام لگاؤ گے کسی صحابی نے عرض کیا اے مولا! کیا اسوقت ہمارے حق میں بہتری نہ ہوگی امامؑ نے فرمایا ہاں وہی وقت تمہارے لیے بہتر ہوگا چونکہ امام زمانہ صاحب العصر علیہ السلام ظہور فرمائیں گے اور تمہارے تمام اختلافات کو دور کردیں گے(۱) آپ نے غور فرمایا کہ مولائے کائناتؑ کس اسلوب بیان سے آپ کو سمجھا رہے ہیں کہ آپ پر ایک وقت ضرور آنا ہے کہ آپ کی ملت کا شیرازہ بکھر جائیگا۔ اور اتحاد وتنظیم کا سربلند جھنڈا سرنگوں ہوجائے گا۔ کیا اب بھی آپ خواب غفلت سے بیدار نہ ہوں گے۔ کیا اب بھی آپ کے نزدیک آئمہ اطہارؑ کی عظمت وجلالت کا راز منکشف نہیں ہوا گریبان میں جھانکیے اور توجہ سے کام لے کر یہ سمجھنے کی کوشش کیجئے کہ امام معصومؑ قوم شیعہ کے کس دور کی طرف اشارہ فرما گئے ہیں۔

ملت جعفریہ کے حالات کی موجودہ رفتار پرایک نظر

موجودہ وقت میں اپنی قوم پر تجسسانہ نگاہ ڈالیے ذرا دیکھیے کہ آپ آج اپنے سابقہ رویہ سے کس قدر ہٹتے چلے جارہے ہیں۔ قوم کے سربراہ حضرات آپس میں کیوں متنفر ہوچکے ہیں اور کس لیے ایک دوسرے سے دست بگریباں ہیں۔ ہر طرف سے کافر مشرک غالی وہابی وغیرہ کا ایک شور بلند ہورہاہے۔ محبت واخلاق دین ودیانت کے اصول سے روگرداں ہوکر ایک دوسرے کے متعلق عوام کو غلط تاثر دے کر فتنہ پروری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ قوم اپنے مقام پر یہ سب تماشہ دیکھ کر سربگریباں اور انگشت بدنداں ہوکر حیران وپریشان ہے۔

---

(۱) حدیث مذکور کے ناقلین

۱۔ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ م ۴۶۰ھ کتاب الغیبة ص ۲۸۳ طبع تبریز۔

۲۔ قطب الدین سعید بن ہبۃ اللہ راوندیؒ م ۵۷۳ھ کتاب الخرائج والجرائح ص ۲۸۵۔

۳۔ علامہ محمد باقر مجلسی م ۱۱۱۱ھ بحارالانوار ج ۱۳ ص ۱۳٤۔

۴۔ علامہ السید حسین بن احمد الحسنی البراقی م ۱۳۳۲ھ، عقد اللؤلؤ والمرجان فی تحدید أرض کو فان ص ۷۳ طبع نجف۔

۵۔ السید محسن الامین العاملی ۱۳۷۱ھ فی المجالس السنية ج ٥ ص ٥٣١ طبع نجف اشرف۔

سمجھ نہیں آتی کہ جن علماء نے دین کے مبارک پودے کو سینے سے لگا کر خون سے سینچا اور پروان چڑھایا آج ان کے اندر وہ عالمانہ اخلاق اور فاضلانہ ذمہ داریاں کہاں ہیں۔ ہماری موجودہ زبوں حالی کے پیش نظر آخر اغیار کے لیے کیوں اور کہاں سے اسباب تضحیک وتمسخر جمع ہو رہے ہیں۔

اے کشتیِ قوم کے ناخداؤ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر حسین وزینب علیہا السلام کی گرانقدر محنت کے نام پر علماءِ حق کی عظیم الشان قربانیوں کے نام پر ذرا خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر قوم کے نازک حالات کا جائزہ لیجیے اور معلوم کیجیے کہ ہماری قومی سالمیت اور ہمارے اتحاد کو کون سے اسباب ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے مولا علیؑ والو
نہ ہوگی داستاں تک بھی تمہاری داستانوں میں

اس وقت میرا مقصد قوم کے جملہ حالات کا جائزہ لینا نہیں ہے جو کہ میرے موضوع سے خارج ہے بلکہ مذہبی اور دینی اختلاف ہی کو لے لیجیے آخر ہمارے اختلافات کس دور میں نہیں ہوئے ؟ ہمیشہ اور ہر دور میں علماء اعلام کے مابین مختلف مذہبی مسائل وافکار میں اختلاف رہا ہے اور رہے گا۔ اور ایسے علماء شیعہ بھی گزرے ہیں جن کے نظریات یہ تھے:

آئمہ طاہرینؑ نے کبھی کوئی معجزہ نہیں دکھایا، آئمہ طاہرین فرشتوں کی گفتگو نہیں سن سکتے، آئمہ طاہرینؑ انبیاء وملائکہ سے افضل نہیں ہیں، آئمہ طاہرین سے جبرائیل ومیکائیل افضل ہیں، آئمہ طاہرینؑ کو علم ماکان وما یکون حاصل نہیں ہے۔ (ملاحظة هو مرآة الانوار ص ٤٢)۔

یقینی طور پر اس قسم کے عقائد کتاب وسنت کی نصوص کے مخالف تھے انہوں نے اپنے نظریات میں کتب بھی تالیف فرمائیں اور ان کا پرچار بھی کیا مگر علماء حق خوب جانتے تھے کہ ان عقائد کا واقعیت سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ان کو بعد میں کوئی اہمیت نہیں دی گئی حتی کہ صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیے گئے۔

علماء اعلام کے موجودہ طریق اصلاح پر تنقید

چند سالوں سے ملت جعفریہ کو جن جانکاہ حوادث سے دوچار ہونا پڑا ہے ان میں سے ایک حادثۂ کبریٰ اختلاف عقائد ونظریات بھی ہے جس کے حیرت انگیز اثرات نے قوم کے شیرازہ کو بکھیر دیا اور آج اس کی صورت حال اس قدر نازک ہو چکی ہے کہ اگر اس کی اصلاح کے لئے کوئی اقدام نہ کیا گیا تو یقینی طور پر ہمارا موجودہ رویہ مستقبل میں لاحق ہونے والے عظیم وجسیم خطرے کا پیش خیمہ ثابت ہوگا مگر اصلاح کے نام پر جو طریقہ آج اختیار کیا جا چکا ہے یہ انتہائی طور پر مفسدانہ اور قومی نظم ونسق کے لئے ضرر رساں ہے جس کو معمولی قرار دیتے دیتے یوں ہی نظر انداز کر دینا ایک بہت بڑی غلطی کا ارتکاب ہے۔ مختلف حلقوں کی طرف سے جن نظریات کا پرچار کیا جا رہا ہے ان میں سے صحیح نہج پر کون ہے اور غلط پر کون ! اس مسئلہ پر غور وخوض کرنے کے بعد جہاں تک ہمارے فہم کا تعلق ہے ہر طرف افراط وتفریط ہے یا بالفاظ دیگر جن الفاظ میں نظریات پیش کیے جا رہے ہیں یہ ان کے صحیح نقطۂ نظر کی عکاسی کرنے سے قاصر ہیں۔

اور ہم افسوس کے ساتھ اس ناقابل انکار حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ فریقین میں سے جن حضرات نے کتب ورسائل پیش کیے ہیں ان میں سے بعض کسی حد تک ذاتی الجھنوں کا پلندہ ہیں جو حقائق کی صحیح تصویر پیش کرنے کے بجائے مطالعہ کرنے والوں کو ذاتیات کی تاریک فضا میں بھٹکا دیتے ہیں اور صورت حال کا صحیح اندازہ نہیں لگ سکتا۔

اختلافی مسائل پر ہر نقطۂ نظر کے مؤلفین کی تالیفی معروضات کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس حقیقت پر پہنچے ہیں کہ ہر ایک کا انداز بیان نہایت ہی تلخ ودل آزار اور صورت حال کو اور زیادہ پریشان کرنے والا ہے ورنہ اہل دانش اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اندرون مذہب غیر اصولی یا اصولی اختلافی مسائل کو حل کرنے کا طریقہ نہایت ہی منصفانہ اتحاد پرور اور شیریں ہونا چاہیے تا کہ مسائل مختلف فیہ میں مؤلف کے نقطۂ نظر کی صحیح تصویر پورے پورے خدوخال کے ساتھ واضح ہو جائے۔

کتاب ھذا کی تالیف کے وجوھات

جس چیز نے ہم کو اختلافی مسائل پر قلم اٹھانے کیلئے آمادہ کیا ہے وہ خود علماء اعلام کا وہ رویہ ہے جو کسی صاحب فراست کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں اور جس چیز نے ہماری ہمت باندھی ہے وہ خود شیخ محمد حسین ڈھکو مؤلف اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ کا زریں بلکہ مفید ترین مشورہ ہے جو آپ نے رسالہ سواء السبیل ص ۵ میں پیش کیا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر مذہب میں کچھ اختلافی مسائل بھی ہوتے ہیں اور اہل رائے کو یہ حق بھی حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے اپنے نظریہ کو پیش کریں اور اس کا پرچار بھی کریں لیکن ان مسائل کو حل کرنے کا عقلی اور اخلاقی طریقہ یہی ہونا چاہیے کہ مختلف نظریات کے حامل سر جوڑ کر ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں اور پورے اخلاق اور دیانت کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان مسائل کا کوئی متفقہ حل تلاش کریں یا پھر علمی سطح پر کتب ورسائل میں اپنے مؤقف کو مدلل ومکمل طور پر احسن طریقہ سے پیش کریں۔

کتاب وسنت اور فرمائشات علماء اعلام کی روشنی میں ہم اپنی تحقیق وبساط کے مطابق ثابت شدہ نظریات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور کسی نظریہ کو اختیار کرنے یا نہ کرنے کا معاملہ قارئین کے سپرد کرتے ہیں چونکہ وہ ہر نظریہ کے دلائل اور مختلف پہلوؤں کو غور سے دیکھ کر صحیح وسقیم رائے کا بذات خود امتیاز کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔

علم اصول حدیث میں
مستند اخبار احاد کی اھمیت

ہمیں بخوبی معلوم ہے کہ ہماری پیش کردہ احادیث کو دیکھنے کے بعد بعض حضرات یہ کہہ دیں گے کہ یہ اخبار احاد ہیں یا ان کی اسناد ضعیف اور ناقابل اعتماد ہیں۔ اسی لئے ہم نے حفظ ماتقدم کے لئے اپنی پیش کردہ جملہ روایات کو نقل کرنیوالے علماء ومؤلفین اور راویوں کی حقیقت علم درایت اور جرح وتعدیل کی روشنی میں پیش کردی ہے تا کہ روایت کے وزن کو مطالعہ کرنے والا خود ہی معلوم کر سکے۔

باقی رہا یہ قول کہ اصول عقائد میں خبر واحد پر اعتماد درست نہیں ہے یہ بھی کسی حد تک ہمارے نزدیک محل نظر ہے چونکہ فخر المتکلمین علامہ حسن بن یوسف بن مطہر حلی متوفی ۷۲۶ ھ نے کتاب النہایہ میں یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ۔

أمـا الامامية والأخباريون منهم لم يعوّلوا فی أصول الدين وفروعه إلّا علی أخبـار الآحـاد الـمرويّة عن آئمتهمؑ والاصوليون منهم كأبی جعفرالطوسی وافقوا علی قبول خبرالواحد۔

علماء امامیہ اور اخباریہ نے خصوصی طور پر اصول دین اور فروع دین میں ان اخبار احاد پر اعتماد کیا ہے جو ان کے آئمہ اطہار سے منقول ہیں اور اصولیین مثلاً شیخ ابوجعفر طوسیؒ نے بھی اخبار احاد کو قبول کرنے میں اتفاق فرمایا ہے۔ علامہ حلی جیسے عظیم الشان مجتہد اعظم سے زیادہ محقق ہی کون ہو سکتا ہے جس کے قول پر اعتماد کیا جائے علامہ کا یہ نظریہ معالم اصول ص ۱۸۱ طبع ایران و ص ۱۱۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا گیا ہے۔ اسی طرح علم الہدیٰ سید مرتضی الموسوی البغدادیؒ المسائل التبابنات میں فرماتے ہیں۔

أكثرأخبارنا المروية فی كتبنا مقطوع علىٰ صحتها إمّابالتواتر وإمّابأمارة وعلامة دلّت علىٰ صحّتها أو صدق رواتها فهی موجبة للعلم و مقتضية القطع وإن وجدناها مودعة فی الكتب بسند مخصوص (معالم الاصول ص۱۸۷ طبع ایران، ص ۱۱۳ لکھنؤ، الجواهر السنية ص ۳۹۰۔)

ہماری کتب میں مندرج اکثر احادیث قطعی طور پر صحیح ہیں یا تواتر کے ساتھ یا ایسی علامت کے ساتھ جو ان کے صحیح ہونے پر دلالت کرتی ہے یا اس کے راوی کے سچے ہونے کی وجہ سے۔ پس ہر ایسی روایت موجب علم اور مقتضی قطع ہے اگر چہ وہ ہم کو اپنی کتب میں ایک مخصوص سند کے ساتھ ہی کیوں نہ ملے۔

علامہ محمد بن حسن حر عاملی متوفی ۱۱۰۴ ھ اپنی کتاب امل الآمل ص ۴ میں فرماتے ہیں تواترت الأحاديث عنهم بوجوب العمل بأخبارالثقات وبوجوب

العمل بأحاديث كتب الامامية المعتمدة . آئمہ اطہارؑ سے متواترات احادیث میں مروی ہے کہ ثقات کی احادیث اور امامیہ کی معتبر کتب میں وارد ہونے والی حدیثوں پر عمل کرنا واجب ہے اس سلسلہ میں ان تین جلیل القدر علماء اعلام کے اقوال ہماری پیش کردہ روایات کی صحت کے لئے بطور ضمانت کافی ووافی ہیں۔

جلیل القدر علماء شیعه
اور کتب شیعه کی وثاقت ودیانت

ہمارے دیانت دار محدثین عظام سے یہ توقع نہیں ہوسکتی کہ انہوں نے غلاۃ ومفوضہ کی روایات کو جمع کرکے اسباب تضلیل فراہم کیے ہوں نیز ہمارے محدثین اس سلسلہ میں بڑے محتاط واقع ہوئے ہیں۔

علامہ ابوعلی حائریؒ نے منتهى المقال فی علم الرجال ص ۱۲۶ میں فرمایا ہے كانوا يقتلون الغالى ومع عدم تمكنهم فلعنوه و طردوه وكانوا يحذ رون من مصلحته ومعاشرته

علماء محدثین اول تو غالیوں کو قتل کردیتے تھے اگر قتل نہ بھی کرسکتے تو اس پر لعنت کرتے تھے اور اس کو اپنے سے دور بھگا دیتے تھے اور اس کی مصاحبت ومعاشرت سے بہت پرہیز کرتے تھے۔

خاتم المحدثین علامہ نوری نفس الرحمن ص ۲۹ میں فرماتے ہیں المعروف من ديدن المشائخ بل جلّ المحدثين من الفرقة الناجية من هجرهم الغلاة الذين هم قسم من الكفار ليس النقل عن الغالى حقيقة والتمسك به فيما يتعلق بأمورالدين إلّا كالرواية عن أحد الكفار والزنادقة

فرقہ ناجیہ کے اکثر محدثین کا یہ وتیرہ رہا ہے کہ وہ غالیوں سے کنارہ کشی کرتے تھے جو کہ کفار کی ایک قسم ہیں اور درحقیقت دینی امور میں غالی سے روایت لینا اور اس سے تمسک کرنا ایسا ہے جیسے کسی کافر یا زندیق کی روایت سے تمسک کرنا۔

اسی طرح مولانا محمد حسین ڈھکو صاحب رقمطراز ہیں کہ علماء اعلام شكر الله سعيهم تدوین حدیث کے سلسلہ میں جس تتبع اور تفحص اور حزم واحتیاط کو عمل میں لائے اس کی نظیر نہیں ملتی جیسا کہ کتب درایۃ الحدیث اور سیر وتواریخ میں تدوین حدیث کے مفصل کوائف درج ہیں (المبلغ اگست ۶۴ء ص ۱۳) ارباب بصیرت کے لئے علماء اعلام کی مستند تالیفات کی وثاقت کے سلسلہ میں اس قدر لکھنا ہی کافی ووافی ہے۔

آئمہ اطہارؑ کے فضائل کی معرفت
کس حد تک ضروری ہے

یہ ایک قاہر وباہر حقیقت ہے کہ ان ذوات مقدسہ کی کنہ معرفت پر حاوی ہونا ہر کس وناکس کے اختیار میں نہیں ہے خود حضرات آئمہ معصومینؑ کا فرمان ہے۔

إنّ أمرنا صعب مستصعب لا يحتمله إلّاملك مقرّب أو نبى مرسل أو مؤمن إمتحن الله قلبه بالايمان (بصائر الدرجات جلد اول باب ۱۲) ہمارا امر انتہائی طور پر شدید ہے جس کو برداشت کرنے کی قوت صرف فرشتہ مقرب اور نبی مرسل اور اس مومن ہی کے ساتھ مختص ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے ساتھ آزمالیا ہو۔

جناب امیرالمومنینؑ اور جناب امام جعفر صادقؑ اور حضرت امام رضاؑ سے مروی ہے روایات متضافرہ میں وارد ہے۔

لا تجاوزوا بنا العبودية ثمّ قولوا فى فضلنا ما شئتم فلن تبلغوا۔(۱)

ہمارے رتبہ کو حدود معبودیت تک نہ لے جاؤ اور پھر ہمارے فضائل میں جو چاہو کہہ دو تم ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔

(۱) بصائر الدرجات ص۲۳۶ ص۵۰۷، بحارالانوار جلد۷ ص۲۴۸، مرآۃالانوار ص۴۶، احتجاج طبرسی ص۲۴۲، عن ميثم التمّار واسماعيل ومالك الجهنى وكامل التمّار وغيرهم من الاصحاب الاجّلاء رحمهم الله، عن الصادق والرضا وأميرالمؤمنين والحسن العسكرى وعلى آبائهم آلالف التحية والسلام۔

امام محمد باقر علیہ السلام جابر جعفیؒ سے ارشاد فرماتے ہیں۔

إذا ورد علیك یا جابر شی من أمرنا فلان له قلبك فاحمد الله وإن أنکرته فردّه إلینا أهل البیت ولا تقل کیف جاء هذا وکیف کان فإن هذ والله هوالشرك بالله العظیم (۱)

اے جابر جب تمہارے پاس ہمارے فضائل وکمالات کے متعلق کوئی حدیث پہنچے اور تمہارا دل اس کو نرمی سے مان لے تو خدا کا شکر ادا کرو اور اگر نہ مانے تو اس کے علم کو ہمارے سپرد کرو اور ایسا نہ کہو کہ یہ حدیث کیونکر اور کیسے ہو سکتی ہے ایسا کہنا بخدا اللہ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔

نیز آپ فرمایا کرتے تھے۔ حدثنی أبو جعفر بسبعین ألف حدیث لم أحدّث بها قطّ ولم أحدّث بها أحداً۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھے ستر ہزار احادیث بتلائیں جن کو میں نے آج تک کسی کے سامنے بیان نہیں کیا اور نہ کروں گا نیز ایک مرتبہ امامؑ نے ان کو اپنی احادیث کا مجموعہ دیتے ہوئے فرمایا۔

إن حدثت بشی منه فعلیك لعنتی ولعنة آبائی (رجال کشی ص ۱۲۷)

اگر تم نے اس میں سے کوئی حدیث بھی ظاہر کر دی تو تم پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی لعنت ہوگی

ان حقائق کی بنا پر علامہ خاتون آبادیؒ م ۱۱۴۰ھ مرآۃ الانوار ص ۴۲ میں فرماتے ہیں

کان الآئمة لا یظهرون سرائر حالاتهم وخفایا کمالاتهم علی کل أحد بل کانوا ینتخبون لذکرنبذ من خصائصهم بعض کمل الخواص مشترطین علیهم سترذلك عن السفلة الجهال

(۲) الرجال لابی عمر و محمد بن عبد العزیز کشی ص۱۲۸ ص ۳، رجال کشی ۱۲۷۔ جابر بن یزید جعفی متوفی ۱۲۸ھ آئمہ معصومینؑ کے جلیل القدر اصحاب میں سے تھے۔ علامہ قمی فرماتے ہیں کہ هو من جملة أسرارهم وحفظة کنوز أخبارهم۔ آپ آئمہ طاہرینؑ کے رازدان اور ان کی احادیث کے حافظ تھے امامؑ نے ان کو اپنے زمانے کا سلمان فارسی فرمایا ہے۔ سفینة البحار ج ۱ ص ۱۴٦، منتهی المقال ص ۱۹۰، بحار ج۱۱ ص ۲۲۴۔

آئمہ معصومینؑ اپنے پوشیدہ حالات اور مخفی کمالات ہر شخص پر ظاہر نہیں فرماتے تھے بلکہ اپنے بعض کامل خواص اصحاب کو منتخب کرتے تھے اور وہ بھی اسی شرط پر کہ ان احادیث کو پست ذہنیت کے لوگوں سے مخفی رکھیں نیز انہیں وجوہ کو دیکھ کر علامہ کتاب مذکور کے ص ۴٦ پر فرماتے ہیں۔

إنّ جمیع الفضائل التیّ وردت فیهم کتاباً وسنةً قلیلة بالنسبة إلیهم بعد القول بکونهم عبیدالله

ان ذوات مقدسہؑ کے جو فضائل قرآن اور احادیث میں آچکے ہیں وہ ان کی شان کو دیکھتے ہوئے بہت ہی کم ہیں جب کہ ہم ان کو اللہ کے بندے مان لیں۔

علامہ مجلسیؒ بحار ج ۷ ص ۲۴۹ **میں فرماتے ہیں** ولا ینبغی للمرء أن یکذب بما لم یحط به علماً بل لا بد أن یکون فی مقام التسلیم فمع قصورالملائکة مع علوّ شأنهم عن معرفة آدم لا یبعد عجزك عن معرفة الآئمة

انسان کو ان امور کا انکار نہیں کرنا چاہیے جن کا وہ احاطۂ علمی نہ رکھتا ہو بلکہ ضروری ہے کہ سر تسلیم خم رکھے پس جب کہ وہ بلند پایہ فرشتے جو اپنی عظمت وشان کے باوجود حضرت آدمؑ کی معرفت سے قاصر رہے تمہارا آئمہ طاہرینؑ کی معرفت سے قاصر رہنا کیا بعید ہے۔

علامہ ابو محمد حسن بن محمد دیلمیؒ ارشاد القلوب ج ۲ ص ۱ **میں جناب امیر المومنینؑ کی شان میں فرماتے ہیں۔**

لا شك أن فضائله وحاله فی الشرف والکمال لا یعرفه إلّاالله ورسوله کماقال صلی الله علیه وآله وسلم ما عرفك یاعلی حقّ معرفتك إلّاالله وأناولهذا السبب سمیّ النبی وعلی وفاطمة والحسن والحسین بالخمسة الأشباح لأنّ الناس ما یعرفون ماهیتهم وصفاتهم لجلا لة شأنهم وإرتفاع منازلهم کا لشبح الذی لا تعرف حقیقته۔

اس میں شک نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ کے فضائل اور ان کا شرف وکمال سوائے خدا اور اس کے

رسول کے کوئی نہیں جانتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یا علیؑ آپ کو (صحیح معنی میں) سوائے میرے اور خدا کے کسی نے نہ پہچانا اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین اور فاطمہ اور حسن وحسین علیہم السلام کو اشباح کہا جاتا ہے اور شبح اس چیز کو کہتے ہیں جس کی حقیقت معلوم نہ ہو۔

فاضل اجل عمدۃ الاصولیین علامہ اسماعیل نوری کفایۃ الموحدین ج ۱ ص ۲۵۰ **میں تحریر فرماتے ہیں** "مرتبہ محمد وآل محمد راکسی نہ شناختہ وآنچہ ذکرشدہ یا ذکر خواہد شد یا ذکر نمایند ہمہ خلائق از بزرگی وجلالت ایشاں قطرۂ از دریا فضائل ومناقب جلال ایشاں" محمدؐ وآل محمدؐ کے رتبہ کو کسی نے نہیں پہچانا ان کی بزرگی اور جلالت کا جو ذکر ہو چکا یا ذکر ہوگا یا جس کو تمام مخلوقات ذکر کر رہی ہیں ان کے فضائل ومناقب کے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ہے۔

آئمہ اطہار علیہم السلام کے ان مناقب کا تعلق اُن عقائد سے ہے کہ جن کی ضرورت مشروط بحصول علم ہے اور ان کی ذوات مقدسہ کے فضائل وکمالات کی معرفت بھی بقدر استطاعت ضروری ہے جیسا کہ علامہ موصوف اسی کتاب کفایۃ الموحدین ج ۱ ص ۱٤ میں فرماتے ہیں۔ "آیات واخبار کے ادلہ عمومیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ سُفراء اللہ اور خواص اولیاء اللہ کے مراتب سے لاعلمی برتنا جو کہ آسمانوں اور زمینوں پر حجت خدا ہیں اور ہدایت کے علم ہیں ان کے حق میں تقصیر ہے بلکہ ان کی محبت میں تفریط ہے بلکہ یہ ایک عظیم نقص ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان ذوات اجلاء کی معرفت کا حق حاصل کرنا تو خواص اولیاء اور تمام انبیاء ومرسلین اولی العزم اور تمام ملائکہ مقربین کی استطاعت سے بھی باہر ہے اور جو کچھ ان کے مراتب میں سے سمجھا جا چکا ہے وہ معرفت اجمالی ہے مگر جب مکلّف قادر ہو تو ان کے معرفت اجمالی سے کوتاہ نظری برتنا بھی ان کی شان میں تنقیص ہے اور جو شخص اپنے فہم کے لحاظ سے اس قدر بلند معرفت حاصل کرنے سے قاصر ہو اس کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ ان حضرات معصومینؑ کو مفترض الطاعۃ اور معصوم جانے بلکہ اس کے حق میں اسی قدر کافی ہے۔ چونکہ اس کی وسعت واستطاعت سے زیادہ تکلیف دینا تحقیق ایمان

کے متعلق ایک امر قبیح اور محال ہے اور ایسا شخص قاصر کہلائے گا نہ کہ مقصر اور ایسا شخص بھی نجات حاصل کر لے گا۔ (مأخوذ من مقامات شتیٰ) انہی حقائق کو دیکھتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں کہ موجودہ اختلافی مسائل کو "اصول دین" کے متعلق ظاہر کرنا کھلا ہوا تسامح ہے۔ باختلاف تکلیف عباد ان کے مناط درجات ایمان سے ہے جن کی تفصیل ہم آگے بیان کر رہے ہیں

علماء اعلام کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش

ہم نے اپنی کتاب میں کوشش یہی کی ہے کہ تمام شیعہ علماء اعلام کا ذکر عظمت واحترام سے کریں اگرچہ وہ کسی بھی نظریہ کے حامل ہوں۔ ہم ہرگز پسند نہیں کرتے کہ اصول کتاب وسنت سے ہٹ کر کسی کو غلط طور پر وہابی یا غالی کے ذلیل ترین لقب سے یاد کریں۔ چونکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو شخص محمد وآل محمد علیہم السلام کی محبت وولایت کا دعوے دار ہے اور اپنے آپ کو شیعہ اثنا عشریہ میں شمار کرتا ہے وہ اس لائق نہیں کہ ہم اس کو ناصبیین اور مشرکین کے گروہ میں دھکیل دیں۔ ہمارے سامنے محمدؐ وآل محمدؐ کا اسوۂ حسنہ موجود ہے۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں

كرهت لكم أن تكونوا شتّامين لعّانين تشتمون وتبرؤن ولكن لو وصفتم مساوى أعمالهم فقلتم من سيرتهم كذاوكذا ومن أعمالهم كذاوكذا كان أصوب فى القول وأبلغ فى العذر۔ (كتاب صفين ص ١١٥، نصربن مزاحم المنقرى طبع مصر۔)

مجھ کو یہ بات ناپسند ہے کہ تم لوگ (کسی پر) لعنت کرو اور سب وشتم کرو اور بیزاری ظاہر کرو۔ اگر تم کو کسی کے برے اعمال بتلانے ہوں تو یوں کہہ دیا کرو کہ ان کی سیرت ایسی ہے۔ ان کے اعمال ایسے ہیں یہ قول زیادہ قرین صواب اور عذر میں قول بلیغ ثابت ہوگا۔

اور میں اپنی قوم کے علماء اعلام کی خدمت میں بھی ادب سے گزارش کروں گا کہ برائے خدا نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں ان اختلافات کو مٹانے کی کوشش کریں۔ مابین القوم اور مذہب لکھی جانے والی کتب کا انداز تحریر نہایت ہی اتحاد پرور ہوتا کہ ہر نظر وفکر کا حامل اس کو شوق

سے پڑھے اور اپنے نظریات پر تنقیدی نگاہ سے غور کر کے حقیقت پر مطلع ہو چونکہ وقت کے تقاضوں کے مطابق ابھی تک ان کو بہت سے دیگر اہم ترین علمی مسائل کی گتھیاں سلجھانی ہیں اور دور حاضر میں ناصبیانہ افکار کی عظیم یلغار کا سد باب کرنا ہے جو ہماری قوم کے سادہ لوح افراد کے لئے درد سر بنی ہوئی ہے اور برائے خدا بکمال صدق و دیانت ان مباحث کو کسی حد تک ٹھکانے لگائیں تا کہ جلد از جلد دوسرے مراحل کو طے کرنے کی طرف توجہ مبذول ہو سکے۔ مجھے امید واثق ہے کہ بارگاہ آئمہؑ میں میرا یہ ہدیہ ناقصہ شرف قبولیت حاصل کریگا۔

ان ارید ان الاصلاح وماتوفیقی الا باللّٰہ علیه توکلت و الیه انیب

باب اول

معرفت آئمہ اطہار علیہم السلام کے مختلف مدارج کے بیان میں

آل محمد علیہم السلام
کے فضائل وکمالات کی حد وحصر
ادراک بشری سے بالا تر ہے

﴿قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربیّ لنفد البحر قبل أن تنفد کلمات ربیّ﴾(سورہ کھف)

اے رسول کہہ دیجیے کہ اگر میرے رب کے کلمات کے لئے سمندر سیاہی بن جائیں تو سمندر ختم ہو جائیں گے قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں۔

نیز سورۂ لقمان میں ارشاد رب العزت ہوتا ہے۔

ولوأنّ ما فی الأرض من شجرة أقلام والبحر یمدّ من بعده سبعة أبحر ما نفدت کلمات اللّٰه ۔

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلم بن جائیں اور سمندر کی مدد کے لئے سات سمندر مل جائیں تو میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں گے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر حضرت امام رضاؑ سے مروی ہے۔نحن الکلمات التی لا تدرك فضائلنا ولا تستقصی ہم اللہ کے وہ کلمات ہیں جن کے فضائل کا نہ ادراک ہوسکتا ہے اور نہ شمار(۱)۔اور ابن شعبہ حرانی "تحف العقول میں امام علی نقیؑ سے روایت کرتے ہیں نحن کلمات اللّٰه التی لا تنفد ولاتدرك فضائلنا ہم ہی اللہ کے وہ کلمات ہیں کہ ہمارے فضائل نہ ختم ہوسکتے ہیں اور نہ سمجھے جاسکتے ہیں۔(اسی طرح تفسیر برھان ج ٤ ص ٨٢٣ اوراحتجاج طبرسی ص ٢٥٢ میں بھی مروی ہے)

(۱) ملاحظہ ہو مرآۃ الانوار ص ١٩٥،تفسیر برھان ص ٩٧٧ و ص ٨٢٣،بحارالانوار ج ٧ ص ١٢٦، نیز حیاۃ القلوب ج٣ ص٢٠٨۔

مؤفق خوارزمی کتاب المناقب میں ابن عباس اور حضرت عمر وغیرہ سے روایت ہے لو أن الأشجار أقلام والبحر مداد والجن حساب والأنس کتاب ما أحصوا فضائل علی ابن أبی طالب (کذا فی ینابیع المودة ص ١٠٠،٢٤٨، وحیات القلوب جلد٣ ص٢٠٨۔) اگر درخت قلم بن جائیں سمندر سیاہی بن جائیں جن حساب کرنے والے اور انسان لکھنے والے ہو جائیں تو علیؑ کے فضائل ختم نہیں ہو سکتے۔

اہل سنت کے ایک مشہور عالم ابن ابی حدید نے کیا خوب فرمایا ہے۔

فلو أن ماء الأبحر السبعة التی ۔۔۔ خلقن مداد والسموات کاغذ

وأشجار خلق اللّٰه أقلام کاتب ۔۔۔ إذا الخطّ أفناهنّ عادت عوائد

وکان جیمع الانس والجن کتبا ۔۔۔ إذا کلّ منهم واحد قام واحد

وخطّوا جمیعا منقباً بعد منقب ۔۔۔ لما خطّ من تلك المناقب واحد

مؤلف انوار ارشاد الامۃ نے ان اشعار کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا ہے(کما فی حاشیة احقاق الحق ج٤ ص ٣٩١ طبع قم)

اگر سات سمندر سیاہی اور آسمان کاغذ بن جائیں اور تمام درخت کاتب کے قلم بن جائیں اور جب یہ تمام آسمان کے برابر کاغذ ختم ہو جائیں اور نئے کاغذ آ جائیں تمام انسان اور جن مل کر لکھتے جائیں اور ایک تھک جائے اور دوسرا کھڑا ہو جائے اسی طرح اگر تمام کے تمام بنی نوع انس وجن ایک ایک فضیلت لکھتے جائیں تب بھی علیؑ کے مناقب میں سے ایک منقبت بھی تحریر نہیں ہو سکتی۔

جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں۔

والذی فلق الحبة وبرء النسمة لو أحببت أن أری الناس ما علمنی رسول اللّٰه من الآیات والعجائب لکانوا یرجعون کفارا۔(بحارالانوار ج٩ ص٥٦٥،کذا فی ینابیع المودة ص ٤٠٣)۔

قسم ہے اس پروردگار کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا اگر میں چاہوں کہ لوگوں کو وہ

آیات وعجائب دکھاؤں جو مجھ کو رسول اللہ نے بتلائے ہیں تو یہ لوگ کفر کی طرف پلٹ جائیں گے۔

عن أبي جعفر قال قال أصحاب عليّ لوأريتنا ماتطمئن إليه مما أنهى إليك رسول الله قال لورأيتم عجيبة من عجائبي لكفرتم وقلتم ساحر كذاب وكاهن قال علم العالم شديد و لا يحتمله إلّامومن إمتحن الله قلبه بالإيمان۔(الخرائج ص ٢٥٤ ،مدينةالمعاجزص ٨٤، بحارالانوار ج٩ ص ٥٧١)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جناب امیرالمومنینؑ کے اصحاب نے عرض کی مولا کاش آپ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے کمالات میں سے کچھ دکھاتے آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کمالات میں سے تم کو ایک کمال بھی دکھادوں تو تم کہہ دوگے کہ تو جادوگر کذاب اور کاہن ہے۔(معاذاللہ)علم آل محمد علیہم السلام کا علم اتنا شدید ہے کہ کوئی شخص اس کی تاب نہیں لاسکتا ماسوا اس کے کہ ایسا مومن ہو کہ اللہ نے اس کے دل کی آزمائش کی ہو۔ایک مقام پر امام الانس والجان فرماتے ہیں۔ **إن كلامي صعب مستصعب لا يعقله إلّاالعالمون**۔
(بحارالانوارج٩ص٦٢٤)

میرا کلام بہت شدید ہے جس کو سوائے اہل علم (من اللہ) کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

امام رضاؑ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔**هيهات هيهات ضلّت العقول وتاهت الحلوم وحارت الالباب وحسرت العيون و تصاغرت العظماء و تحيّرت الحكماء وجهلت الالباء وكلت الشعراء وعجزت الادباء وعيت العلماء عن شأن من شأنه أو فضيلة من فضائله** ۔ (اصول كافي ج ص ٢٠١ط جديد، عيون اخبار الرضا ص١٢٢، تفسير البرهان ص ٧٩٧ ج٤ ،احتجاج طبرسي ص٢٣٨،بحار الانوار جلد ٧ ص ٢١١ ،ينابيع المودةص ٤٧٨)۔

ہرگز ہرگز ناممکن ہے امامؑ کے فضائل میں سے ایک ایک فضیلت اور اسکے مراتب میں سے ایک ایک مرتبہ سمجھنے اور بیان کرنے سے عقلیں حیران افہام سرگردان دانایان پریشان ہیں نظریں تھک

کر چکنا چور صاحبان عظمت فلسفۂ امامت سمجھنے سے معذور حکماء اسی عظیم الشان رتبہ کا ادارک کرنے سے مجبور ہو گئے بڑے بڑے صاحبان علم کوتاہی کا اقرار کر گئے بڑے بڑے آتش بیان خطیب اس بلند پایہ موضوع پر بولنے سے انکار کر گئے بڑے بڑے خداوندان سخن شعراء کی زبانیں بند ہو گئیں اور اہل ادب عاجز آ گئے مگر رتبۂ امامت کی شان اور ایک صفت بھی سمجھ میں نہ آسکی۔جب مرتبۂ امامت اتنا عظیم الشان ہے اور اتنا دقیق ہے کہ سوائے خدا اور اس کے رسول کے اس حقیقت کی کسی کو سمجھ نہیں آسکتی تو رتبۂ عظمیٰ کے مناقب وفضائل کی حدود متعین کرنا کس کے بس کا روگ ہے؟

ایک شخص امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ مجھ کو اپنے ان فضائل سے آگاہ کریں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں آپ نے فرمایا تم ان کو برداشت نہیں کر سکو گے اس نے کہا کہ برداشت کرلوں گا آپؑ نے جب اس کو اپنے فضائل کی ایک حدیث سنائی تو اس کا سر سفید ہو گیا اور اس کو حدیث بھول گئی آپ نے فرمایا اسے رحمت ایزدی نے ڈھانپ لیا ہے۔ (مقدمة مرآةالانوار و مشكوةالاسرار ص٤٢ ،مدينة المعاجز ص٢٤٦ بحارج٧ص ٢٧٢)

اسی وجہ سے آئمہ اطہار علیہم السلام نے فرمایا۔

إنّ علمنا صعب مستصعب لا يحتمله إلّاملك مقرب أو نبي مرسل أو مومن إمتحن الله قلبه بالايمان (بصائر الدرجات جلد١ باب ١١،بحارالانوار ج١ص ١٧١)

یقیناً ہمارا علم نہایت دشوار اور شدید ہے جس کو برداشت کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے اس کی قوت برداشت صرف نبی مرسل یا فرشتۂ مقرب یا مومن آزمودۂ ایمان ہی کو عطا کی گئی ہے۔

معانی الاخبار ص٥٨وص١١٥، مناقب ابن شهر آشوب جلد ٥ ص١٦ میں صادق آل محمدؑ سے منقول ہے **إن حديثنا صعب مستصعب لا يحتمله إلّاملك مقرب أو نبي مرسل أو عبد إمتحن الله قلبه بالإيمان**۔

ہماری حدیث نہایت ہی مشکل ہے جس کو فقط نبی مرسل اور ملک مقرب اور وہ صاحب ایمان برداشت کرتا ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے ساتھ آزمالیا ہو۔

فرمان معصوم کو تسلیم کرنا واجب ہے

تفسیر برھان ص۱۲۴۶ بحوالہ بصائر الدرجات میں **سعد بن عبداللہ قمی متوفی** ۳۰۱ھ مروی ہے۔

عن سدیر قال قلت لأبی جعفرؑ انی ترکت موالیك مختلفین یبرء بعضهم من بعض فقال ما أنت وذاك إنّما كلّف الناس معرفة الآئمة والتسليم لهم فيما ورد عليهم والردّ إليهم فيما إختلفوا۔

سدیر کہتے ہیں کہ میں نے امام باقرؑ کی خدمت میں عرض کی کہ اے مولا میں دیکھ کر آیا ہوں کہ آپ کے ماننے والے ایک دوسرے سے بیزار ہو رہے تھے اور آپس میں اختلاف کر رہے تھے معصومؑ نے جواب دیا کہ تمہارا اس سے کیا واسطہ لوگوں کو صرف اسی کا مکلّف قرار دیا گیا ہے کہ آئمہؑ کی معرفت رکھیں اور جو اقوال آئمہ ان تک پہنچیں ان کو تسلیم کریں اور جہاں اختلاف ہو اس کو آئمہ کے سپرد کریں۔

اسماعیل بن مہران امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں۔

ما علی أحدکم إذا بلغه عنّا حديث لم يعط معرفته أن يقول القول قولهم فيكون قد آمن بسرّنا وعلانيتنا۔ تم میں سے کسی ایک کے پاس ہمارا ایسا فرمان پہنچے جس کو وہ سمجھ نہ سکتا ہو تو اس کو کیا چیز مانع ہے کہ کہہ دے کہ آل محمد علیہم السلام کا قول ہی درحقیقت (سچا) قول ہے (اور انکار نہ کرے) پس ایسا شخص ہی وہ مومن ہے جو ہمارے ظاہر و باطن پر ایمان لایا۔

مختصر بصائر درجات ص۹۳ تالیف علامة شیخ حسن بن سلیمان حلی متوفی ۸۰۲ھ تفسیر برھان ۱۲۴۶، بحار ج ۷ ص۲۶۹، مرآة الانوار ص ۴۳ میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے

من سرّه أن يستكمل الايمان فليقل القول منى فى جميع الأشياء قول آل محمد فيما أسرّوا و ما أعلنوا۔

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کا ایمان کامل ہو پس اس کو چاہیے کہ یہ کہے کہ میرا قول تمام اشیاء کے متعلق وہی قول ہے جو آل محمدؐ کا ہے۔ چاہے انہوں نے اظہار فرمایا ہو یا نہ فرمایا ہو۔

فرامین آل محمد علیہم السلام کی تردید کرنے کی ممانعت

مندرجہ بالا احادیث واقوال معصومینؑ سے واضح ہو گیا ہے کہ انسان کو اپنی ناسمجھی کی بنا پر ان کے اقوال کی تردید اس وقت تک نہیں کرنی چاہیے جب تک ان کے موضوع ہونے پر قطع حاصل نہ ہو جائے چنانچہ بعض احادیث معتبرہ میں تردید کرنے والوں کو کفر و شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔

تفسیر برھان ص۱۲۴۶، رجال کشی ص۲۸۴، بحارالانوار ج۱ ص۱۷۱، بصائر الدرجات باب ۱۰ ص ۲۶ و روضة الکافی ص۶۵ میں **علی بن سوید سائی سے مروی ہے کہ امام رضاؑ نے ان کی طرف لکھا**

لا تقل لما يبلغك عنّا أو ينسب إلينا هذا باطل فإنّك لا تدرى لما قلنا وعلى أىّ وجه صفناه۔ اگر تمہارے پاس ہماری یا ہمارے نام سے منسوب حدیث پہنچے تو یوں نہ کہا کرو کہ یہ باطل ہے تم کو نہیں معلوم کہ ہم نے ایسا کیوں کہا اور کس طرح بیان کیا ہے۔

نیز رجال کشی ص۱۲۸ میں **جابر سے منقول ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا**۔ إذا ورد عليك ياجابر شي من أمرنا فلان له قلبك فاحمد الله وإن أنكرته فردّه إلينا أهل البيت ولا تقل كيف جاء هذا وكيف كان هذا فإن هذا والله الشرك بالله ۔ اے جابر ہمارے کمالات کے متعلق کچھ احادیث تم تک پہنچیں اور تمہارا دل نرمی سے ان کو مان لے تو خدا کا شکر ادا کرو اور اگر طبیعت پر گراں گزرے تو اس کو ہم آئمہ اہل بیت کی طرف پلٹا دو اور یوں نہ کہو یہ کیسے آگیا اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے بخدا ایسا کہنا اللہ کے ساتھ شرک

کرنا ہے۔

ایک روایت میں ہے ھو الکفر باللّٰہ العظیم ایسا کہنا کہ خداوند کریم کے ساتھ کفر کرنا ہے

(بحار الانوار اول ص ۱۳۰)

بصائرالدرجات ج۱ باب ۲۲ **میں حضرت امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ** لا تکذبوا بحدیث أتاکم من أحد لا تدرون لعّله من الحق فتکذبو اللّٰه فوق عرشه **اگر تمہارے پاس کسی سے ہماری کوئی حدیث پہنچے تو اس کو تکذیب نہ کرو تم نہیں جانتے ممکن ہے کہ وہ حق ہو پس تم ایسا کر کے خداوند متعال کی تکذیب کر بیٹھو۔**

منتخب البصائر حسن بن سلیمان حلی ۱۰٦ ص۱۲۳، بحارالانوار جلد ۷ ص۲٦۹، مرآۃ الانوار ص ٤۳، بصائرالدرجات جلداول باب ۱۱ و۱۲، صافی شرح اصول کافی ج ٤، مرآۃ العقول ص ۳۷۰ **میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا۔** إنّ حدیث آل محمد صعب مستصعب لایؤمن به إلّاملك مقرّب أو نبی مرسل أو عبد إمتحن اللّٰه قلبه بالإیمان فما ورد علیکم من حدیث آل محمد فلانت له قلوبکم وعرفتموه فاقبلوه وما إشمأزت له قلوبکم فردّوه إلیٰ اللّٰه وإلیٰ الرسول وإلیٰ العالم من آل محمد وإنّما الهالك من یحدث أحدکم بالحدیث أو بشی لا یحتمله فیقول واللّٰه ماکان هذا والانکار لفضائلهم هو الکفر

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آل محمدؐ کی حدیث نہایت ہی دشوار ترین مرحلہ ہے جس پر ایمان لانا فرشتۂ مقرب اور نبی مرسل اور مومن توفیق یافتہ ہی کا کام ہے جب تم کو آل محمدؐ کی کوئی حدیث ملے اور تمہارے دل اس کے لئے نرم ہو جائیں اور تم اس کو سمجھ جاؤ تو قبول کر لو اور جس حدیث سے تمہارے دل نفرت محسوس کریں تو اس کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالم آل محمدؐ کی طرف پھیر دو یا درکھو کہ وہ شخص ہلاک ہونے والا ہے کہ جس کو ہماری کوئی حدیث پہنچے اور وہ اس کو برداشت نہ کر سکے اور یہ کہے کہ خدا کی قسم یہ غلط ہے

اور آل محمدؐ کے فضائل کا انکار کرنا کفر ہے۔ (بصائر الدرجات ج ۱ باب ۱۱، ۱۲ میں اس حدیث کے ۲۸ شواھد منقول ھیں، بحار الانوار ج۱ ص ۱۸۱)

بصائرالدرجات ج۱ باب ۲۳ میں بسند صحیح امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

إنّ أسوا أصحابی عندی حالاً إذا سمع الحدیث ینسب إلینا ویروی عنّا فلم یحتمله قلبه وإشمأز منه و جحده وکفر من دان به هولا یدری لعّل الحدیث خرج من عندنا وإلینا أُسند فیکون بذلك خارجاً عن ولایتنا۔ مقدمة تفسیر مرآة الانوار ص٤۳، بحار الانوار ج۷ ص۲٦۹ وجلد اول ص ۱۷۱ باب حدیث صعب مستصعب)

میرے اصحاب میں بدترین حال والا وہ شخص ہے کہ جب ہماری طرف منسوب ہونے والی اور ہم سے مروی ہونیوالی حدیث کو سنے اور اس کا دل اس کو برداشت نہ کر سکے اور نفرت کرے اور وہ اس کا انکار کر دے اور اس حدیث کو ماننے پر کفر کا الزام لگا دے حالانکہ اس کو علم نہیں کہ شاید ہم سے صادر ہوئی ہو اور ہماری ہی طرف سند ہو پس وہ اس فعل بد کی وجہ سے ہماری ولایت سے دور پھینک دیا جائے گا۔

امام محمد باقر علیہ السلام ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں۔

لا تردّوا کل ماورد علیکم منّا فإنّا أکبر وأعظم وأجل و أرفع من جمیع مایرد علیکم منّا ما فهمتموه فاحمدوا للّٰه علیه وما جهلتموه فوکّلوا أمره إلینا وقولوا آئمتنا أعلم بما قا لوا۔ (عیون المعجزات(سید مرتضیؒ)مدینة المعاجزص ۳۲۱، بحار الانوار ص۲۷۷ ج۷)

ہمارے متعلق جو احادیث تم تک پہنچیں تم ان کی تکذیب نہ کرو کیوں کہ تمہارے پاس پہنچنے والی احادیث فضائل سے ہمارے فضائل وکمالات کہیں بالاتر عظیم الشان اور اعلی وارفع ہیں جو تم کو سمجھ میں آجائے تو اس پر حمد خدا بجالاؤ اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کو ہماری طرف لوٹا دو اور یہ کہو کہ آئمہ

اظہار اپنے فرامین سے زیادہ واقف ہیں۔

نیز علامہ دیلمیؒ ارشاد القلوب جلد ۲ ص ۲۱٤ **میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں**

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بعض اصحاب کی طرف ایک خط میں لکھا۔

من سرّه أن يلقى الله وهو مومن حقاً حقاً فليتوال الله ورسوله والذين آمنوا وليتبرّء إلىٰ الله من أعدائهم و يسلم لما إنتهىٰ إليه من فضلهم لأنّ فضلهم لا يبلغه ملك مقرّب ولا نبى مرسل ولا مومن دون ذلك واعلموا أن أحداً من خلق الله لم يصب رضا الله إلّا بطاعته وطاعة رسوله وطاعة ولاّة الأمر من آل محمد صلوٰة الله و سلامه عليه وعليهم أجميعن ومعصيتهم معصية الله ولم ينكر لهم فضلاً عظم أو صغر

جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ اللہ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے جب کہ وہ مومن حقیقی ہو تو اس کو چاہیے کہ اللہ، رسول اور مومنین (یعنی آئمہ اطہار) سے دوستی رکھے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کرے اور ان کے جو فضائل و کمالات اس تک پہنچیں ان کو تسلیم کرے چونکہ ان کے فضائل تک کسی نبی مرسل یا کسی مقرب فرشتے یا کسی مومن کی رسائی نہیں ہو سکتی اور یاد رکھو کہ کوئی شخص بھی اللہ کی رضا حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اللہ اور اس کے رسول اور آئمہ طاہرینؑ کی اطاعت نہ کرے اور یہ جان لے کہ ان حضرات مقربین کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے اور ان کی کسی چھوٹی یا بڑی فضیلت کا انکار نہ کرے۔

ان احادیث معتبرہ اور متضافرہ کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ آئمہ طاہرینؑ کے فضائل و کمالات تک رسائی حاصل کرنا کسی عامۃ البشر تو درکنار انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین کی استطاعت سے باہر ہے۔ پس ہم ناقص العقل لوگ جو کہ نہ مومن ممتحن القلب ہیں نہ نبی مرسل اور نہ ملک مقرّب ہیں ان ذوات مقدسہ کے فضائل کا ادراک کیونکر کر سکتے ہیں۔

احادیث مذکورہ کے متعلق چند علماء اعلام کا توضیحی بیان حقیقت ترجمان

علامہ محمد صالح طبرسی مازندرانی (متوفی ۱۰۸٦ھ)

حدیث ''صعب مستصعب'' کی توضیح میں تحریر فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ آئمہ اطہارؑ کی احادیث ان کی شرافت ذات اور نورانیت و کمالات اخلاق کاملہ اور ان کے عقول طیبہ کی روشنیوں کی بدولت اور امور غریبہ و اسرار الٰہیہ و اخبار ملکوتیہ و آثار لاہوتیہ و اطوار ناسوتیہ اور احکام غریبہ اور احوال عجیبہ کی وجہ سے فی نفسہ مخلوق پر دشوار ترین ہیں جن پر ایمان لانا فرشتۂ مقرب و نبی مرسل اور اس مومن کے بس کی بات ہے کہ اللہ نے جس کے دل کو آزما لیا ہو اور اس کو آزمائش کے لئے عقلی و نقلی تکالیف میں مبتلا کر کے علمی، خلقی، نفسی کمالات و فضائل کے ساتھ آراستہ کیا ہو اور وہ مومن ان کے مبادی کمالات کا ادراک کرتا ہو۔ نیز ان کے فضائل اور کارہائے عجیبہ قول و فعل و امر و نہی و اخبار کا انکار کرتے ہوئے تکذیب نہ کرتا ہو چونکہ آئمہ اطہارؑ کی احادیث بھی قرآن کی مانند ظاہر و باطن محکم و متشابہ اور مجمل اور مفسر ہونے کی وجہ سے عقول عامہ سے بلند تر ہیں جو ان کو کذب کی طرف نسبت دے گا گویا کہ اس نے یقینی طور پر خدائے بزرگ و برتر کے کفر کیا۔
(ملخصاً من شرح اصول الکافی)

علامہ مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ.

آپ رسالۂ سیر و سلوک میں فرماتے ہیں۔

ولك أن تكون فى مقام التسليم فى كل ما وصل إليك من أخبارهم فإن أدركه فهمك ووصل إليه عقلك تؤمن به تفصيلاً وإلّا تؤمن به إجمالاً وتردّ علمه إليهم وإيّاك أن تردّ شيئاً من أخبارهم لضعف عقلك ولعّله يكون منهم ورددته بسوء فهمك فكذبت الله فوق عرشه.

اے برادر ایمانی آئمہ اطہارؑ کے کلام میں سے جو تجھ کو ملے اگر تیری عقل اس کو سمجھ لے تو اس پر تفصیلی

طور پرایمان لے آ۔اگر سمجھ میں نہ آئے تو اجمالی طور پر مان لے اور اس کا علم آئمہؑ کے سپرد کردے۔ خبردار کہیں اپنی کم عقلی کی وجہ سے ان کے کلام کی تکذیب نہ کر دینا شاید کہ حدیث صحیح ہو اور تم اس کی تکذیب کرکے خداوند عالم کو جھٹلا دو۔نیز بحار الانوار ج۷ ص ۲٦٤ میں فرماتے ہیں

فلا بدّ للمؤمن المتدّين أن لا يبادر بردّ ماورد عنهم من فضائلهم ومعجزاتهم ومعالى أمورهم إلّا إذا ثبت خلا فه بضرورة الدين أو بقواطع البراهين أو بالآيات المحكمات أو بالأخبار المتواترة۔الخ۔

دین دار مومن کے لئے ضروری ہے کہ آئمہؑ کے فضائل ومعجزات اوران کے بلند مراتب کی تردید میں جلد بازی سے کام نہ لے جب تک آیات محکمات اور دلائل قاطعہ اور اخبار صحیحہ سے ان کی عدم صحت پر یقین کامل حاصل نہ ہوجائے اسی طرح ۲۴۹ میں فرماتے ہیں

لاينبغى أن يكذب المرء بما لم يحط به علمه لابدأن يكون فى مقا م التسليم فمع قصور الملائكة عن معرفة آدم لا يبعد عجزك عن معرفة الائمةؑ۔

انسان کے لئے ہرگز یہ روانہیں ہے کہ ایسے امور کی تکذیب کرے جن کا احاطۂ علمی نہ رکھتا ہو بلکہ ان امور میں سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے جب کہ فرشتے بھی آدمؑ کی معرفت سے قاصر رہے تو تمہارا معرفت آئمہ معصومینؑ سے قاصر ہونا کیا بعید ہے۔

معرفت محمد وآل محمدعلیهم السلام میں اختلاف آراء کے اسباب

بمقتضائے حدیث مشہور الناس معادن كمعادن الذهب والفضّة لوگوں کے عقول وافہام یکساں نہیں ہوتے ہر شخص اپنی فہم وفکر کے اعتبار سے ہر معاملہ میں اپنی مخصوص رائے کا مالک ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ انبیاء کو قدرت کی طرف سے یہی حکم ہوا کہ وہ لوگوں کی عقلوں کے مطابق ان سے کلام کریں۔اس سلسلہ میں بحار الانوار جلد اول ص ۳٤ میں مکمل باب اس عنوان سے قائم ہے۔إنّ الأنبياء يكلّمون الناس على قدرعقولهم ۔اوراسی وجہ سے ثواب کو بھی مقدار پر مقرر کیا گیا ہے جیسا کہ اصول کافی کتاب العقل اور بحار جلد اول میں متعدد احادیث معتبرہ سے ثابت ہے۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس میں مزید دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں مقتضائے بحث یہ ہے کہ محمد وآل محمدؑ کی معرفت میں شروع سے علماء شیعہ کے نظریات میں اختلاف چلا آرہا ہے۔قم جو کہ قرون وسطی میں ملت جعفریہ کا مشہور مرکزی گہوارۂ علم تھا وہاں پر علماء ومجتہدین کے باہمی اختلافات قائم رہے چنانچہ شیخ مفیدؒ متوفی ٤١٢ ھ اپنی تالیف منیف شرح عقائد صدوق (مطبوعة مع اوائل المقالات ص ۲۱۸)طبع قم میں فرماتے ہیں۔

قد وجدنا جماعة وردوا إلينا من قم يقّصرون تقصيراً ظاهراً فى الدين و ينزّلون الآئمة عن مراتبهم و يزعمون أنّهم كا نوا لا يعرفون كثيرا من الأحكام الدينية حتى ينكت فى قلوبهم ورأينا من يقول أنّهم ملتجئون فى حكم الشريعة إلٰى الرأى والظنّ و يدعون مع ذلك أنّهم من العلماء ۔

ہمارے ہاں علمائے قم کی ایک جماعت وارد ہوئی تھی جو کہ دین میں کھلم کھلا کوتاہی کرتے تھے اور آئمہ طاہرینؑ کو ان کے منازل ومراتب سے پست کرتے تھے اوران کا یہ خیال تھا کہ ان ذوات مطہرہ کو بہت سے احکام شرعی کا علم نہیں ہوتا جب تک اللہ ان کے دلوں میں نہ ڈالے اور بعض

مدعیان علم کو ہم نے یہ کہتے ہوئے بھی سنا ہے کہ آئمہ طاہرینؑ احکام شرعی میں ظن ورائے سے کام لیتے تھے۔

علامہ مرزا ابوالحسن الشریف الخاتون آبادی متوفی ۱۱٤۰ھ۔

آپ اپنی بیش بہا تالیف مرآۃ الانوار ومشکوۃ الاسرار ص ٤۲ میں ان ہی فرسودہ آراء کا ذکر کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں

ومنهم من أنكر صدور المعجزة عنهم عليهم السلام ونفى سماعهم كلام الملائكة ومنهم من أنكر تفضيلهم على غير النبي من سائر الانبياء و كذا الملا ئكة وقال بعضهم بتفضيل جبريل وميكائيل وأُولي العزم من النبيينؑ بل قال بعضهم بتفضيل سائر الانبياء وقال بعضهم من الغلو نفى السهو عنهم أوالقول بأنّهم يعلمون ما كان ومايكون إلىٰ غير ذلك من الآراء الفاسدة والخيالات الكاسدة الناشئة من قصور علمهم عن معرفة الآئمة وعجزهم عن إدراك وغرائب أحوالهم وعجائب شؤونهم۔

بعض علمائے شیعہ نے آئمہ معصومینؑ سے معجزہ کے صادر ہونے کا انکار کر دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ ذوات مقدسہ ملائکہ کی بات بھی نہیں سن سکتے اور بعض نے ان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام انبیاء اور تمام ملائکہ سے افضل ہونے سے بھی انکار کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جبرائیل ومیکائیل اور اولوالعزم انبیاء بھی آئمہ طاہرین سے افضل ہیں اور بعض نے تمام انبیاء کو ان سے برتر قرار دیا اور بعض نے کہا کہ ان حضرات عظام سے سہو ونسیان کی نفی غلو ہے اور یہ کہنا بھی غلو ہے کہ وہ علم ما کان وما یکون رکھتے تھے اور اس قسم کی دیگر فاسد آراء اور غلط نظریات محض اس لئے پیدا ہوئے کہ یہ علماء آئمہ طاہرین علیہم السلام کی معرفت سے قاصر تھے اور ان کے عجائب شؤون اور غرائب احوال کو سمجھنے سے عاجز تھے۔

بنو نوبخت کے علماء ان نظریات میں پیش پیش رہے ہیں اور انہوں نے اکثر ایسی روایات کو موضوع قرار دیا جو آئمہ طاہرینؑ کے خصائص پر مشتمل تھیں اور ایسے ثقات راویوں کو

صرف اس لئے غالی کاذب اور زندیق کہہ دیا کہ انہوں نے ذوات مقدسہ کے بعض غرائب صفات اور عجائب معجزات کی روایات نقل کیں حتیٰ کہ اکثر جلیل القدر رواۃ پر غلو کا الزام محض اسی لئے تھونپا گیا کہ انہوں نے آئمہ طاہرینؑ کے جلیل القدر مناقب ومراتب کی روایات نقل کی ہیں جن کو ثقات علماء نے اعتقاد رکھتے ہوئے اپنی کتب معتبرہ میں درج فرمایا ہے اور غور کیا جائے تو ان سے ذرا بھر غلو مترشح نہیں ہوتا (مرآۃ الانوار ص ٤۲، الانوار النعمانیۃ ص ۳٦۷)

علامہ خاتون آبادی ان عقائد فاسدہ کے علل واسباب پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ آئمہ اطہارؑ کے قریب العصر قدماء علماء میں عموماً تقصیر اسی لئے پائی جاتی ہے کہ ان کا معاشرہ اکثر علماء مخالفین کے ساتھ رہا جن کا نظریہ مسئلہ امامت میں صرف یہی ہے کہ جس شخص کی بیعت ہو جائے امارت اور ریاست عامہ اس کے لئے روا ہے اگرچہ وہ علم وعمل اور شرافت نسب سے عاری و عاطل ہو۔ یہ علماء شیعہ اوصیاء معصومین کی معرفت اسی قدر ہی رکھتے تھے کہ ذوات مقدسہ خطا اور گناہوں سے منزہ ہیں اور کافی علم رکھتے ہیں اور کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت دار ہیں وہ اسی عقیدہ پر اکتفاء کرتے ہوئے دیگر لوازم امامت کی تفتیش کو ضروری نہیں سمجھتے تھے کہ رتبۂ امامت تالی نبوت ہے اور آئمہ اطہارؑ کو اللہ نے غرائب احوال اور عجائب فضائل سے نوازا ہے اور فضائل میں وہ اپنے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح تمام مخلوقات بلکہ تمام انبیاء ومرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں اگر ان کی نظر سے اپنے نظریہ کے خلاف کوئی روایات گزر جاتیں تو یا تاویل بعید کر دیتے یا راوی کو جھوٹا کہہ دیتے تھے اور بعض ان روایات کے مفاد کو حد غلو اور الحاد فی الدین تک متجاوز کر دیتے تھے چونکہ ان کو علم ہی نہ تھا کہ یہ استبعاد وہ خود اس معبود حقیقی کی نسبت سے کر رہے ہیں جس کے لطف وکرم کا تقاضا ہے کہ اپنے مقربین کو کمالات نبیلہ اور فضائل جلیلہ سے متفضل قرار دے جن سے ساری مخلوق عاجز ہے۔ (مرآۃ الأنوار)

یہ حقیقت ہے کہ آئمہ طاہرینؑ نے بھی اپنے اصحاب امجاد کی ذہنی صلاحیتوں کو دیکھ کر ان کو اپنے اسرار جلیلہ سے مطلع فرمایا اور امام نے فرمایا۔ جابر بن یزید الجعفی متوفی ۱۲۸ھ (۱) جن

کے متعلق منتهی المقال ص ۱۹۰ وغیرہ میں مروی ہے کہ آئمہ طاہرینؑ نے ان کو سلمان فارسی کا ہم پلہ قرار دیا فرماتے ہیں۔

حد ثنی أبو جعفرؑ خمسین ألف حدیث ماحدثت بها أحداً وقالؑ إن حدثث بهـا أحـداً فـعـلیك لـعـنتی ولـعـنة آبـائی إلیٰ یوم القیـامة (الرجـال كشی ص۱۲۷ مرآة الانوار ص۴۲، اعیان الشیعة ج۱)

امام باقرؑ نے مجھ کو پچاس ہزار احادیث سے مطلع فرمایا ہے جن کو میں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کیا اور امامؑ نے فرمایا اگر تم نے ان کو ظاہر کر دیا تو تم پر میری اور میرے آباؤ اجداد کی قیامت تک لعنت ہوگی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جابر اہل بیت عصمتؑ کے ان عظیم الشان اسرار کو سینے میں لئے ہوئے خاک میں پیوند ہو گئے اور کسی کو نہ بتلا سکے بلکہ بعض اوقات وہ ان عظیم وجلیل اسرار کی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے امام محمد باقرؑ سے کہہ دیا کرتے تھے۔

جعلتُ فداك قد حملتنی وقراً عظیماً بما حدثتنی به من سرّكم الذی لا أحدث به أحداً فربّما جاش فی صدری حتی یاخذنی شبه الجنون (رجال كشی ص۱۲۸)

میں آپ پر قربان جاؤں آپ نے اپنے مخفی راز دے کر مجھ کو بہت سا بوجھ اٹھوا دیا ہے جن کو میں نے آج تک ظاہر نہیں کیا بسا اوقات میرے سینہ میں جوش اُٹھتا ہے حتیٰ کہ مجھ پر جنون سا طاری ہو جاتا ہے۔

مگر جناب زرارہ بن اعین شیبانی جن کو معصومین علیہم السلام نے الامین علیٰ حلال اللّٰه و حرامه کا لقب عطا فرمایا ہے (رجال كشی ص۹۱) آئمہ طاہرینؑ کے اسرار کو برداشت نہ کر سکے۔

---

(۱) اہلسنت کے مشہور رجالی ذہبی نے تهذیب جلد۸ ص ۴۰۱ میں اس جلیل القدر صحابی کے حالات میں لکھتے ہیں کان جابر من أوثق الناس و قیل إنّه کان یؤمن بالرجعة جابر معتبر ترین محدث میں سے تھے مگر بعض کا قول ہے کہ وہ مسئلہ رجعت کے قائل تھے۔ ابن ترجمہ دیوری م۲۷۶ھ نے المعارف ص ۲۱۱ پر لکھا ہے کہ جابر رجعت کے قائل تھے۔

بصائر الدرجات ص ٦٤ میں مروی ہے کہ زرارہ کہتے ہیں۔

دخلت علیٰ أبی جعفر فسأ لنی ماعند ك من احادیث الشیعة قلت أن عندی منها شیئاً كثیراً قد هممت أن أوقد لها ناراً ثم أحرقها قال ولم هات ما انكرت منها فخطر علیٰ بالی الأمور فقال لی ما كان علم الملائكة حیث قالت أتجعل فیها من یفسد فیها و یسفك الدماء۔ (مرآة الانوار ص۴۲ بحار سابع ص۲۴۹)

ایک مرتبہ امام محمد باقرؑ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو امامؑ نے دریافت فرمایا اے زرارہ تمہارے پاس شیعہ کی کتنی احادیث ہیں میں نے کہا کہ میرے پاس بہت سی احادیث ہیں بسا اوقات دل چاہتا ہے کہ آگ جلا کر سب کو اندر جھونک دوں امامؑ نے فرمایا ذرا بتلاؤ تو سہی تمہیں کون سی احادیث سمجھ میں نہیں آتیں میرے دل میں بہت سی احادیث گزریں تو امامؑ نے فرمایا ملائکہ کا علم کیا تھا جو کہ اللہ کے حکم کو سن کر یہ کہتے تھے کہ تم ایسا خلیفہ بنا رہے ہو جو زمین میں خون ریزی اور فساد کرے گا مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ۔

الظاهرأن زرارة كا ن ینكر أحادیث من فضائلهم لا یحتملها عقله فنبّهه بقصة الملائكة وإنكارهم فضل آدم وعدم بلوغهم إلیٰ معرفة فضله علیٰ أن نفیٰ هذه الأمورمن قلة المعرفة۔

اس حدیث سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ زرارہ ان ذوات مقدسہ کی اُن احادیث فضائل کا انکار کر دیتے تھے جن کو ان کی عقل برداشت نہ کر سکتی تھی پس امامؑ نے انکی تنبیہ کرتے ہوئے ملائکہ کے واقع کو پیش کیا کہ کس طرح انہوں نے حضرت آدم کی فضیلت کا انکار کیا اور ان کی عقلیں حضرت آدمؑ کے فضائل کی معرفت سے قاصر رہیں اور تمہارا ان امور کی نفی کرنا قلت معرفت پر مبنی ہے۔ معرفت کا یہی فرق حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابوذرؓ میں بھی پایا گیا ہے۔

رجال كشی ص ۷ میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فرمایا۔

یا سلمان لوعرض علمك علی مقداد لكفر ویا مقداد لو عرض علمك علیٰ سلمان لكفر۔

اے سلمان اگر تمہارا علم مقداد پر پیش کیا جائے تو وہ تم کو کافر کہہ دیں گے اور اے مقداد اگر تمہارا علم سلمان پر پیش کیا جائے تو وہ تم کو کافر کہہ دیں گے۔ معرفت آل محمدؐ میں سلمانؓ کے مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں بعض آگے نقل کیے جائیں گے جیسا کہ انہوں نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔

لو لا أن يقول الناس واشوقاه رحم الله قاتل سلمان لقلت فيك مقالاً تشمأزمنه النفوس (بحارج۷ص۳۴۴ والدمعةالساكبة ص ۲۶۰)

اے امیرالمومنینؑ اگر لوگ یہ نہ کہہ دیتے آہ اللہ سلمان کے قاتل پر رحم کرے تو میں آپ کے متعلق ایسی گفتگو پیش کرتا کہ لوگوں کے نفس اس سے بے حد نفرت کرتے۔

ولوأنّني أُحدّثكم بكل ما أعلم من فضائل أميرالمومنينؑ لقلتم آه۔

اگر تم کو امیرالمومنینؑ کے تمام فضائل بتلادوں جو میرے علم میں ہیں تو تم آہ کہہ دو۔ (ہماری دوسری تالیف اسرارالایمان فی فضائل اولیاء الرحمن ص ۱۲۰ بحوالہ نفس الرحمن علامہ نوریؒ)۔

لو حدّثتكم بكل ما أعلم من فضائل أميرالمومنين لقالت طائفة منكم هو مجنون وقالت طائفة أُخرى أللّهم إغفر لقاتل سلمان۔ (احتجاج طبرسی ص۶۷ طبع نجف)

اگر تم کو امیرالمومنینؑ کے فضائل میں سے وہ تمام فضائل بتلادوں جو میرے علم میں ہیں تو تم میں سے بعض کہہ دیں گے یہ احمق ہے اور بعض کہہ دیں گے کہ اللہ اس کے قاتل کو بخش دے۔

معالم الزلفیٰ ص۳۰۲ اور بحار ج ۹ ص۳۶۲ و ج ۳ ص ۴۴۷ میں مروی ہے کہ

الشاك فی فضل علیؑ يحشر يوم القيامة وفی عنقه طوق من نار فيه ثلاث مائة شعبة كل شعبة فيها شيطان يكلح فی وجهه و يتفل فيه۔

علی علیہ السلام کے فضائل میں شک کرنے والا قیامت کے روز اس حالت میں محشور ہوگا کہ اس کی گردن میں آگ کا طوق ہوگا جس کے تین سو گوشے ہوں گے ہر گوشہ میں ایک شیطان ہوگا جو اس کا منہ چڑا چڑا کر اس پر تھوکے گا۔

ان حقائق سے یہ حقیقت بخوبی آشکار ہوگئی کہ معرفت کا تعلق درجات ایمان اور عقل و فہم سے ہے اس کو اصول عقائد سے متعلق ہرگز نہیں کہا جاسکتا لہذا کسی کی معرفت کی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس پر وہابیت یا غلو نوازی کا الزام غلط ہوگا ورنہ بہت سے متقدمین و متأخرین جلیل القدر علماء اس الزام نافرجام سے بری نہیں ہوسکتے البتہ ان ذوات مقدسہ کو حدود ربوبیت و معبودیت تک بلند نہیں کیا جاسکتا بلکہ ہر حالت میں عبد اور مربوب ہی رہیں گے۔ اس کے بعد اُن کے مراتب و مقامات کا تعین نہیں کیا جاسکتا۔

واللہ أعلم بحقائق الاُمور

آئمہ معصومینؑ کے بعض اسرار کو انبیاءؑ بھی برداشت نہیں کرسکتے

اصول کافی مع شرح صافی ج۴ ص۶۶، تفسیرالبرهان ص۱۲۴۶، بحارالانوار ج ۷ ص۲۷۴ کتاب المحتضر حسن بن سلیما ن حلی متوفی ۸۰۲ ص ۱۵۴ طبع نجف اشرف میں ابوبصیر سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا **یا أبا محمد إنّ عندنا واللّٰه سراً من سرّ اللّٰه وعلماً من علم اللّٰه واللّٰه لايحتمله ملك مقرّب ولا نبی مرسل ولا مؤمن إمتحن اللّٰه قلبه بالإيمان واللّٰه ما كلّف اللّٰه به أحداً غيرنا ولا إستعبد بذلك أحداً غيرنا۔** اے ابومحمد بخدا ہمارے پاس اللہ کے رازوں میں سے ایک راز اور اللہ کے علم میں سے ایسا علم موجود ہے کہ بخدا جس کو نہ فرشتۂ مقرّب برداشت کرسکتا ہے اور نہ نبی مرسل برداشت کرسکتا ہے اور نہ وہ مومن برداشت کرسکتا ہے جس کے دل کو اللہ نے ایمان کے ساتھ آزمایا ہو بخدا اللہ نے اس علم کا صرف ہم ہی کو

مکلّف قرار دیا ہے اور ہمارے لئے ہی اس علم کے ذریعے بندگی قرار دی ہے۔

بحار جلد ۱۰ ص۹۶ و جلد ۱۴ ص۱۵۷ **امام حسن علیہ السلام سے مروی ہے**

مـا يعلم العلم المكنون المخزون المكتوم الذى لم يطلع عليه ملك مقرّب ولا نبى مرسل إلّا محمد وعترته ۔

وہ علم مکنون ومخزون جس پر نہ کوئی نبی مرسل مطلع ہے اور نہ کوئی فرشتۂ مقرّب اس علم کو سوائے محمدؐ وآل محمد علیہم السلام کے کوئی نہیں جانتا۔

ثقہ جلیل محمد بن حسن صفارؒ نے بصائر الدرجات میں ابو صامت سے روایت کی ہے کہ۔

سمعت عن أبى عبدالله أن من حديثنا مالا يحتمله ملك مقربّ ولا نبى مرسل ولا عبد مؤمن قلت فمن يحتمل قال نحن نحتمله۔

(بحار الانوار ج۱ ص۱۳۰)

میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ ہماری بعض احادیث کو نبی مرسل اور ملک مقرب اور مومن ممتحن بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں نے عرض کی پھر کون برداشت کر سکتا ہے فرمایا صرف ہم ہی برداشت کر سکتے ہیں۔ علامہ مجلسی مرحوم اس حدیث جلیل القدر کو نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں۔

المراد بهذا الحديث الامور الغريبة التى لا يحتملها غيرهم۔ اس حدیث سے مراد آل محمدؐ کے وہ عجائب وغرائب امور ہیں جن کو ان کے سوا کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔

پھر ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

لا إستبعاد فى قصور الملائكة وسائر الأنبياء الذين هم دونهم فى الكمال عن الإحاطة بكنه كمالاتهم وغرائب أمورهم وأحوالهم۔

ملائکہ اور انبیاء اور ان سے پست درجہ رکھنے والوں کو ان ذوات مقدسہ کا احاطہ معلوم نہ کر سکنا اور ان کے غرائب احوال کو نہ سمجھ سکنا کوئی بعید نہیں ہے چونکہ تمام مخلوق ان سے درجہ کے لحاظ سے پست تر ہے۔

ایک مقام پر امام زین العابدین علیہ السلام ابن ابی عیاش کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

إن وضح لك أمرنا فأقبله وإلّا فاسكت تسلم وردّ علمه إلىٰ الله۔

(بحار الانوار ج ۱ ص ۱۳۵)

اگر ہمارا امر تمہیں واضح طور پر سمجھ میں آجائے تو تسلیم کرلو ورنہ خاموش رہو اور انکار کرنے کی جرأت نہ کرو اسی حالت میں تم بچ سکتے ہو اور اس کے علم کو خدا کے سپرد کر دو۔ ان احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات پایۂ اثبات تک پہنچ گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات آئمہ معصومینؑ کے فضائل وکمالات کا ادراک کرنا عقول انسانی سے بلند تر ہے جن ذوات مقدسہ کے بعض علوم واسرار کو انبیاء ومرسلین کی عقول طیبہ بھی سمجھنے سے قاصر ہوں ان کو ہم اپنی ناقص عقلوں سے کیوں کر پا سکتے ہیں۔

چنانچہ **علامہ جلیل حضرت سید اسماعیل نوری طبرسیؒ** نے کفایۃ الموحدین جلد ۱ ص ۱۵ میں فرمایا ہے **شکی نیست که حق معرفت ایشان ممکن نیست ازبرائے خواص اولیاء خدا وخاطبه انبیاء مرسلین وأولوالعزم ایشان وبهمه صنوف ملائکة روحانیین و نیست آنچه فهمیده شده ازفضائل و مراتب ایشان بالنسبة إلى كافة ممكنات مگر معرفت إجمالي**

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرات چہاردہ معصومینؑ کی معرفت کا حق خواص اولیاء اور تمام انبیاء مرسلین اور انبیاء اولی العزم اور تمام ملائکہ بلکہ روحانیین کے لئے بھی ناممکن ہے اور جو کچھ ان کے فضائل و مراتب کو سمجھا جا چکا ہے وہ تمام کائنات کی نسبت ان حضرات کی معرفت اجمالی ہے۔

اس عالم جلیل کے فرمان حقیقت ترجمان پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا مرتبہ عقول انسانی سے کس قدر بلند و بالا تر ہے۔ چہ جائیکہ ہم اپنی ناقص عقول سے ان کے مراتب کی حدود کو محدود ومتعین کریں۔

ایمان ویقین کے مختلف درجات

بدیہی طور پر ہرانسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوآدم کو یکساں خلق نہیں فرمایا انفرادی طور پر ایک انسان دوسرے انسان سے ہر خصلت اور ہر صفت میں مختلف ہے حتی کہ معبود حقیقی نے درجۂ نبوت کو بھی یکساں نہیں بنایا بلکہ فضائل وکمالات کے اعتبار سے انبیاء میں بھی مختلف درجات قائم کیے ہیں چنانچہ فرمایا ہے۔

﴿تلك الرسل فضّلنا بعضهم علىٰ بعض منهم من كلّم الله ورفع بعضهم درجات﴾

ان انبیاء میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے ان میں سے بعض سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کے درجات کو بعض پر بلند قرار دیا ہے۔ چنانچہ جس طرح اللہ نے رتبۂ نبوت میں تفاوت قائم کیا ہے اس طرح ایمان ویقین کے بھی مختلف درجے مقرر فرمائے ہیں۔

ابن فتال نیشاپوری روضۃ الواعظین میں روایت کرتے ہیں۔

الايمان عشر درجات المقداد فى الثامنة وأبوذر فى التاسعة وسلمان فى العاشرة ۔

ایمان کے دس درجے ہیں حضرت مقداد آٹھویں پر فائز تھے اور حضرت ابوذر نویں پر اور حضرت سلمان فارسی دسویں پر (ملاحظہ ہو اصول کافی ص ۳۳۱' باب الدرجات الایما ن وحیات القلوب جلد دوم ص ۷۷۳)

بحارالانوار جلد ۱۵ ص ۲۶۱ میں بحوالہ اصول کافی **امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے**

ماأنتم والبراءة يبرء بعضكم من بعض إنّ المؤمنين أفضل من بعض و بعضهم أكثر صلوة من بعض وبعضهم إنفذ بصيرة من بعض وهى الدرجات۔

تم شیعہ آپس میں ایک دوسرے سے بیزاری کیوں اختیار کرتے ہو حالانکہ بعض مومنین بعض سے زیادہ صاحب فضیلت ہوتے ہیں بعض مومنین صوم وصلوٰۃ کے لحاظ سے دوسروں سے برتر ہوتے

ہیں اور بعض بصیرت کے اعتبار سے بعض سے زیادہ بہتر ہوتے ہیں یہ تو درجات اور مراتب ہی ہیں۔ (اصول كافى مع شرح صافى ج٤ ص١٠٤)

ثقۃ المفسرین والمحدثین ابونضر محمد بن مسعود عیاشی متوفی ۳۳۸ھ اپنی تفسیر بے نظیر المعروف بتفسیر عیاشی جلد اول ص۱۳۹ طبع نجف اور علامہ سید ہاشم بحرانیؒ تفسیر برهان ج١ ص ١٤٧ میں روایت فرماتے ہیں

عن أبي عمر والزبيدى عن أبي عبدالله (ع) قال بالزيادة بالايمان بتفاضل المؤمنون بالدرجات عند الله قلت وإنّ للإ يمان درجات ومنازل يتفاضل بهاالمومنون عندالله قال نعم قلت صف لى ذلك رحمك الله حتى أفهم قال مافضل الله به أولياء ه بعضهم على بعض فقال تلك الرسل فضلنا بعضهم علىٰ بعض منهم من كلّم الله ورفع بعضهم درجات وقال ولقد فضّلنا بعض النبيين علىٰ بعض وقال أُنظر كيف فضّلنا بعضهم علىٰ بعض وللآخرة أكبر درجات وهم درجات عند الله فهذا ذكرالله درجات الايمان ومنازله عندالله۔

ابوعمر زبیدیؒ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا ایمان کی زیادتی کے ساتھ ہی درجات کے لحاظ سے مومنین اللہ کے نزدیک فضیلت پاتے ہیں میں نے عرض کی آیا ایمان کے لئے بھی درجات ومنازل ہوتے ہیں جن کے نزدیک مومنین اللہ کے نزدیک باہم فضیلت حاصل کرتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا ہاں۔ میں نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے ذرا مجھ کو واضح طور پر سمجھا دیجئے امامؑ نے فرمایا جس طرح کہ اللہ نے اپنے اولیاء کو آپس میں فضیلت عطا فرمائی ہے اور کہا ہے کہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت عطاء کی اور انبیاء میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے کلام کیا اور بعض کو درجہ کے لحاظ سے بعض پر فضیلت دی اور ایک مقام پر فرمایا ہے اور ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی اور فرمایا دیکھو کس طرح ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت

دی اور آخرت کے لئے بڑے درجات ہیں اور مومنین اللہ کے نزدیک مختلف درجات پر ہیں۔ اللہ تعالی نے یہاں پر اپنے نزدیک ایمان کے مدارج ومنازل کا ذکر فرمایا ہے۔

بحار الانوار ج ١٥ ص ٢٦٢ ، انوار النعمانية ص ٢٢١ ، صافی شرح اصول کافی ج ٤ ص ١٠٣ ، نفس الرحمٰن ص ٥٤ **میں عبدالعزیز قراطلسی سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا**

یا عبدالعزیز إنّ للایمان درجات بمنزلة السلّم یصعد منه مرقاة بعد مرقاة فلا یقولنّ صاحب الواحد لصاحب الاثنین لست علیٰ شئی حتیٰ ینتهی إلیٰ العاشر ولا تسقط من هو دونك فیسقطك من هو فوقك فإذا رأیت من هوأسقط منك بدرجة فارفعه إلیك برفق ولا تحملنّ علیه ما لایطیق فتكسره فإن من كسر مؤمنا فعلیه جبره۔

اے عبدالعزیز ایمان کے دس درجات ہیں یوں سمجھو جس طرح ایک سیڑھی ہوتی ہے جس سے درجہ بدرجہ اوپر چڑھا جاتا ہے جو شخص پہلے درجہ پر فائز ہو وہ دوسرے درجے والے کو نہیں کہہ سکتا کہ تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ یہاں تک یہ سلسلہ دس تک پہنچتا ہے جو شخص ایمان میں تم سے پست ہو اس کو نہ گراؤ ورنہ تم سے اونچے درجے والا تمہیں گرادے گا جب تم کسی کو اپنے سے پست دیکھو تو بڑی نرمی سے اس کو اپنے سے بلند کرو اور اس پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ وہ ٹوٹ جائے اور جو کسی مومن کو توڑ دے گا تو اس پر اسکی تلافی کرنا ضروری ہے۔ **وكان سلمان فی العاشرة وأبوذر فی التاسعة والمقداد فی الثامنة۔** اور حضرت سلمان ایمان کے دسویں درجے پر فائز تھے اور ابوذر نویں درجے پر فائز تھے اور حضرت مقداد آٹھویں درجے پر (معالم الزلفی سید هاشم بحرانی ص ٢٣)

حیوة القلوب ج٢ ص ٧٣ اور نفس الرحمٰن ص ٥٠ **میں بحوالہ امالی شیخ مفیدؒ سے مروی ہے جابر بن حزم کہا کرتے ہیں**

لونشر سلمان وأبوذر لهٰولاء الذین ینتحلون مودّتكم أهل البیت لقالوا

هٰولاء كذابون ولو رأیٰ هولاء أُولئك لقالوا مجانین ۔

اے اہل بیت رسولؐ اگر سلمان اور ابوذر ان لوگوں پر اپنے دل کے راز کھول دیں جو آپ کی محبت کا دم بھرتے ہیں تو وہ ان کو کذاب کہیں گے اور اگر یہ انکو دیکھیں تو ان کو دیوانے کہہ دیں گے۔

معرفت کے یہ مدارج ومنازل آئمہ معصومینؑ کے اصحاب کرام میں بھی پائے جاتے تھے اور آپ اپنے اصحاب کی استعداد کے مطابق اپنے کمالات ومراتب کا اظہار کیا کرتے تھے۔

چنانچہ **علامہ جزائریؒ** انوار نعمانیه ص ١١٩ **میں رقمطراز ہیں۔**

إنّ الائمة علیهم السلام **كانوا یخصّون بعض الشیعة بأسرار الأحادیث ولم یحدّثوا بها غیرهم لعدم احتمال الغیر لها فإذا حدّث الخواص بتلك الأحادیث ردّت علیهم وإتهموا فی روایتها و نسبوا إلی إرتفاع القول والغلو إلی أنها أحادیث إختلفوها حیث لم یشاركهم فی نقلهامن الآئمة غیرهم كمحمد بن سنان ومفضّل۔**

آئمہ طاہرینؑ اسرار احادیث سے آگاہ کرنے کے لئے بعض شیعہ کو منتخب کیا کرتے تھے اور ہر کس وناکس کو نہیں بتلاتے تھے چونکہ ان میں قوت برداشت نہ تھی اور جب خواص ان احادیث کو دوسروں پر ظاہر کرتے تھے تو ان کی احادیث کو رد کر دیا جاتا تھا اور ان پر وضع احادیث کی تہمت لگادی جاتی تھی اور محض اس لئے غلو وتفویض کا الزام لگایا جاتا تھا کہ ان کے علاوہ کسی دوسرے نے آئمہ طاہرینؑ سے نقل نہیں کیں جس طرح محمد بن سنان اور مفضل وغیرہ۔

علامہ مرزا ابوالحسن الشریف مرآة الانوار ص ٤١ **میں فرماتے ہیں**

قلیل منهم الذین اطلعوا علی دقائق الامامة وعرفوا حقائق أحوال الائمة علی ما هو الحقّ الصحیح واستقاموا علی النمرقة الوسطیٰ والطریقة التی لاعوج لها ولم یزالوا فیمازلّت فیه أقدام غیرهم ولهذاكان الائمة لا یظهرون سرائر حالاتهم علیٰ كلّ أحد بل كانوا ینتخبون بعض كمّل

الخواص لذکر نبذ من خصائصھم مشترطین علیھم ستر ذلك عن السفلة الجهال۔

بہت ہی کم حضرات اصحاب آئمہ معصومینؑ میں سے ایسے تھے جو کہ رتبۂ امامت کے دقائق پر مطلع ہوئے اور انہوں نے آئمہ طاہرینؑ کے حالات کے حقائق کو صحیح طریقہ پر پہچانا اور راہ راست پر قائم رہے اور ایسی راہ اختیار کیے رہے جہاں دوسروں کے قدم ڈگمگا گئے اسی وجہ سے معصومینؑ اپنے راز اور مخفی کمالات بتلانے کے لئے بعض کامل اور خواص اصحاب کو منتخب کرلیا کرتے مگر وہ بھی اس شرط پر کہ وہ ان اسرار مبارکہ کو پست اور جاہل قسم کے لوگوں سے محفوظ رکھیں چنانچہ علامہ مرحوم کے اس فرمان حقیقت ترجمان کی تائید مختلف روایات سے ہوتی ہے حضرت جابر جعفی جو کہ امام زین العابدین، امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام کے جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔

منتهى المقال ص ۱۹۰ **میں** بحوالہ کتاب الأختصاص **مفضل سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا**

مامنزلة جابر بن یزیدعندکم قال منزلة سلمان من رسول اللّٰه۔

آپ کے نزدیک جابر کی کیا منزلت ہے؟ امامؑ نے جواب دیا وہی منزلت ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک حضرت سلمان فارسی کی تھی آپ فرمایا کرتے تھے

حدثنی أبو جعفرخمسین ألف حدیثاً ماحدثت بها أحداًوقال علیه السلام إن حدّثت بها أحداً فعلیك لعنتی ولعنة آبائی إلیٰ یوم القیامة (رجال کشی ص۱۲۷ ، مرآة الانوار ص ۴۲)

امام محمد باقرؑ نے مجھ سے پچاس ہزار احادیث بیان فرمائیں جن کو میں نے آج تک کسی پر ظاہر نہیں کیا اور معصومؑ نے فرمایا تھا کہ اگر تم نے ان کا اظہار کردیا تم پر میری اور میرے آباءواجداد کی قیامت تک لعنت ہوگی۔

معرفت کا پست ترین درجه

مندرجہ بالا حقائق سے ثابت ہوگیا کہ کوئی شیعہ اس بات کا مکلّف نہیں کہ آئمہ طاہرینؑ کے تمام فضائل ومراتب سے آگاہی حاصل کرے اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے کو مقصر اور ناسمجھ قرار دے، بلکہ اصول وعقائد کے لحاظ سے صرف امیر المومنینؑ کو خلیفہ بلافصل مان لینا کافی ہے، اور باقی آئمہ معصومینؑ کی ولایت کا اقرار ضروری ہے باقی رہے کمالات وفضائل پس ان کا تعلق درجات معرفت سے ہے نیز یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ کسی شیعہ سے اس کے عقائد کے اختلاف کیوجہ سے بیزاری جائز نہیں ہے ۔

اصول کافی مع شرح صافی ج ٤ ص ۹۹، بحار الانوار ج۱۵ ص ۲٦۱ **میں سراج خادم امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔**

کہ ایک مرتبہ ایک شیعہ امامیہ کے اختلافات کے ذکر چل نکلا تو میں نے عرض کی۔

جعلت فداك إنّا نبرء منهم أنّهم لا یقولون ما نقو ل فقال یتولّون ولا یقولون ما تقولون تبرء ون منهم قلت نعم قال فهو ذا عندنا ما لیس عندکم فینبغی لنا أن نبرء منکم قلت لا واللّٰه جعلت فداك قال وهو ذا عنداللّٰه ما لیس عندنا إفتراه أطرحنا قال قلت لا واللّٰه جعلت فداك ما نفعل قال فتولّوهم ولا تتبرؤا منهم ان من المسلمین من له سهم ومن له سهمان و من له ثلثة أسهم الخ۔

میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا ہم ان سے بیزاری اختیار کرلیں چونکہ وہ ہمارے نظریات کے قائل نہیں ہیں امامؑ نے فرمایا کہ وہ ہماری ولایت کا اقرار کرتے ہیں اور تمہارے نظریات کے قائل نہیں لہذا تم ان سے بیزاری اختیار کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں پھر آپؑ نے فرمایا ذرا یہ بتلاؤ کہ ہمارے پاس ایسی چیزیں ہیں جو تمہارے پاس نہیں ہیں۔کیا ہمارے لئے سزاوار ہے کہ ہم تم سے بیزار ہوجائیں؟ میں نے کہا کہ بخدا نہیں میں آپؑ پر قربان جاؤں پھر آپ نے فرمایا اچھا اللہ تعالی

کے پاس بھی ایسی چیزیں ہیں جو ہمارے پاس نہیں کیا اس نے ہم کو چھوڑ دیا ہے؟ میں نے کہا کہ بخدا نہیں میں آپ پر قربان جاؤں پھر ہم کیا کریں امامؑ نے فرمایا کہ ان سے دوستی برقرار رکھو اور ان سے بیزاری اختیار نہ کرو۔ مسلمانوں میں سے ہر ایک کے پاس ایمان کا ایک مخصوص حصہ ہے کسی کے پاس ایک حصہ ہے اور کسی کے پاس دو حصے ہیں کسی کے پاس تین حصے ہیں اور یہ سلسلہ دس تک چلتا ہے۔ کسی کو نہیں چاہیے کہ وہ کم درجہ معرفت والے کو اپنے درجہ کی طرف لانے پر مجبور کرے۔

علامہ مجلسیؒ بحارالانوار ج ۱۵ ص ۲۶۱ میں اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ سراج کا یہ کہنا إنّهم لایقولون مانقول وہ لوگ ہمارے اقوال کے حامی نہیں ہیں۔

أی من مراتب فضائل الآئمه و كمالاتهم ومراتب معرفة الله و دقائق مسائل القضاء وأمثال ذلك مما يختلف تكاليف العباد بحسب أفهامهم وإستعداد هم لا فی المسائل الأصولية۔

ان نظریات سے مراد آئمہ اطہارؑ کے فضائل وکمالات اور اللہ کی معرفت کے مراتب اور قضاء وقدر کے باریک مسائل وغیرہ ہیں جن میں استعداد وفہم کے لحاظ سے بندوں کی تکالیف مختلف ہوتی ہیں نہ کہ اصولی مسائل۔

علامہ کی تشریح کے مطابق ہمارے موجودہ عقائد کا اختلاف بھی اصولی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف بھی استعداد وفہم کے اختلاف کے مطابق فضائل وکمالات آل محمد علیہم السلام کے متعلق ہے جن کی معرفت کا ہر شخص مکلّف ہی نہیں ہے، ہر شیعہ توحید' عدل' نبوت' امامت اور قیامت کا قائل ہے باقی مسائل کا تعلق اصول عقائد سے کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

شیخ صدوقؒ الخصال میں عمار بن ابی الاحوص سے روایت کرتے ہیں۔

قلت لأبی عبدالله ان عندنا أقواماً يقولون بأميرالمؤمنينؑ ويفضّلونه على الناس كلّهم وليس يصفون ما نصفهم أنتوّلاهم قال نعم۔
(بحارالانوار ج ۱۵ ص ۲۶۲)

میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے مولا ہمارے پاس کچھ لوگ ایسے بھی

ہیں جو کہ امیر المومنینؑ کی ولایت کے قائل ہیں اور ان کو تمام لوگوں پر فضیلت بھی دیتے ہیں مگر ان کے متعلق وہ عقیدہ نہیں رکھتے جو کہ ہم رکھتے ہیں کیا ہم ان سے دوستی قائم رکھیں امامؑ نے جواب دیا ہاں ضرور رکھو۔

فاسق و فاجر شیعه سے بھی بیزاری ناجائز ھے

بحارالانوار ج ۱۵ ص ۱۴۱ اور ج۷ ص ۳۸۳ میں زید الشحام سے روایت ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظمؑ سے کہا

الرجل من مواليكم عاص يشرب الخمر ويرتكب الموبق من الذنب نتبرء منه قال تبّروأ من فعله ولا تبّروأ من خيره وأبغضوا عمله فقلت يصح لنا أن نقول فاسق فاجر؟فقال لا الفاسق الفاجر الفاسق الكافرالجاحد لنا ولأوليائنا أبى الله أن يكون ولیّنا فاسقاًفاجراً وإن عمل ما عمل ولكنّكم قولوا فاسق العمل، فاجرالعمل ،مؤمن النفس ،خبيث الفعل، طيب الروح والبدن، لا والله يخرج ولیّنا من لاخوف عليه ولا الدنيا إلّاوالله ورسوله و نحن عنه راضون يحشره الله على مافيه من الذنوب مبيّضا وجهه مستورة عور ته ولا خوف عليه ولا حزن وذلك لأ نّه لا يخرج من الدنيا حتى يصفى من الذنوب إمّا بمصيبة فی المال أو نفس أوولد أومرض۔

اگر آپ کا کوئی شیعہ نافرمان' شراب نوش اور مہلک گناہوں کا ارتکاب کرے کیا ہم اس سے بیزار ہوجائیں؟ آپؑ نے فرمایا نہیں اس کی نیکیوں سے بیزار نہ ہو' اس کے عمل سے بغض رکھو۔ میں نے کہا کہ ہم اس کو فاسق وفاجر کہہ سکتے ہیں؟ فرمایا فاسق وفاجر وہ ہوتا ہے جو ہماری ولایت کا منکر ہو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ ہمارا موالی فاسق وفاجر ہو اگرچہ وہ کوئی عمل بھی کرے تم اس کو فاسق العمل اور فاجر العمل کہہ سکتے ہو مگر مومن النفس کہو' خبیث الفعل کہو مگر طیب الروح والبدن کہو بخدا ہمارا دوست دنیا سے ایسی حالت میں نکل جائے گا جب کہ اللہ' رسول اور ہم اس سے راضی ہوں گے اللہ

اس کو گناہوں کے باوجود سفید رو پوشیدہ شرمگاہ اور بے خوف محشور فرمائے گا اس پر کوئی حزن وخوف نہ ہوگا اور دنیا سے نہ جائے گا حتی کہ گناہوں سے پاک کردیا جائے گا یا اسکو مال میں مصیبت دی جائے گی یا اولاد میں یا نفس میں۔

حضرت سلمان فارسیؓ اور
حضرت ابوذرؓ کی معرفت کا موازنہ

گزشتہ مباحث میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایمان کے مختلف مدارج ہیں ہر شخص ایک مخصوص درجہ پر فائز ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ ایمان کے دسویں درجے پر فائز تھے اور حضرت ابوذرؓ نویں درجے پر معرفت و یقین کے اعتبار سے فرق صرف ایک درجے کا تھا مگر دونوں کے خیالات میں آسمان وزمین کا فرق نظر آتا ہے امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے لو علم ابوذر مافی قلب سلمان لقتله۔ اگر ابوذر کو معلوم ہو جائے کہ حضرت سلمان کے دل میں کیا ہے تو اس کو قتل کردیں۔

اس حدیث کو مندرجہ ذیل علماء اعلام نے نقل کیا ہے۔

۱۔ **محمد بن یعقوب کلینی** اصول کافی مع مرآۃ العقول جلد اول ص ۳۰۰ وصافی جلد ۴ ص ۶۴۔

۲۔ **ابوعمرو محمد ابن عبدالعزیز** (رجال کشی ص ۱۲ طبع بمبئی)

۳۔ **رجب بن علی بن رجب برسی** ۔ (مشارق انوار الیقین)

۴۔ **علامہ محمد باقر مجلسیؒ** (بحارالانوار جلد ۶ ص ۷۵۴' جلد ۱ ص ۱۷۴، حیوۃ القلوب ج ۲ ص ۷۹۳)

۵۔ **سید نعمۃ اللہ جزائری** (الانوارالنعمانیۃ ص ۳۶۷)

۶۔ **محمد بن حسن صفار متوفی ۲۹۰ھ** (بصائرالدرجات جلد ۱ باب ۱۲ و ۳۳ طبع جدید)

۷۔ **سید ہاشم بحرانی** (تفسیر برہان ص ۱۲۴۵، نزھۃ الابرار ص ۳۶۷)

۸۔ **علامہ سید عبداللہ شبر** (مصابیح الانوار جلد ۱ ص ۳۵۱)

۹۔ **علامہ مرزا حسین نوریؒ** (نفس الرحمان ص ۵۰)

۱۰۔ **علامہ شیخ عباس قمیؒ** (سفینۃ البحار جلد ۱ ص ۶۴۶)

۱۱۔ **علامہ عبدالحسین احمد امینی** (الغدیر جلد ۷ ص ۳۵ طبع نجف)

اس حدیث کے متعلق علماء کے وضاحتی بیان

۱۔ **علامہ محمد باقر مجلسیؒ متوفی ۱۱۱۰ھ** مرآۃ العقول ج ۱ ص ۳۳۰، بحارالانوار ج ۶ ص ۷۵۴ میں فرماتے ہیں

أی من مراتب معرفة الله والنبی والائمة فلو كان أظهر سلمان له شيئاً من ذلك لكان لا يحمله على الكذب و ينسبه إلى الارتداد والعلوم الغريبة والآثار العجيبة فلوأظهر لحملهما على السحر فقتله۔ سلمان کے دل میں ہونے والی شئے سے مراد اللہ رسول اور آئمہ اطہار صلی الله علیهم أجمعین کی معرفت ہے پس اگر سلمان اس میں سے کچھ حصہ ظاہر فرمادیتے تو ابوذر اس کو برداشت نہ کر سکتے اور جھوٹ پر محمول کردیتے اور ان کو مرتد کہہ دیتے یا وہ علوم غریبہ اور آثار عجیبہ مراد ہیں کہ اگر سلمان ان کو حضرت ابوذرؓ پر ظاہر کرتے تو وہ ان کو جادو سمجھ لیتے اور حضرت سلمان کو قتل کردیتے۔

۲۔ **علامہ سید نعمۃ اللہ جزائری متوفی ۱۱۱۲ھ** انوار النعمانیة ص ۳۶۷ میں فرماتے ہیں

معناه أنّ أباذر لو علم كلّما علمه سلمان لم يمكنه كتمانه لعدم فهمه معانيه كما إتفق ذلك فی كثير من خواص الآئمة كمحمد بن سنان و جابر الجعفی ممن إتّهمهم أهل الرجال بالغلو والارتفاع لان الآئمة القوا إليهم من أسرار علومهم ما لم يحدّثوا به غيرهم من الشيعة فاستغرب الشيعة تلك الأخبار لعدم موافقة غيرهم على رواياتهم فطعنوا عليهم بهذا السبب وهذاالسبب هو سبب رفعتهم وعلوّ شأنهم عند مواليهم۔

(خلاصہ ترجمہ) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضرت سلمان کے دلی اسرار و علوم حضرت ابوذر کو معلوم ہو جائیں تو وہ لوگوں میں ان کا اظہار کر دیں جو کہ حضرت سلمان فارسی کے قتل کا باعث بن جائے۔ چونکہ عوام الناس کے عقول ان اسرار کے معانی کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسا ہی اتفاق خود آئمہ کے اطہارؑ کے خواص اصحاب جابر جعفی محمد بن سنان وغیرہ کے لئے بھی واقع ہوا ہے جن کو علماءِ علم رجال نے غلو و تفویض سے متہم کر دیا ہے چونکہ آئمہ طاہرینؑ نے ان کو اپنے مخصوص اسرار سے آگاہ کیا تو شیعوں نے اس اسرار کو بڑے تعجب سے دیکھا اور ان پر اسی وجہ سے طعن و تشنیع کے حربے چلا دیے حالانکہ اسی سبب سے آج شیعہ کے نزدیک ان کی منزلت بہت ہی بلند ہے۔

۳۔علامہ محمد صالح طبری متوفی ۱۰۸۶ھ شرح اصول کافی میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

المراد بما فی قلب سلمان العلوم والأسرار ومنشاء القتل هو الحسد والعناد فيه مبالغة على التقّية من الأخوان فضلاً عن أهل الظلم والعدوان۔

سلمان کے دل میں ہونے والی شئے سے مراد علوم و اسرار ہیں اور قتل کا سبب حسد و عناد ہیں۔ اس حدیث میں کافی مبالغہ ہے کہ انسان کو اپنی معرفت کے محفوظ رکھنے کے لئے مخالفین تو درکنار برادران ایمانی سے بھی تقیہ کرنا چاہیے۔

٤۔علامہ سید عبداللہ شبر متوفی ۱۲٤٦ھ مصابیح الانوار فی حل مشکلات الأخبار ج ۱ ص ۳٦۲ میں جو کچھ فرمایا ہے اس کا ملخص یہ ہے

بعض علوم ربانی اور اسرار ملکوتی بہت ہی گہرے اور دقیق ہوتے ہیں جن کو سوائے علماء کبار کے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ یہی وجہ ہے اکثر لوگوں کو پوشیدہ رازوں سے آگاہ کرنے کے بجائے ظواہر جلیہ سے مخاطب کیا گیا ہے اور بعض لوگوں کو اسرار خفیہ پر بھی مطلع کر دیا گیا۔ حتی کہ اگر ان لوگوں کو پوشیدہ اسرار کا علم ہو جاتا تو ان کے جاننے والوں پر کفر و ارتداد کا فتوی لگا دیتے۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اللہ نے لوگوں کی عقلوں کے مطابق ان سے خطاب کیا ہے اس سلسلہ میں قرآن مجید میں آنے والا واقعہ حضرت موسیٰؑ و خضرؑ بین دلیل موجود ہے۔

۵۔حافظ رجب علی بن رجب متوفی بعد ۸۰۲ھ مشارق الانوار **میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں**

لا أن صدر أبي ذر ليس بوعاء لما في قلب سلمان من أسرار الايمان وحقائق ولي الرحمان و لذلك قال النبي أعرفكم بربّه سلمان ثم قال مراتب الايمان عشرة فصاحب الأُولى لا يطلع على الثانية وكذا كل منها لاينال ما فوقها لا يدري ما فوقه لأن من فوق درجة أعلى منه وغاية الغايات منه معرفة علي عليه السلام **بالاجماع وإنّما قال لقتله لأن أباذر كان ناقلاً للأثر الظاهر و سلمان عارفاً بالسرّ الباطن ووعاء الظاهر لا يطيق حمل الباطن۔**

چونکہ حضرت ابوذرؓ کا سینہ حضرت سلمانؓ کے دل میں موجود ہونے والے ایمانی رازوں اور ولی خدا کے حقائق کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا اور اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سب میں سے خدا کی زیادہ معرفت رکھنے والا شخص سلمان ہی ہے پھر فرمایا کہ ایمان کے دس درجے ہیں پہلے رتبہ والا دوسرے رتبے والے کی معرفت پر مطلع نہیں ہو سکتا اور ہر مخصوص درجے والا اپنے سے مافوق درجے کو نہیں پاتا (اپنے اوپر والے کو پست نہ سمجھے) چونکہ اوپر کے درجے والا اس سے درجہ میں بالاتر ہے اور ان معرفتوں کا انتہائی درجہ بالاجماع معرفت علی علیہ السلام ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لقتلہ اس لیے فرمایا چونکہ ابوذر ظاہری فضیلت کے ناقل تھے اور حضرت سلمان باطنی راز کے عارف تھے اور ظاہر کا ظرف باطنی حقائق کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (انتهى كلامه رفع الله مقامه)

٦۔علامہ مرزا حسین نوریؒ متوفی ۱۳۲۰ھ نفس الرحمٰن ص ۵۰ **میں رقمطراز ہیں**

المقصود من تلك الأخبار واضح بعد ما عرفت أن للايمان درجات ونعني به هنا التصديق التامّ الخالص بالله و برسوله وللآئمة ولمعرفتهم مراتب ودرجات ولكل مرتبة درجة و حدود مختصة بها مادام

صاحبها فیها ولم یترق إلیٰ مافوقها فإذا أخذ بالحظّ الوافر والنصیب المتکاثر إنقلبت أحکامه و تکالیفه کما إنشرح صدره الذی کا ن ضیقاً بنورمعرفة اللّٰه وأولیائه والعلم بحقائق الأشیاء کما هی فیری ان ما کان علیه قبل ذلك کفروضلّال لاحاطته بقصور المقام و نقصانه بالنسبة إلیٰ ما هو علیه من المرتبة والکمال کما هو انّه فی تلك الحالة لوکشف له مالم یصل إلیه یراه کفرعجز عن إدراکه و مخا لفته لما بنیٰ علیه أمره ولذا نهی فی الاخبار السابقة عن أن یقو ل صاحب الواحد لصاحب الاثنین لست علی شئی ومن هنا کا نوا یمسکون عن أشیاء کان علمها مختصاً ذوی الهمم العالیة والقلوب الصافیة لو سأل عنها لإ نهمك فی الجهل والغروروذلك واضح بعد التتبع التام فی تراجم الرواة وأصحاب الآئمة الهداة رویٰ الکشی فی ترجمة یونس بن عبدالرحمان قا ل قال العبد الصالح یا یو نس إرفق بهم فإن کلامك یدّق علیهم قال قلت له إنهم یقولون لی زندیق قال قال لی ما یضرّك أن یکون فی ید ك لؤلؤة فیقول الناس هی حصاة وینفعك أن یکون فی یدك حصاة فیقو ل الناس لؤلؤة۔

جب تم کو علم ہوگیا کہ ایمان یعنی خدا اور رسول و آئمہ اطہار صلی اللہ علیہم اجمعین کی مکمل وخالص تصدیق کے دس درجے ہیں تو ان احادیث کا مطلب بالکل واضح ہے چونکہ آئمہؑ کی معرفت کے مختلف درجے اور مرتبے ہیں اور ہر مرتبہ کا علیحدہ درجہ ہے اور اس سے مخصوص شدہ حدود ہیں یہ اس شخص کے لئے ہیں جو کہ اس مخصوص درجہ میں رہتا ہے اور مافوق والے درجہ تک نہیں پہنچتا جب اس کو معرفت کا کافی حصہ حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے احکام وتکالیف بدل جاتے ہیں جس طرح کہ اس کا سینہ پہلے تنگ تھا مگر نور معرفت خدا اور رسول و آئمہ اطہار صلی اللہ علیہم اجمعین اور حقائق علم کے ادراک کے بعد کشادہ ہوگیا پس اس کو سابقہ درجہ گمراہی نظر آتا ہے چونکہ اس کو اس موجودہ باکمال و بامرتبہ درجہ

کے مقابلہ میں سابقہ درجہ کی کوتاہی اور کمی کا علم ہوگیا۔ جس طرح اس کو اپنے موجودہ درجہ سے بلند درجہ کے حقائق کا علم ہو جائے تو وہ اس کو کفر نظر آئے گا چونکہ وہ اس کے موجودہ درجہ کے مخالف ہے اور یہ اس کے ادراک سے قاصر ہے اور اسی لئے سابقہ احادیث میں منع کیا گیا ہے کہ ایک درجے والا دوسرے درجے والے کو یوں نہ کہے کہ تم غلط راہ پر ہو اسی وجہ سے علماء اعلام ایسے اسرار وحقائق کے متعلق توقف اختیار کرتے ہیں جو کہ بلند ہمت اور صاف دل والے عارفین کے ساتھ مخصوص ہیں تا کہ ایسا نہ ہو کہ جب ان سے ان کے متعلق سوال کیا جائے تو یہ جہالت اور دھوکہ کی بھول بھلیوں میں پڑ جائیں۔

راویوں اور اصحاب آئمہ طاہرینؑ کے حالات کا صحیح جائزہ لینے کے بعد حقیقت پوشیدہ نہیں رہتی جس طرح رجال کشی ص ۳۰٤ میں یونس بن عبدالرحمان کے حالات میں مرقوم ہے کہ امام موسیٰ کاظمؑ نے ان سے فرمایا اے یونس ذرا نرمی وحوصلہ سے کام لیا کرو چونکہ کلام ان کی عقل وادراک سے دقیق ہوتا ہے۔ یونس فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا مولا یہ لوگ مجھ کو زندیق کہتے ہیں آپ نے جواب دیا اے یونس اگر تمہارے ہاتھ میں موتی ہو اور لوگ اس کو سنگریزہ کہیں تو تمہارا کیا بگڑے گا اور اگر تمہارے ہاتھ میں سنگریزہ ہو اور لوگ اس کو موتی کہہ دیں تو تمہارے حق میں کیا فائدہ ہوگا۔

نوٹ: سید مرتضیٰؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ معرفت سلمان وابوذر کے موازنہ کی حدیث اخبار احاد میں سے ہے جو کہ علم وعمل کے لئے مفید نہیں ہے۔ علامہ نوری ان کی تردید میں رقمطراز ہیں۔

فمنع کونه من أخبار الآحاد کیف و دلّت علیٰ هذا المضمون سبع أحادیث کما عرفت ولو إنضّم إلیها ما یقرّب من هذا المضمون کأخبار درجات الایمان التی رواها فی الکافی و الخصال بطرق عدیدة وغیرها لد خل فی المتواتر۔الخ۔(نفس الرحمٰن باب ۵ ص ۵٦)

ہم اس کے اخبار احاد میں سے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے چونکہ سات مختلفة الاسناد احادیث اس

مضمون پر دلالت کرتی ہیں اگر اصول کافی اور خصال کی احادیث درجات الایمان کو ان میں شمار کر لیا جائے تو یہ حدیث حد تواتر تک جا پہنچتی ہے۔ سلمان فارسیؓ کی معرفت آل محمد علیہم السلام اتنی عمیق ہے کہ آج کل کے تنگ نظر علماء کی نظر میں تو ان پر غلو کا لفظ صادق آ جائے گا۔

فرماتے ہیں ولوانی أحدّثکم بکل ما أعلم من فضائل علی بن أبی طالب لقلتم آه ۔(احتجاج طبرسی ص۶۷ طبع نجف) اگر میں تم کو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے وہ فضائل سنا دوں جو میں جانتا ہوں تو تمہاری آہ نکل جائے۔ آپ نے فرمایا۔

یاأیّھاالناس إسمعوا عنی حدیثی ثمّ اعقلوہ عنی فقد أوتیت علماً کثیراً ولوحدّثتکم بکل ما أعلم من فضائل علیؑ لقالت طائفة منکم ھومجنون وقالت أخری أللّھم إرحم لقاتل سلمان۔

اے لوگو میری حدیث سنو اور پھر مجھ سے سمجھو مجھ کو بہت سا علم عطا کیا گیا ہے اگر میں تم کو فضائل امیر المومنینؑ کے متعلق اپنی معلومات بتانا شروع کردوں تو تم میں سے ایک گروہ مجھ کو دیوانہ کہہ دے گا اور دوسرا یوں کہے گا کہ اے اللہ سلمان فارسی کے قاتل پر رحم کر۔(بحارالانوار ج ۸ ص۸۸، مرآۃ العقول ص ۳۰۰)

بحار الانوار ج ۶ ص ۷۵۱ میں منقول ہے

کان رسول اللّٰہ وأمیرالمؤمنین یحدّثان سلمان بمالایحتملہ غیرہ من مخزون علم اللّٰہ و مکنونہ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر المومنینؑ سلمان فارسی کو اللہ کا پوشیدہ علم بتلایا کرتے تھے۔

بحارالانوار ج ۱۶ ص ۴۰ میں ہے

انہ أدرك العلم الاوّل الآخروھو بحرلاینزف (یہ حدیث سنی مؤرخ ابن عساکر دمشقی نے تاریخ ابن عساکر ج ۶ ص ۱۹۸، ۲۰۳ طبع مصر میں بھی لکھی ہے)

سلمان نے اول و آخر علم کو پالیا اور یہ معرفت کا وہ سمندر ہے جس کا پانی کم نہیں ہوتا۔

رجال کشی ص۹ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

سلمان عُلّم الاسم الاعظم سلمان فارسی کو اسم اعظم کی تعلیم دی گئی تھی۔(کذا فی البحار ج۶ ص ۷۵۵)

جناب امیر المومنینؑ ابوذر کو فرماتے تھے۔

یاأباذر إن سلمان لو حدّثك بما یعلم لقلت رحم اللّٰہ قاتل سلمان یا أباذر إن سلمان باب اللّٰہ فی الارض من عرفه کان مؤمناً ومن أنکرہ کان کافراً وإن سلمان منّا أھل البیت (بحارالانوار ج۶ ص۷۶۲ ، رجال کشی ص ۱۰)

اے ابوذر اگر سلمان اپنے معلومات تم پر ظاہر کر دیں تو تم کہہ دو گے اے اللہ قاتلِ سلمان کو بخش دے۔ اے ابوذر سلمان زمین میں اللہ کے دروازۂ معرفت ہیں جس نے ان کو پہچان لیا وہ مومن ہے اور جس نے نہ پہچانا وہ کافر ہے۔ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔

پس ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ نہ سلمانؓ غالی تھے نہ ابوذرؓ مقصر تھے بلکہ قدرت نے دونوں کو آل محمدؐ کے حقائق و اسرار سے آگاہ کیا تھا مگر جتنی معرفت سلمان کو حاصل تھی اگر ابوذرؓ کو اس کا علم ہو جاتا تو وہ اس کو کفر سمجھتے۔ان کے باقی فضائل ان کے علم بالغیب کے بیان میں لکھے جائیں گے۔

گویند غالیم بثنائے تو یا علیؑ
حق است ایں که من زثنای تو قاصرم

باب دوم

غلوو تفویض کی حقیقت

اور اس کے حدود و انحاء کابیان

قرآن مجید میں غلو کی تردید

۱۔﴿قل یااهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تقولوا علی اللّٰه الاالحق﴾(النساء)

اے رسول اہل کتاب کو کہہ دو کہ تم اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو۔اور اللہ پر حق کے سوا کچھ نہ کہو۔

۲۔﴿أم جعلوالله شرکاء خلقوا کخلقه فتشابه الخلق علیهم قل اللّٰه خالق کل شئی و هو الواحد القهّار﴾ (پارہ ۱۳ آیت ۱۶ ع ۷)

یا ان لوگوں نے اللہ کے لئے شریک بنا لئے ہیں جو اسی کی طرح خلق کرتے ہیں پس ان پر خلق کی شناخت مشتبہ ہوگئی۔اے رسول کہہ دیجیے کہ اللہ ہی ہر شئی کا خالق ہے اور وہ یکتا وقہار ہے۔

۳۔﴿اللّٰه الذی خلقکم ثمّ رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم هل من شرکاء کم من یفعل ذلك من شئ سبحانه وتعالی عمّا یشرکون﴾ (الروم)

اللہ ہی وہ پرودگار ہے جس نے تم کو خلق کیا پھر رزق دیا پھر تم کو موت دے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ کوئی تمہارے شریکوں میں سے ایسا ہے جو کہ ان میں سے کسی کو بجالائے اللہ ان تمام اشیاء سے پاک وپاکیزہ ہے جن کو یہ لوگ شریک قرار دیتے ہیں۔مندرجہ بالا اور دیگر آیات مبارکہ سے مترشح ہوتا ہے کہ مدبر کائنات خالق ورزاق محی وممیت پروردگار ہے ان امور میں اس کا کوئی شریک وسہیم نہیں جو ان صفات میں کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے گا وہ کافرومشرک ہے۔

اقوال آئمہ معصومینؑ میں

غلو و تفویض کی تردید

۱۔ بحار الانوار ج۷ ص۲۵۹ میں یاسر ''خادم'' سے مروی ہے۔

قلت للرضاؑ ما تقول فی التفویض فقال إنّ اللّٰه فوّض إلیٰ نبّیه أمر دینه فقال ما أتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا فأمّا الخلق والرزق فلا ثمّ قالؑ خالق کلّ شی هواللّٰه یقول الذی خلقکم ثمّ رزقکم ثمّ یمیتکم الخ۔

میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کی مولا تفویض کے متعلق آپ کا کیا فرمان ہے؟ امامؑ نے جواب دیا اللہ نے امور دین کو اپنے نبیؐ کے سپرد کر دیا ہے جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے جو کچھ تمہارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے آئیں اس کو قبول کر لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ باقی رہا خلق و رزق تو پس (اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں) پھر آپؑ نے فرمایا کہ اللہ ہی ہر شئے کا خالق ہے وہ خود کہتا ہے وہ اللہ ہے جس نے تم کو خلق کیا پھر رزق دیا پھر تم کو مارے گا۔

۲۔ زرارہ بن اعینؒ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی۔

إنّ رجلًا من ولد عبد الله بن سبا يقو ل بالتفويض فقال ما التفويض قلت إنّ الله خلق محمداً وعلياً ففوض إليهما فخلقا ورزقا وأماتا وأحيا فقال عليه السلام كذّب عدوالله إذا إنصرفت إليه فاتل عليه هذه الآية ﴿أم جعلوا الله شركآء﴾ الخ (بحار الانوار ج۷ ص۲۶۳)

عبداللہ بن سبا کی اولاد میں سے ایک شخص تفویض کا قائل ہے امامؑ نے فرمایا تفویض سے کیا مراد ہے میں نے کہا کہ اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ کو خلق کیا پھر تمام امور کو ان کے سپرد کر دیا انہوں نے ہی خلق کیا اور رزق دیا اور مارا اور زندہ کیا۔ پس امامؑ نے فرمایا دشمن خدا نے جھوٹ بولا ہے جب تم اس کے پاس جاؤ تو یہ آیت سنا دو۔ ﴿أم جعلوا الله شركآء﴾ الخ، جس کا ترجمہ گزر چکا ہے۔

۳۔ امام رضاؑ اپنی ایک دعا میں فرماتے تھے۔

من زعم أن إلينا الخلق وإلينا الرزق فنحن منه برّاء كبرء ة عيسى بن مريم من النصارى۔

جو یہ گمان کرے کہ خلق کرنا اور رزق دینا ہمارے سپرد ہے ہم اس سے اس طرح بیزار ہیں جس طرح حضرت عیسیٰؑ نصاریٰ سے بیزار تھے۔ (بحار الانوار ج۷ ص۲۶۳)

۴۔ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی توقیع مبارک میں وارد ہے۔

إنّ الله هوالذى خلق الأجسام وقسم الأرزاق لأ نّه ليس بجسم ولاحال فى

جسم ليس كمثله شئى وهو السميع البصير أمّا الآئمة عليهم السلام فإنّهم يسألون الله فيخلق ويسألونه فيرزق (بحارالانوار ج۷ ص۲۶۰)

اللہ ہی نے اجسام کو خلق کیا اور ارزاق کو تقسیم کیا چونکہ وہ جسم نہیں ہے اور نہ ہی کسی جسم میں حلول کئے ہوئے ہے اس کی مثل کوئی بھی نہیں ہے اور وہی سمیع و بصیر ہے لیکن آئمہؑ پس وہ سوال کرتے ہیں اور ان کے سوال سے اللہ رزق بھی دیتا ہے اور خلق بھی کرتا ہے۔

غالیوں سے میل جول رکھنے کی ممانعت

بحار الانوار ج۷ ص۲۶۶ **میں امام رضاؑ سے مروی ہے**

الغلاة كفار والمفوضة مشركون من جالسهم أو خالطهم أوشاربهم أوآكلهم أو واصلهم أوزوّجهم أوتزوج إليهم أو منهم وائتمنهم عليأمانة أو صدق حديثهم أو أعانهم بشطر كلمة خرج من ولاية الله وولايتنا أهل البيت

غالی کفار ہیں اور مفوضہ مشرک ہیں جو ان کے ساتھ مجالست کرے گا یا ان کے ساتھ کھائے پئے گا یا ان سے تعلقات قائم کریگا یا ان کی شادی کرائے گا یا ان سے شادی کرے گا یا کسی امانت پر ان کو امین سمجھے گا یا ان کی بات کی تصدیق کرے گا یا کسی بات سے ان کی اعانت کرے گا وہ اللہ اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی ولایت سے خارج ہو جائے گا۔

غلو و تفویض کامفہوم

۱۔ شیخ مفیدؒ نے شرح عقائد **میں فرمایا ہے۔**

الغلاة من المتظاهرين بالاسلام هم الذين نسبوا أميرالمؤمنينؑ والآئمة من ذرية إلىٰ الألوهية والنبّوة ووصفوهم من الفضل فى الدين والدنياإلى ما يتجاوزوا فيه الحدّ وخرجواعن القصد وهم ضلال كفارحكم فيهم أميرالمومنينؑ بالقتل والتحريق بالنار وقضت الآئمة عليهم بالإكفار والخروج عن الإسلام ۔

غالی ان مذاہب میں سے ہے جنہوں نے بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہا انہوں نے ہی امیر المومنینؑ اوران کی اولاد کو الوہیت اور نبوت کی طرف نسبت دی اور دین و دنیا میں ان کی فضیلت کو حد سے بڑھادیا اور راہ راست سے بھٹک گئے یہ لوگ گمراہ اور کافر ہیں ان کے متعلق امیر المومنینؑ نے قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا فیصلہ کیا اور آئمہ اطہارؑ نے ان کو کفر اور اسلام سے خارج ہونے کا حکم دیا ہے۔

۲۔علامہ مجلسی بحارالانوار ج۷ ص ۲٦٤ **میں فرماتے ہیں**

إنّ الغلو فی النبی والائمة علیهم الصلوة والسلام إنّما یکون بالقول بألوهیّتهم أو بکونهم شرکاء فی العبودیة والخلق والرزق أو أنّ اللّٰه حل فیهم أو إتحدّ بهم أو أنّهم یعلمون الغیب بغیر وحی أو إلهام من اللّٰه أو بالقول فی الآئمة أنّهم کانوا أنبیاء أو بالقول بتناسخ أرواح بعضهم إلی بعض أو القول بأنّ معرفتهم تغنی عن الطاعات ولا تکلیف معها بترک المعاصی والقول بکل منها إلحاد و کفر وخروج عن الدین کما دلّت علیه الأدلة العقلیة والآیات والأخبار۔ الخ۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں نبی اور آئمہ طاہرینؑ میں غلو ثابت ہے۔

۱۔نبیؐ اور آئمہ اطہارؑ کو خدا اور معبود کہا جائے۔

۲۔ان کو عبودیت خلق ورزق میں اللہ کا شریک مانا جائے۔

۳۔یہ کہا جائے کہ اللہ نے ان میں حلول کیا ہے۔

٤۔یہ کہا جائے کہ اللہ تعالی ان سے متحد ہے۔

٥۔یہ کہا جائے کہ یہ ذوات مقدسہ بغیر وحی اور الہام کے علم غیب جانتے ہیں۔

٦۔یہ کہا جائے بعض کی ارواح بعض میں متناسخ ہو جاتی ہیں۔

۷۔یہ کہا جائے کہ ان کی معرفت طاعات اور تکالیف شرعیہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔یہ سب کچھ کہنا کفر اور بے دینی ہے اور دین سے خروج ہے کئی عقلی ونقلی دلائل سے ثابت ہو چکا ہے۔

نیز تفویض ممنوع بھی چند معانی پر صادق آتی ہے۔

۱۔نبیؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام ہی خالق ورازق ومحی وممیت ہیں اور یہ سب کچھ اپنے ہی ارادے سے اور اپنی ہی قدرت سے کرتے ہیں اور فاعل حقیقی یہی ہیں۔یہ قول کفر صریح ہے۔

۲۔اللہ تعالی جملہ امور تکوینیہ کو ان کے ارادہ اور مشیت ہی سے بجالاتا ہے ایسا قول بھی درست نہیں ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالی ہر امر میں ان کے ارادہ کا تابع ہو حالانکہ خود آئمہ اطہارؑ اور انبیاء کرامؑ ہی اللہ کی مشیت وارادہ کے تابع ہیں۔ (إلّا ما أخرجه الدلیل)۔کمافی باب المعجزات وغیره یأتی تفصیله فی الجزء الثانی۔

مسئلہ تفویض میں افراط وتفریط کے مابین صحیح نظریہ اور نائب امام زمانہ علیہ السلام حضرت حسین بن روح کا قطعی فیصلہ

شیخ الاسلام والمسلمین مروج علوم الانبیاء والمرسلین علامۃ العلماء فخر المحدثین مرزا حسین النوری الطبرسی(۱) متوفی ۱۳۲۰ھ اپنی کتاب مستطاب نفس الرحمٰن فی فضائل سلمان باب٦ ص ٦٥ میں معرفت سلمان کی ایک طویل حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں

وإن إشمأزت النفوس الضعیفة والعقول السخیفة والقلوب اللاهیة والصدور الضیّقة فنزیدها غیظاً فی الصدور لتدعو بالویل والصبور بأن نردف الخبر المقدّم بما هو أصح سنداً وأضبط منه ماخذاً وأقلّ منه لفظاً وأکثر منه معناً وأوضح منه بیاناً و أرجح میزاناً وأجمع منه فضلاً وأنفع منه نقلاً حری أن یکتب بمزابر العقیان علیٰ وجنات الخالدات فی الجنان

(۱)علامہ جلیل علماء شیعہ کے اندر نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں آپ کے حالات سفینۃ البحار جلد ۱ ص۲۷٦، الکنی والالقاب جلد ۲ ص ٤٠٤ اور اعیان الشیعة جلد ۱ ص ۲۷٦ میں موجود ہیں، آپ آقائے سید محسن الحکیم دام ظلہ اور دیگر اعلام نجف اشرف کے اساتذہ کرام اور مشائخ روایت میں سے ہیں۔علامہ حسین بخش صاحب مؤلف تفسیر انوار نجف کے اجازہ سند میں بھی آپ کا اسم گرامی موجود ہے۔

كأنّهن الياقوت والمرجان وهو ماروواه فخر الأعاجم وعمد الشيعة أبوجعفر الطوسی فی كتاب الغيبة عن شيخه المفيد عن حسين بن علی بن سفيان البزوفری عن حسين بن روح ثالث السفراء قال۔

اگراس حدیث جلیل سے ضعیف نفس اور کمزور عقلیں اور غافل دل اور تنگ سینے نفرت کریں تو ہم ان کے سینوں میں غیض وغضب کی آگ کو زیادہ بھڑکاتے ہیں تاکہ یہ موت اور ہلاکت کو پکاریں وہ اس طرح کہ اس حدیث کے بعد ہم ایسی حدیث نقل کرتے ہیں جو اس حدیث سے سند میں زیادہ صحیح لفظ کے اعتبار سے کم تر اور معنی کے لحاظ سے کثیر اور بیان کے اعتبار سے زیادہ واضح اور سنجیدگی کے لحاظ سے زیادہ گراں اور فضیلت کے اعتبار سے زیادہ جامع ہے اور نقل کرنے میں زیادہ نفع بخش ہے اور اس لائق ہے کہ سونے کے قلموں سے جنات خلد بریں کی حوروں کے رخساروں پر لکھی جائے گویا کہ حسن وملاحت کی وجہ سے یاقوت ومرجان ہیں۔اور اس حدیث کو فخر الاعاجم اور عمدالشیعہ شیخ ابوجعفر طوسیؒ نے کتاب الغیبہ میں لکھا ہے اور آپ نے شیخ مفیدؒ سے نقل کیا ہے انہوں نے حسین بن علی بن سفیان بزوفری سے روایت کی ہے انہوں نے حضرت حسین بن روح ثالث السفراء سے نقل کیا ہے۔

نوٹ: قبل اس کے کہ ہم اصل روایت کو نقل کریں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ یہ حدیث کتاب الغیبہ ص ۲۰۲ طبع تبریز میں درج ہے مگر مطبوعہ نسخہ میں سلسلہ سند میں شیخ مفیدؒ کے بجائے حسین بن عبیداللہ غضائری کا نام ہے نسخہ مطبوعہ کی عبارت یوں ہے۔

أخبرنی الحسين بن عبيدالله عن أبی عبدالله حسين بن عبد الله البزوفری قال حدثنی الشيخ حسين بن روحؓ قال إختلف أصحابنا فی التفويض وغيره فمضيت إلی أبی طاہر بن بلا ل فی أيّام إستقامته فعرّفته الخلاف فقال أخّرنی فأخّرته أياماً فأخرج إلیّ حديثاً بإسناده إلیٰ أبی عبدالله قال إذا أرادالله أمراً عرضه علیٰ رسول الله ثمّ علیٰ أميرالمومنينؑ واحداً بعد واحد إلیٰ أن ينتهی إلیٰ صاحب الزمان ثمّ يخرج

إلیٰ الدنيا وإذا أراد الملائكة أن يرفعوا إلیٰ الله عملاً عرض علیٰ صاحب الزمان ثمّ يخرج إلیٰ واحد واحد إلیٰ أن يعرض علیٰ رسول الله ثمّ يعرض علیٰ الله فما نزل من الله فعلیٰ أيدهم وما عرج إلیٰ الله فعن أيديهم وما إستغنواعن الله طرفة عين۔ (كتاب الغيبة ص ۲۰۲ طبع تبريز)

مجھ کو حسین بن عبیداللہ نے خبر دی ہے انہوں نے حسین بن علی البز وفری سے روایت کی ہے انہوں نے حسین بن روح سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں تفویض وغیرہ کے متعلق اختلاف ہوا پس میں ابوطاہر علی بن بلال کے ہاں گیا جن ایام میں وہ راہ حق پر قائم تھے اور ان کے پاس میں نے اپنا اختلاف بیان کیا انہوں نے فرمایا چند روز تک ٹھہر جائیں (تاکہ میں اس معاملہ میں تحقیق کروں) چند روز کے بعد میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے اپنے اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث پیش کی کہ جب اللہ کسی امر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو پہلے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کرتا ہے پھر امیر المومنینؑ پر پھر یکے بعد دیگرے باقی آئمہ اطہارؑ پر یہاں تک کہ اس امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے پاس پیش کیا جاتا ہے اور پھر دنیا میں نافذ کیا جاتا ہے اور جب فرشتے چاہتے ہیں کہ کسی عمل کو اللہ کے پاس پیش کریں تو پہلے وہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے پاس پیش کیا جاتا ہے پھر یکے بعد دیگرے باقی آئمہؑ کے پاس یہاں تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتا ہے اور پھر خدا کے پاس پیش ہوتا ہے پس جو کچھ اللہ کی طرف نازل ہوتا ہے وہ آنحضرت اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے ہاتھوں پر نازل ہوتا ہے اور جو کچھ اللہ کی طرف جاتا ہے وہ آنحضرتؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کے ہاتھوں سے جاتا ہے اور وہ چشم زدن سی دیر بھی اللہ سے مستغنی نہیں ہوتے۔(۱)

(۱) ناظرین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ مذکورہ میں تمام آئمہ معصومینؑ کا یہی مسلک ہے چونکہ متعدد احادیث بتلاتی ہیں کہ إنّ كلام أولّنا مثل كلام آخرنا (بحاراول ص ۱۴۷) ہمارے اول کا کلام آخر کلام کی طرح ہے نیز اصول الشریعہ ص ۹ میں ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ میں سے جو ایک کا نظریہ ہوتا ہے وہی تمام دوسرے آئمہؑ کا ہوتا ہے۔فاعتبروا يا أولی الأبصار۔

یہ نظریہ افراط و تفریط کی درمیانی راہ ھے

۱۔علامہ مرزا حسین نوری اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وھذا الخبر رواہ فی جملة احوال أبی القاسم حسین بن روح وحاشاہ أن یروی مایوھم منه الغلو والارتفاع وما یعضد فیه رفع الجدا ل والنزاع (نفس الرحمٰن ص ٦٦)

اس حدیث کو شیخ طوسی نے ابوالقاسم حسین بن روح کے حالات میں نقل کیا ہے اور ہم حسین بن روح کی شخصیت کو بالا و برتر سمجھتے ہیں کہ وہ ایسی روایت نقل کریں جس سے غلو ومبالغہ کا وہم پیدا ہو اور جس سے جدال وفساد اٹھانے میں مدد ملے۔

۲۔حضرت آیۃ اللہ آقائے سید محمود شاہرودی مجتہد حوزہ علمیہ نجف اشرف سے دریافت کیا گیا

ماتقولون فی حدیث رواہ الشیخ فی کتاب الغیبة ص۲۵۲ عن حسین بن روح ھل المعتقد بمفاد ھذاالحدیث یدخل فی زمرة الغلاة والمفوضة أم لا؟ کیا فرماتے ہیں جناب والا اس حدیث کے متعلق جو شیخ طوسی نے کتاب الغیبہ ص۲۵۲ میں حسین بن روح سے نقل کی ہے کیا اس حدیث کے مفاد پر اعتقاد رکھنے والا غلاۃ ومفوضہ کے فرقہ کے شمار ہوگا یا نہیں ہوگا؟

چنانچہ آپ جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ المعتقد بھذا الحدیث لا یدخل فی زمرة الغلاة والمفوضة ۔اس حدیث کے مفاد پر اعتقاد رکھنے والا غلاۃ ومفوضہ میں شمار نہیں ہوسکتا۔

۳۔شیخ طوسیؒ نے حدیث مذکور کو بسند معتبر بلا ردوقدح نقل کیا ہے جس سے واضح ہے کہ موصوف کا عمل وعقیدہ اس حدیث کے مفاد کے مطابق تھا چونکہ علم اصول حدیث میں مبرہن ہو چکا ہے کہ متقدمین علماء اپنے عمل وعقیدہ کے مطابق روایات جمع کرتے تھے چنانچہ مؤلف اصول الشریعہ علامہ محمد حسین صاحب رسالہ المبلغ سرگودھا کے خصوصی شمارہ محمدیہ جنتری ۱۹۶۵ ص۶۲ پر ایک مضمون میں فرماتے ہیں ”متقدمین کے کسی مسئلہ میں نظریہ معلوم کرنے کا طریقہ

یہی ہے کہ ان کی جمع کردہ احادیث کے مفہوم کو دیکھا جاتا ہے کیونکہ وہ جن احادیث کو اپنی کتب میں جمع کرتے ہیں ان کا عقیدہ وعمل بھی ان کے موافق ہوتا ہے علیحدہ تصریح کی ضرورت نہیں ہوتی“۔

٤۔بحر العلوم الشرعیہ خاتم المحدثین حضرت علامہ حسین نوری متوفی ۱۳۲۰ھ نے اس حدیث مبارک کے متعلق اپنی رائے حصیف کا اظہار فرمایا ہے جس کو ہم درج کر چکے ہیں۔نیز اپنی دوسری کتاب النجم الثاقب ص ٤٥١ میں بھی درج فرمایا ہے اور لکھا ہے شیخ طوسیؒ در کتاب الغیبة روایت کردہ بسند معتبر(۱) از ابوالقاسم حسین بن روح ،الخ۔

جس سے واضح طور پر علامہ موصوف کا نظریہ وعقیدہ ثابت ہے۔مرزا محمد حسن شیرازی تقریظ النجم الثاقب میں فرماتے ہیں دررفع شبه و تصحیح عقیدہ بر متدین مراجعش لازم است دین دار انسان کے لئے شبہات دور کرنے کے لئے اور عقیدہ درست کرنے کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ (از مطبوعه مطبعه اسلامیه تهران)

٥۔زبدۃ العارفین فخر المحدثین حضرت علامہ سید مہدی تنکابنی معاصر علامہ نوری نے اپنی کتاب مستطاب طوالع الانوار ص۱۲۹،۱۳۰ پر اس حدیث مبارک کو بلا ردوقدح نقل کیا ہے جس سے موصوف کا عقیدہ واضح طور پر ثابت ہے۔

٦۔خاتم العلماء والمحدثین رئیس الفقہاء والمورخین شیخ عباسی قمی متوفی ۱۳۵۹ھ نے اپنی کتاب

(۱) شیخ محمد حسین ڈھکو مؤلف اصول الشریعہ رسالہ سواء السبیل ص۴۸ بحوالہ ہدیۃ المومنین ص۶۴ میں رقمطراز ہیں کہ حدیث معتبر اس کو کہا جاتا ہے جس کے قابل اعتبار واعتماد ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہو خواہ سنداً صحیح ہو یا حسن یا موثق۔منجملہ قسم حدیث کے ایک قسم معتبر ہے اور یہ وہ حدیث ہے جس کی سند یا تو صحیح یا حسن یا موثق ہو یا ان کتب معتبرہ میں موجود ہو جن کے قابل اعتماد ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہو۔نیز توضیح المقال ص۵۷ میں ہے۔ المعتبر ما عمل الجمیع أو الأکثر منه أو أُقیم الدلائل علیه باعتبارہ ۔ معتبر حدیث وہ ہے جس پر تمام یا اکثر علماء کا عمل ہو یا اس کے معتبر ہونے پر دلائل قائم ہو چکے ہوں۔ان اقوال سے حدیث کی قدر ومنزلت کا اندازہ لگائیے۔

مستطاب منتھی الامال فی تاریخ النبی والآل جلد ۲ ص ۵۵۳ میں اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے۔

حدیث مذکور کا سلسلۂ سند
اور علم رجال کی تحقیق

۱۔ **شیخ الطائفہ محمد بن حسن الطوسی متوفی ۴۶۰ھ** الکنی والالقاب ج ۲ ص ۳۵۷، منتھی المقال ص ۲۶۹، خلاصۃ الاقوال ص ۷۲، احسن الفوائد ۲۱ میں ان کے حالات ملاحظہ ہوں (۱) رجال نجاشی میں ہے۔

شیخُ الإمامیة رئیس الطائفة جلیل القدر عظیم المنزلة ثقة صدوق عارف بالأخبار والرجال۔

آپ ملت جعفریہ کے بزرگ اور رئیس ہیں نہایت ہی جلیل القدر اور عظیم المنزلت ثقہ اور راست گو ہیں اور احادیث ورجال سے خوب واقف ہیں۔

۲۔ **شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان بغدادی متوفی ۴۱۳ھ۔**

صاحب احسن الفوائد فی شرح العقائد ص ۱۸ پر فرماتے ہیں "یہ بزرگوار اپنی عظمت وجلالت اور معرفت وشہرت کی وجہ سے محتاج تعارف نہیں بھلا اس شخص کی وصف ہو ہی کیونکر سکتی ہے جس کو امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف "الأخ الرشید" کے جلیل القدر خطاب سے مخاطب فرمائیں۔ الخ۔

علامہ نوریؒ نے نفس الرحمٰن ص ۶۶ میں آپ کو بھی اس روایت کے ناقلین میں شمار کیا ہے۔

۳۔ **ابوعبداللہ حسین بن عبیداللہ غضائریؒ**۔ آپ شیخ طوسی کے جلیل القدر اساتذۂ کرام میں شمار ہوتے ہیں۔ علامہ مجلسی بحار اول ص ۱۶ میں فرماتے ہیں۔ إنّ الحسین من أجّلة الثقات

(۱) نیز آپ کے حالات مندرجہ ذیل کتب میں بھی منقول ہیں، مستدرک علامۃ نوری ج ۳ ص ۵۰۵، تاریخ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۲۲، تاریخ ابن کثیر ج ۱۲ ص ۹۷، لسان المیزان ج ۵ ص ۱۳۵، طبقات سبکی ج ۳ ص ۵۱، کشف الظنون ج ۱ ص ۳۱۱، حواشی ملل ونحل ج ۱ ص ۳۳۰ ط مصر۔

حسین غضائری جلیل القدر ثقات میں شمار ہوتے ہیں۔ شیخ عباس قمی سفینة البحار جلد ۱ ص ۲۷۴ میں فرماتے ہیں وجه الشیعة و شیخ مشائخهم صاحب وجاہت اور علماء و مشائخ کے استاد تھے۔(۱)

۴۔ **حسین بن علی بن سفیان بزوفریؒ۔**

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار میں ج ۱۳ ص ۸۶ ان کو امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے سفراء خواص میں شمار کرتے ہیں جلیل القدر بزرگ اور ثقۂ عظیم ہیں۔(۲)

۵۔ **حسین بن روح نوبختی متوفی ۳۲۶ھ۔**

آپ کی ذات گرامی کے لئے یہی کافی ہے کہ محمد بن عثمان عمری نے امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے حکم سے ان کو نائب بنایا اور حکم دیا کہ یہی میرے بعد امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے سفیر خاص ہیں اپنے مہمات دینیہ میں ان کی طرف رجوع کرو یہ نہایت ہی امانت دار ثقہ ہیں۔ آپ کی عظمت وجلالت و وثاقت محتاج تعارف نہیں یہی کافی ہے کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے نائب خاص تھے بلکہ علامہ قمیؒ نے مفاتیح الجنان ص ۴۹۳ میں فرمایا ہے بعضیاز علماء قائل بعصمت ایشاں شدہ بعض علماء شیعہ ان کی عصمت کے قائل ہو گئے ہیں۔(۳)

(۱) مزید تحقیق کے لیے مندرجہ ذیل کتب کی طرف مراجعت فرمائیں: رجال ابوعلی حائری ص ۱۱۱ ھ، رجال نجاشی ص ۵۱، امل الآمل ص ۴۲ اور خلاصۃ الاقوال فی احوال الرجال ص ۲۶، الکنی والالقاب ج ۲ ص ۴۵۵، قصص العلماء ص ۲۰۲، علامۃ تنکابنی ط بمبئی۔

(۲) بحار الانوار ج ۱۳ ص ۸۶، منتھی المقال ص ۱۱۲ الکنی والالقاب جلد ۲ ص ۷۲ سفینة البحارج ص ۳۷۵ امل الآمل ص ۴۲ ابو حبیزة ص ۱۵۰، خلاصۃ الاقوال علامہ حلی ص ۲۵۔

(۳) بحار جلد ۱۳ ص ۹۶ میں مروی ہے کہ من طعن علىٰ أبی القاسم فقد طعن علىٰ أبی جعفر وطعن علىٰ الحجّة، جو شخص ابوالقاسم حسین بن روح پر طعن کرے گا گویا کہ اس نے امام علی نقی اور امام آخر الزمان علیہما السلام پر طعن کی۔ مزید حالات کے لئے حق الیقین ص ۳۴۴ کتاب الغیبة شیخ طوسی ص ۲۱۰ بحارج ۱۳ ص ۹۶ کی طرف رجوع فرمایا جائے نیز سفینة البحار جلد اول ص ۲۷۲ ملاحظہ ہو۔

٦۔ابوطاہر محمد بن علی بن بلال بلالیؒ امام عسکری علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی تھے آپ کی قدر و منزلت امامؑ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو آپ نے اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری کی طرف ایک مکتوب میں تحریر فرمائے۔ يا اسحاق إقراء كتابنا علىٰ البلالى عنه فإنّه الثقة المامون العارف بما يجب عليه ۔(رجال کشی ص ٣٥٧، بحارالانوار ج ١٣ ص ٢٥)

اے اسحاق ہمارا یہ خط بلالی کو بھی سنا دینا جو کہ نہایت ہی امین اور ثقہ ہیں اور اپنے فرائض وواجبات کو خوب پہچانتے ہیں۔ نیز حسین بن روح مسائل مشکلہ کو حل کرنے میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ علوم شرعیہ میں مرجع علماء تھے۔ علامہ حلیؒ خلاصہ ص ٦٩ اور ابوعلی حائری منتهى المقال ص ٢٨٦، ٣٦٠ میں فرماتے ہیں من أصحاب أبى محمد العسكرى ثقة آپ امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی ہیں اور نہایت ہی معتبر ہیں۔

اس حدیث مبارک کو حسین بن روحؒ کا تسلیم کر لینا اور ان علماء اعلام کا اس کو بسند معتبر نقل کرنا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ ان سب کا عقیدہ اس کے موافق تھا۔

آل محمد علیهم السلام کے توسط سے رحمت تقسیم ھوتی ھے

علامہ مجلسی رسالہ سیر و سلوک ص٦٨ میں فرماتے ہیں

فكذلك فى إفاضة سائر الفيوض والكمالات هم وسائط بين ربّهم وبين سائر الموجودات فكلّ فيض يبتدء بهم عليهم السلام ثم ينقسم على سائر الخلق ۔ اسی طرح آئمہ معصومینؑ تمام فیوض وکمالات کو جاری کرنے میں تمام موجودات اور رب کے مابین واسطہ ہیں پس ہر فیض پہلے ان تک پہنچتا ہے پھر ساری مخلوق پر تقسیم ہوتا ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ وبتوسطهم تفيض الرحمة على سائر الموجودات۔

ان کے واسطہ سے رحمت تمام موجودات تک پہنچتی ہے اور ان ذوات مقدسہ پر صلوات بھیجنے کا مقصد بھی یہی ہے تاکہ تمام رحمتیں اور فیوض ان تک آئیں اور پھر تمام مخلوقات پر تقسیم ہوسکیں۔

بندوں کے رزق آئمہ معصومین علیهم السلام کے دستهائے مبارکہ سے جاری کئے جاتے هیں

امام زین العابدین علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی ابو حمزہ ثمالیؒ روایت کرتے ہیں کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔

يا أبا حمزة لاتنا م من قبل طلوع الشمس فإنى أكرهها لك إن اللّٰه يقسم فى ذلك الوقت أرزاق العباد وعلى أيدينا يجريها۔

اے ابوحمزہ طلوع شمس سے قبل نہ سویا کرو چونکہ اللہ تعالی اسوقت بندوں کے رزق تقسیم کرتا ہے اور ہمارے ہاتھوں پر جاری فرماتا ہے۔ اس حدیث کو مندرجہ ذیل علماء اعلام نے نقل کیا ہے۔

محمد بن حسن بن صفارؒ متوفی ٢٩٠ ھ۔

آپ کلینیؒ کے استاد اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے جلیل القدر ثقہ صحابی ہیں۔ آپ کا تذکرہ مندرجہ ذیل کتب میں آتا ہے رجال نجاشی ص ٢٥١، رجال احمد ارد بیلی، جامع الرواۃ جلد ٣ ص ٩٣، رجال مامقانی، تنقیح المقال جلد ٣ ص ١٠٣، رجال ابو علی ص ١٥٩، الذریعة فی تصانیف الشیعة ج ٣ ص ١٤٠، بحارالانوار جلد ١ ص ٥، مناقب ابن شهر آشوب جلد ٥ ص ١٢٦، سفینة البحار ج ١ ص ٢١٩، الکنی والالقاب ج ٢ ص ٣٧٩۔

آپ کی کتاب بصائر الدرجات کے متعلق علامہ محمد حسین مؤلف اصول الشریعہ رسالہ المبلغ کے جنتری نمبر ١٩٦٥ء ص ٦٢ میں فرماتے ہیں ''اس شیخ جلیل وثقہ عظیم القدر متوفی ٢٩٠ھ کی کتاب مستطاب بصائر درجات علماء اعلام کے درمیان متداول ومقبول ہے''

علامہ مجلسی بحارالانوار اول ص ٥ میں فرماتے ہیں۔

بصائر الدرجات للثقة العظيم الشان محمد بن حسن الصفار أصل من الاصول المعتبرة التى روىٰ عنها الكلينى۔

بصائر الدرجات ثقہ عظیم الشان محمد بن حسن الصفار کی ہے جو کہ ان اصول معتبرہ میں سے ہے جن سے کلینیؒ نے استفادہ کیا، آپ نے اپنی کتاب بصائر الدرجات ص۳۴۳ طبع جدید تبریز و طبع قدیم ص۹۹ جلد ۷ باب ۱۴ حدیث نمبر۸۔ فرمایا ہے۔

حدثنا محمد بن عبد الجبار عن الحسن بن الحسين اللؤلؤى عن أحمد بن حسن الميثمى عن صالح عن أبي حمزة الثمالى عن على بن الحسينؑ۔

آپ کے ان اساتذۂ روایت کی تحقیق علم رجال کی روشنی میں یہ ہے۔

۱۔محمد بن عبدالجبار قمی۔

امام محمد تقی علیہ السلام، امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی اور خادم تھے جو تمام علماء رجال کے نزدیک بالاتفاق ثقہ جلیل ہیں۔(منتهى المقال ص۲۷۸ سفينة البحار ج۲ ص۳۲۶، خلاصة ص۶۹ وجيزة ص۱۶۳، كشف الغمة ص۳۰۵، الدمعة الساكبة ص۶۴۷)۔

۲۔حسن بن حسین اللؤلوی۔

نجاشی بحرانی حائری اور علامہ حلی وغیرہ نے ان کو ثقہ تسلیم کیا ہے۔(منتهى المقا ل ص۹۲ رجال نجاشی ص۲۹ خلاصة الاقوال ص۲۱)۔

۳۔احمد بن حسن میثمی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے صحابی عظیم القدر ہیں شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں صحيح الحديث سليم ان کی حدیث صحیح وسالم ہے۔نجاشی فرماتے ہیں روى عن الرضاؑ ثقة صحيح الحديث متعمد عليه۔امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں، ثقہ ہیں ان کی حدیث صحیح اور قابل اعتماد ہوتی ہے۔(جامع الرواة ج۱ ص۴۴، رجال نجاشی ص۵۵، تاريخ امام موسىٰ كاظمؑ ج۲ ص۱۹۷ طبع نجف، رجال حائرى ص۳۲، ص۳۶۸، ص۳۷۴، الوجيزة ص۱۴۴، خلاصة الاقوال ص۹۶)۔

علامہ شیخ طوسیؒ اور رجال نجاشی کی اس تصریح سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان پر واقفی المذہب ہونے کا

الزام غلط اور بے بنیاد ہے چونکہ مشہور عالم علم درایت صدر الدین عاملی شرح الوجیزہ ص۱۴۸ میں فرماتے ہیں۔الصدوق الضابط الغير الامامى لا يصفونه المتقدمون بصحيح الحديث بل بمقبول الحديث۔ وہ غیر شیعہ راوی جو کہ راست گو ہو علماء رجال متقدمین اس کو صحیح الحدیث کے لفظ سے یاد نہیں کرتے بلکہ مقبول الحدیث لکھتے ہیں۔اسی طرح علامہ باقر بہبہانی فرماتے ہیں۔روايته عن الرضا تدلّ على رجوعه عن الوقف لأنّهم كانوا أعداء(حاشية منهج المقال استر آبادى)۔

ان کا امام رضا علیہ السلام سے روایت کرنا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ مذہب واقفیہ سے رجوع کر چکے تھے چونکہ واقفیہ تو امام رضا علیہ السلام کے دشمن تھے۔

۴۔صالح بن خالد محاملی۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی ہیں جن کے ثقہ ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔(ملاحظہ ہو رجال مامقانی تنقيح المقال ج ۲ ص۹۲، رجال حائرى، منتهى المقال ص۱۶۲، نجاشی ۱۴۲)۔

۵۔محمد بن حسن بن زیاد میثمی۔

علامہ ہاشم بحرانی نے سلسلۂ سند میں آپ کا نام بھی درج کیا ہے آپ امام رضا علیہ السلام کے ثقہ صحابی ہیں۔(منتهى المقال ص ۲۶۸ رجال نجاشی ص ۲۵۷ خلاصة ص ۷۸)۔

۶۔ابو حمزہ ثابت بن دینار ثمالی متوفی ۱۵۰ھ۔

امام زین العابدین علیہ السلام سے لے کر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تک آئمہ معصومین علیہم السلام کے صحابی ہیں رجال نجاشی ص ۸۳ میں ہے كان من خيار أصحابنا وثقاتهم ومعتمديهم فى الرواية ۔ہمارے اصحاب میں نہایت ہی معتمد علیہ اور معتبر راویوں میں سے ہیں۔رجال کشی ص۱۳۳ ص۲۰۲، رجال نجاشی ص۸۳ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ أبوحمزه فى زمانه كسلمان فى زمانه وذلك أنّه خدم منّا

أربعة۔ ابوحمزہ اپنے زمانہ میں سلمان فارسیؓ کی مانند تھے چونکہ انہوں نے ہم میں چار آئمہ اہل بیتؑ کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے منتھی المقال ص ۷۱ میں ہے الرجل فی أعلیٰ درجات العدالة ۔ یہ راوی عدالت کے بلند ترین درجات پر فائز ہے۔ (آپ کا ذکر بصائر الدرجات ص۲۶۳ اور سفینة البحار ج ۱ ص۳۳۹ میں بھی موجود ہے نیز الکنی والالقاب جلد۲ ص۱۱۸ بھی ملاحظہ ہو۔ منتھی المقال ص ۷۱)۔

۷۔ علامہ محمد باقر مجلسیؒ۔

بحارالانوار ج ۱۱ ص۶ و ط کمپانی ص۸ نیز جلد۱۶ ص ۴۱ میں اس حدیث کو نقل فرماتے ہیں آپ کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں ہے۔

۸۔ علامہ سید ہاشم بن سلیمان البحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ۔

علامہ قمیؒ فرماتے ہیں لم یسبق إلیه سابق سویٰ المجلسیؒ ۔ آپ کے رتبہ کو علامہ مجلسیؒ کے علاوہ کوئی نہیں پہنچا۔ آپ کے حالات امل الآمل ص۷۳، روضات الجنات ص۷۳۶، الکنی والالقاب ج ۶ ص ۸۷، سفینة البحار ۲ ص۷۱۷ میں ہیں۔ آپ نے یہ حدیث تفسیر برهان ج ۲ ص ۲۰۱ طبع جدید وطبع قدیم ص۷۷۴ میں اور مدینة المعاجز ص ۳۲۲ میں نقل کی ہے۔

۹۔ علامہ محمد باقر بن عبدالکریم اصفہانی بہبانی۔(۱)

آپ نے یہ حدیث جلیل اپنی تالیف منیف الدمعة الساکبه ص ۳۸۲ میں درج فرمائی ہے۔

۱۰۔ فخرالمحدثین حضرت علامہ شیخ عباس بن محمد رضا قمیؒ۔

آپ نے یہ حدیث جلیل اپنی تالیف منیف سفینةالبحار ج۲ ص ۶۲۴ میں درج فرمائی ہے۔

۱۱۔ علامہ شیخ عبدالنبی تو سیرگانیؒ۔

---

(۱) شیخ عباس قمیؒ اس عالم جلیل کے متعلق فوائد الرضویه ص۵٤٦ میں تحریر فرماتے ہیں ''شیخ جلیل صالح ورع متقی محدث متتبع صاحب کتاب الدمعۃ الساکبۃ وآں کتاب پراز فائدۃ است'' آپ جلیل القدر نیک سیرت زاہد متقی اور محقق محدث تھے آپ کی کتاب الدمعۃ ساکبۃ بہت سے فوائد علمیہ سے مالا مال ہے۔

آپ نے اپنی کتاب لئالی الاخبار میں ج ۱ ص ۱۶۱ اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

۱۲۔ فخر العلماء سید رضی الدین تبریزی۔

آپ نے اس حدیث کو کتاب القطرة من بحار مناقب النبی والعترة جلد۱ ص ۱۹۱ میں نقل کیا ہے۔

۱۳۔ مولانا عبدالعلی الساقی (والد مرحوم) قدس سرّہ متوفی ۱۳۸۳ھ۔

آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف منیف مواعظ المجالس ج ۱ ص ۱۲۸ میں نقل کی ہے۔

شب قدر میں امور تکوینیه کی تفصیل آئمه معصومینؑ کی خدمت میں پہنچائی جاتی ہے

تفسیر صافی ۶۵۹، تفسیر قمی ص۷۳۲، تفسیر برهان ص۱٤۰۷ میں مروی ہے۔

إنّ اللّٰه یقدر فیها الآجال وکل أمر یحدث من موت أو حیٰوة أو خصب أو جدب أو خیر أو کما قال اللّٰه فیها یفرق کل أمرحکیم إلیٰ سنة تنزل الملائکة والروح القدس علی إمام الزمان ویدفعون إلیه ما کتبوه من هذه الامور۔

اس شب قدر میں اللہ آجال وارزاق اور اگلے سال تک واقع ہونے والے امور موت وحیات، زرخیزی، قحط سالی، خیر وشر اور تمام امور کو مقدر کرتا ہے اور ملائکہ اور روح القدس ان امور کو لے کر امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے پاس پہنچتے ہیں اور نوشتہ کو ان کے سپرد کرتے ہیں۔

۲۔ بصائرالدرجات ج۵ باب نمبر ۳ میں امام صادق آل محمدؑ سے مروی ہے۔

إنّ لیلة القدر یکتب فیها فی السنة إلیٰ مثلها من خیروشر أو موت ۔ أوحیوة أو مطر ویکتب فیها وفد الحاجّ ثمّ یقضی ذلك إلیٰ أهل الارض قلتُ إلیٰ من أهل الارض قال من تری۔

لیلۃ القدر میں آئندہ سال تک ہونے والے امور خیر وشر موت وحیات اور حاجیوں کے وفدوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور وہ اہل زمیں کی خدمت میں پہنچائے جاتے ہیں میں نے کہا اہل زمین میں سے کس کے پاس فرمایا جس کو تم دیکھو رہے ہو۔

۳۔بصائر الدرجات ج ۲ باب نمبر ۱۷ کتاب المحتضر ص ۱۱٤ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے۔

مامن ملك يهبط اللّٰه فی أمر إلّا وبدء بالامام فعرض ذلك عليه ۔ جو فرشتہ کوئی حکم لے کر زمین پر اترتا ہے وہ پہلے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور حکم الٰہی کو امامؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔

۴۔فروع کافی ج ۱ ص ۵۹۷ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت ماثورہ میں وارد ہوا ہے۔

إرادة الرّب فی مقاديرأموره تهبط إليكم و تخرج من بيوتكم ۔

اللہ کا ارادہ اپنے امور مقدرہ کے متعلق آپ ہی کے گھروں میں نازل ہوتا ہے اور آپ ہی کے گھروں سے صادر ہوتا ہے۔

۵۔بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۵۸ میں ابوجعفر محمد بن جعفر حمیری کی طرف صادر ہونے والی زیارت ناحیہ میں آتا ہے۔

ومن تقديره منايح العطاياوبكم إنفاذ وما من شی وإلّاوأنتم له السبب۔

مخلوق کو عطا کیے جانے والے ارزاق اللہ کی تقدیر سے ہوتے ہیں اور ان کا نفاذ آپ ہی کے ذریعے ہوتا ہے اور ہر شے کے آپ ہی سبب اور باعث ہیں۔

۶۔تفسیر قمی ص ۶۱۵، تفسیر برہان ۹۹۷ میں ﴿فيها يفرق كل أمر حكيم﴾ کی تفسیر میں امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور امام رضا علیہم السلام سے مروی ہے۔ كلّ أمر من الحق والباطل وما يكون فی تلك السنة وله فيه بدء و مشّية يقدم مايشاء ويؤخّر مايشاء من الآجال والأرزاق والبلايا والامراض ويزيد فيها مايشاء وينقص مايشاء و يلقيه رسول اللّٰه إلىٰ أميرالمومنينؑ و يلقيه

أميرالمومنين إلى الائمة حتی ينتهی إلىٰ صاحب الزمان ۔

اللہ ہر شب قدر میں ہر امر حق و باطل اور ہر سال میں ہونے والے امور کائنہ جن میں اس کی بدء ومشیت ہوتی ہے ان میں اپنی مشیت کے مطابق تقدیم وتاخیر کرتا ہے ان امور میں سے آجال ارزاق مصائب وامراض ہیں جن میں اللہ زیادتی اور کمی کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان امور کو جناب امیر المومنین علیہ السلام تک پہنچاتے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام ان کو باقی آئمہ طاہرینؑ کی طرف یہاں تک کہ یہ امور امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف تک پہنچتے ہیں۔

۷۔بصائر الدرجات ج ۵ باب ۳ میں اسی قسم کی ایک روایت میں امام صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ثمّ ينهی ذلك ويمضی إلىٰ صاحبكم ولولا ذلك لم يعلم مايكون فی تلك السنة۔ پھر ان امور تکوینی کو تمہارے امامؑ کی خدمت میں پہنچا دیا جاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو سال بھر میں ہونے والے امور کا علم بھی نہ ہوتا۔

۸۔کتاب الغیبہ شیخ طوسی ص ۲۵۲ میں حسین بن روح سے مروی ہے۔جس کو ہم نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے اپنی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت ہے۔ مانزل اللّٰه فعلىٰ أيديهم وماعرج إلىٰ اللّٰه فمن أيديهم وما إستغنواعن اللّٰه طرفة عين ۔ جو کچھ اللہ کی طرف سے مخلوقات پر نازل ہوتا ہے وہ آئمہ معصومینؑ کے دستہائے مبارکہ پر نازل ہوتا ہے اور جو کچھ یہاں سے اس طرف جاتا ہے وہ ان کے ہاتھوں سے ہو کر جاتا ہے اور یہ چشم زدن جتنی دیر بھی اللہ سے مستغنی نہیں ہیں۔

یہ صحیح الاسناد روایت تمام سابقہ روایات کا مفہوم واضح کر دیتی ہے کہ حق تعالی اپنے تمام مقدر امور کے احکام کو پہلے ان ذوات مقدسہ کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور پھر ان کو کائنات میں ملائکہ کے ذریعے نافذ و رائج کرتا ہے۔جس کا مقصد محض ان حضرات معصومینؑ کی عظمت وجلالت ورفعت شان کا اظہار ہے نہ یہ کہ ذوات مقدسہ اس کے افعال واختیارات میں شریک

یا مشاور ہیں جیسا کہ علامہ مجلسی نے بحار الانوار ج ۷ ص ۲٦٤ میں فرمایا ہے۔

إنّـه لاينزل ملك من السماء لأمر إلّا بدء بهم فليس ذلك لمدخليتهم في ذلك وللإستشارة بل لـه الخلق والأمر وليس ذلك إلّا لتشريفهم وإكرامهم وإظهار رفعة مقامتهم۔

جو فرشتہ بھی آسمان سے کوئی حکم لے کر نازل ہوتا ہے وہ پہلے ان کے پاس حاضر ہوتا ہے جس کا مقصد یہ نہیں کہ وہ ان امور میں مداخلت رکھتے ہیں یا اللہ ان سے مشورہ طلب کرتا ہے بلکہ اسی کیلئے خلق و امر ہے یہ سب محض ان کی عظمت شان و رفعت مقام کے اظہار کے لئے ہے اور یہی نظریہ در حقیقت افراط و تفریط سے بالاتر ہے۔

آئمہ معصومینؑ کائنات عالم میں ہر چیز کے خازن ہیں

بحار الانوار ج ۷ ص ۱۵٤ میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔

إنّ الله خلقنا فأكرم خلقنا وفضّلنا وجعلنا أُمنائه وحفظته وخزانه علىٰ ما في السماوات والارض۔ اللہ نے ہم کو پیدا کیا اور ہماری خلقت کو بہترین خلقت قرار دیا اور ہمیں فضلیت عطاء کی اور آسمانوں اور زمین کے مابین ہر شے پر ہمیں اپنا خازن امین اور محافظ قرار دیا۔

مرآۃ الانوار ص ۵ ' تفسیر قمی ص ٦۰٦ ' تفسیر برهان ص ۹۷۹ ' تفسیر صافی ٤۵۹ ' تفسیر مقبول ص ۹۷٦ ' بصائر الدرجات ص ۱۰٦ ' طبع جدید ج ۲ باب ۱۹ ص ۲۹ طبع قدیم میں اور بحار ج ۷ ص ۳۰۱ میں امام جعفر صادقؑ سے جناب امیر المومنینؑ کے متعلق منقول ہے۔

إنّـه تعالىٰ جعلـه خازنـه علىٰ ما في السموات ومافي الأرض من شي وإئتمنـه عليه۔ اللہ تعالی نے امیر المومنینؑ کو آسمانوں اور زمینوں کے مابین ہر شے کا خازن اور

امین قرار دیا ہے۔

رجال سند

۱۔ عبد اللہ بن عامر اشعری۔ رجال نجاشی میں ہے شيخ من وجوه أصحابنا ثقة ہمارے جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ (منتهى المقال ص ۱۸٦ ' رجال نجاشی ص ۱۵۱)

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن خالد البرقی۔ امام رضاؑ کے جلیل القدر اور ثقہ صحابی ہیں۔ رجال منتهى المقال ص ۲۷۲، خلاصة ص ۵۲ تنقيح المقال ج ۳ ص ۱۱۳، علامة شيخ عبدالله مامقانیؒ۔

۳۔ حسین بن عثمان عامری۔ فاضل جلیل اور ثقہ ہیں۔ (خلاصہ ص ۲٤ ' رجال نجاشی ص ۳۹)

۴۔ محمد بن فضیل بن کثیر۔ امام رضا اور امام موسی کاظم علیہما السلام کے جلیل القدر اور ثقہ صحابی ہیں۔ خلاصة ص ٦۷، نجاشی ص ۲٦۰ بحار ج ۱۲ ص ۷۷، مناقب جلد ۵ ص ۹۹۔

(۵)۔ ابو حمزہ ثمالی۔ جلیل القدر صحابی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ رجال کشی ص ۳۰۲ اور منتهى المقال ص ۷۱ میں انکا ذکر ملاحظہ ہو۔

مسئلہ مذکورہ کے متعلق بعض علماء شیعہ کا وضاحتی بیان

۱۔ سید المتکلمین علامہ اسماعیل نوری الطبرسی کفاية الموحدين ج ۱ ص ۲٤۹ میں فرماتے ہیں همہ ملائکہ و سائر خلق خدام و عتبہ بوس درگاه آں بزرگواراں اندو خدائے تعالی ایشاں را ولی کافہ کائنات نمودہ ازملائکہ انبیاء وارضین وسماوات آنچہ درآنہا ست کہ ازبرائے ایشاں ست تصرف درآنہا بأمر واذن حضرت آفریدگار و ہیچ ملکے عملے نمی نمایند

وحرکتی نمی کنند مگر بإذن ایشاں۔ تمام ملائکہ اور ساری مخلوقات ان بزرگواروں کی خادم اور عتبہ بوس درگاہ ہے۔ اللہ تعالی نے ان تمام زمینوں آسمانوں اور انبیاء وملائکہ کا حاکم قرار دیا ہے اور یہ کہ ان کے اندر اللہ کے حکم سے تصرف کرتے ہیں اور کوئی فرشتہ حرکت نہیں کرتا اور کوئی عمل نہیں کرتا مگر ان کے حکم کے ساتھ۔

فاضل مؤلف نے اصول الشریعہ ص ۹۶ کے حوالہ نمبر ۱۰ میں جہاں اسی کتاب کا حوالہ نقل کیا ہے کہ ''آئمہ فرشتوں کی طرح نوکر چاکر نہیں کہ امور کائنات انجام دیں'' اس مقام پر نصف عبارت نقل کر کے شیخ صاحب نے ''الخ'' کا نشان بنا کر بقیہ عبارت کو درج نہیں کیا حالانکہ مندرجہ بالا عبارت بھی اسی عبارت کا دوسرا حصہ ہے۔ ہم اس سلسلہ میں مؤلف کی خدمت میں معذرت کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ کیا نقل روایت میں اس قسم کی قطع و برید حقائق سے چشم پوشی اور علمی خیانت نہیں ہے؟ اور کیا علماء کے لئے یہ زیب دیتا ہے کہ جس چیز سے دوسروں کو مورد طعن ٹھہرائیں اسے اپنے نفس کے لئے جائز قرار دیں؟

۲۔ علامہ محمد تقی اصفہانی عنایت رضویہ ص ۲۰۲ میں فرماتے ہیں إنّ الإمام فی العالم بمنزلة القلب فی الانسان فلیس شی فی الأرض ولا فی السماء إلّا بإذنه۔
کائنات عالم میں امام کا مقام ایسے ہے جیسے انسانی جسم میں دل ہوتا ہے آسمان وزمین کا کام امام کے حکم کے ساتھ وابستہ ہے۔

۳۔ مرزا محمد طیب زادہ اصفہانی دام عزہ الشمس الطالعه فی شرح الزیارات الجامعه ص ۱۲ میں فرماتے ہیں کہ وازامام روایت شده که ملکی هبوط نه کند درباری امرے که از امورے رحمت یاغضب مگر آنکه ابتدا کند بآمدن نزد امام و عرضه دارد آں را بر امام و آنچه ازخوب یا بد یارزق یا عطا یارحمت یا نعمت یا چیزی دیگر آسمانی که با ید برخلق شود برامام عرضه داشته شود وامر أو اجراء شود۔ اور امامؑ سے روایت کی گئی ہے کہ جب کوئی فرشتہ امور رحمت یاغضب میں سے کوئی امر لے کر اترتا ہے تو وہ پہلے امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اس حکم کو

امامؑ پر پیش کرتا ہے اور امور خوب یا بد یا رحمت یا عذاب میں یا دیگر وہ امور آسمانی جن کو مخلوق میں نافذ کرنا ہوتا ہے پہلے امامؑ کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور پھر امامؑ کے حکم سے ان کا اجراء کیا جاتا ہے۔

۴۔ علامہ مرزا حسین نوری نفس الرحمن ص ۷۸ میں رتبہ تحدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں الملك لا یتحرك إلّا بإذنه علیه السلام۔ کوئی فرشتہ امام کی اجازت کے بغیر حرکت نہیں کرتا۔

۵۔ سید محمد مہدی تنکابنی طوالع الانوار ص ۹۰ میں نقل فرماتے ہیں پس ایشا نند ولی أمر خدا وکل وزیراکه ایشا ںاند محل مشیت خدا وہمه امور بامشیت ست وہمه از مشیت خدا صادر می شود اول بایشاں می رسد وازیشاں بسائریں می رسد۔ پس یہی اللہ کے حکم کے ولی ہیں چونکہ جملہ امور اس کی مشیت کا محل ہیں اور امور اسی کی مشیت کے ساتھ وابستہ ہیں اور سب اسی کی مشیت سے صادر ہوتے ہیں اور پہلے ان یعنی آئمہؑ کے پاس پہنچتے ہیں پھر تمام مخلوق کے پاس پہنچائے جاتے ہیں۔

۶۔ علامہ شیخ عباس بن سپہر کاشانی ناسخ التواریخ ج ۵ بهره دوم ص ۵۱۸ اور تاریخ امام موسیٰ کاظم علیه السلام میں لکھتے ہیں وحاضر شونده اند بر ہر مولود ومتوفی واولی بتصرف در نفوس واموال وعبد ومولیٰ وقاسم جنت وجحیم وکوثروتسنیم وأرزاق مخلوق ازخالق ومختارحضرت خلاق ہستند۔
آئمہ معصومینؑ ہر پیدا ہونے والے اور مرنے والے پر حاضر ہونے والے ہیں اور نفوس واموال وعبد ومولیٰ کے لئے اولی بتصرف ہیں اور جنت وجہنم کوثر وتسنیم اور مخلوق کے ارزاق کو تقسیم کرنے والے ہیں اور معبود حقیقی کے برگزیدہ بندے ہیں۔

۷۔ زبدة العلماء عارف عامل ثقة الاسلام۔

اپنی تالیف منیف حقائق الاسرار ص ۴۲ ط تبریز میں فرماتے ہیں۔ قد ثبت بالاخبار المعتبرة أن کلّما یقع فی العالم فهو مقرون بإذنهم حتی وردأنه لایسقط

ورقة من شجرة إلّابإذنهم ولا تنعقد نطفة إلّابإذنهم وإنّ ميكائيل يقسم أرزاق العباد بإذنهم ۔الخ

اوراخبارمعتبرہ سے ثابت ہو چکاہے کہ کائنات عالم میں ہونے والی ہرشئ آئمہ اطہارؑ کے حکم کے ساتھ وابستہ ہے حتی کہ اتنا بھی وارد ہوا ہے کہ کسی درخت کا کوئی پتہ ان کی اجازت کے بغیر نہیں گرتااور ان کی اجازت کے بغیر کوئی نطفہ منعقد نہیں ہوتا اور میکائیل ان کے حکم سے بندوں کے رزق تقسیم کرتے ہیں۔

۸۔قائدملت جعفریہ مولانا سید محمد دہلویؒ سابق سربراہ آل پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی۔

اپنی تالیف منیف نور العصر ص ۱۰۰ ط لاھور میں رقمطراز ہیں ''ہرزمانہ میں ایک ایسی ذات کا ہونا لازمی ہے جس کے پاس فرشتے امر لائیں اور وہی صاحب الامر ہوگااورروح اس معصوم کوآ کر مدددے گی اوروہ تدبیرعالم امر بفرمان خدافرمائیں گے عالم امر کی تدبیر کرنے والے صرف معصومؑ ہیں جونزول گاہ ملک وروح ہیں وہ صرف ہادی ہی نہیں بلکہ مدبر عالم بھی ہیں اس لئے صاحب الامر بھی کہلاتے ہیں اورانہیں کی اطاعت مطلقہ کاحکم تمام امت کو﴿ أولى الأمر منكم﴾ کہہ کردیا گیاہے''ممکن ہے کہ ان میں سے بعض علماء کے اقوال میں شدت ہو بہرکیف ہمارا مقصد یہ ہے کہ بعض علماء جلیل القدر کا عقیدہ تو یہاں تک پہنچا ہوا ہے کہ حکم الٰہی کے بعد آئمہ اطہارؑ کے امر سے امور کائنات کا اجراء ہوتا ہے بہرکیف ہمارا موقف تو وہی ہے جو حسین بن روحؒ کی حدیث سے واضح کیا گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا کھانا تناول فرمانے کے بعد اللھم ھٰذا منک و من رسولک فرمانا

(اے میرے معبود یہ رزق تیری اورتیرے رسولؐ کی طرف سے ہے)

کنز الفوائد ص۱۹٦،بحارالانوار جلد٤ ص١٤٠ جلد١١ ص١١٧ سفينة البحار جلد١ ص٣٤٩ القطرة ص١٣ الدمعةالساكبة ص٤٦٤ میں ہے کہ علامہ کراجکی متوفی ۴۴۹ھ فرماتے ہیں۔ذكروا أنّ أباحنيفة أكل طعاماً مع الامام الصادق جعفربن محمد فلمّا رفع يده من أكله قال الحمد اللّٰه ربّ العالمين الّلهم هذا منك ومن رسولك فقال أبوحنيفة يا أباعبد اللّٰه أجعلت مع اللّٰه شريكاً فقال له ويلك إنّ اللّٰه يقول فى كتابه ﴿ومانقموإلّا أن أغناهم اللّٰه ورسوله من فضله﴾ (سورة التوبة ٧٤) ﴿ولوأنّهم رضواماأتاهم اللّٰه ورسوله وقالواحسبنااللّٰه سيؤتينااللّٰه من فضله ورسوله﴾(سورة التوبة٥٩)فقال أبوحنيفةكأنىّ ماقرأتهما قطّ قال الامامؑ بل قرأتهما وسمعتهما ولكنّ أنزل اللّٰه فيك وفى أشباهك أم على قلوب أقفالها وقال كلّا بل و إنّ علىٰ قلوبهم ماكانوا يكسبون ۔

علماء محدثین کا بیان ہے ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام اورابوحنیفہ نے مل کرکھانا کھایا جب امامؑ نے کھانے سے ہاتھ اٹھائے تو فرمایا الحمد اللّٰه ربّ العٰلمين اے پروردگار یہ رزق تیری اور تیرے رسول کی طرف سے ہے ابوحنیفہ نے کہا کہ اے ابوعبداللہ کیا آپ نے نبیؐ کواللہ کا شریک بنادیا؟ امامؑ نے فرمایا کہ تجھ پروائے ہو تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ''وہ لوگ اسی لئے تو بگڑے کہ ان کواللہ اور رسول اللہ نے اپنے فضل کے ساتھ غنی کردیا'' اور دوسرے مقام پر فرمایا'' کیا اچھا ہوتا کہ اگر یہ لوگ اللہ کے دیئے پر راضی ہوجاتے اور کہہ دیتے کہ ہمیں یہی کافی

ہے عنقریب اللہ اور اس کا رسول ہم کو اپنے فضل سے بہت کچھ دیں گے''۔ابوحنیفہ نے یہ سن کر
کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے آج سے پہلے ان آیات کو نہ پڑھا ہے اور نہ سنا ہے امامؑ نے
فرمایا تو نے پڑھا ہے اور سنا ہے مگر تجھ جیسے حضرات کی شان میں اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ ان کے
دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں اور ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہوگئے ہیں۔

اس حدیث شریف کے متعلق
ایک عظیم شبہ کا ازالہ

بعض حضرات نے یہ شبہ قائم کیا ہے کہ ان آیات سے استدلال غلط ہے چونکہ یہ مال
غنیمت کے متعلق ہیں۔اس شبہ کا جواب خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے دے دیا ہے۔إنّ القرآن
حيّ لم يمت وانّه يجرى كما يجرى الليل والنهار وكما تجرى الشمس
والقمر ويجرى علىٰ آخرنا كما يجرى علىٰ أوّلنا (مراة الانوار ص ٤)

قرآن زندہ ہے مردہ نہیں یہ رات دن سورج و چاند کی طرح جاری وساری ہے ہمارے آخر پر بھی
اسی طرح جاری ہے جس طرح کہ اول پر۔

مرزا ابوالحسن الشریف فرماتے ہیں۔

صراحة فى هذه العبارة فى إنطباق مفاد القرآن علىٰ أهل كلّ زمان
واضحة إذحاصل المعنى إنّما يعلم تأويله الراسخون فى العلم من
بطون ـ القرآن و تاويلاته ولابدّ من وقوع كل منها فى وقته وجريانه فى
آوانه تدريجاً كالشمس ۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا مفاد ہر اہل زمانہ پر منطبق ہے جب کہ قرآن
کے باطن اور اس کی تاویلات کا علم آئمہ طاہرینؑ کے پاس ہے پس اس کا ہر موقعہ اور ہر وقت
تدریجی طور پر سورج کی طرح جاری رہنا ضروری ہے۔

شرح اصول کافی ج ٦ ص ١١ پر جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے۔

وله ظهر وبطن فظاهره حكم و باطنه علم ظاهره أنيق وباطنه عميق لم
تخوم وعلى تخومه تخوم لا تحصى عجائبه ولا تفنى غرائبه ۔

قرآن کریم کے لئے ایک ظاہر ہوتا ہے ایک باطن اور ظاہر خوبصورت ہے مگر باطن گہرا ہے جو عامۃ
الخلق کی سمجھ سے بعید تر ہے اس کے لئے گہرائیاں ہیں اور گہرائیوں میں مزید گہرائیاں ہیں اس
کے عجائبات شمار نہیں کئے جاسکتے اور غرائب فنا نہیں ہوسکتے۔

تفسیر عیاشی میں منقول ہے کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔

إنّ ظهر القرآن الذين نزل فيهم وبطنه الذين عملوا بمثل أعمالهم يجرى
فيهم مانزل فى أُولئك ۔

قرآن کے ظاہری خطاب سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے متعلق قرآن نازل ہوا اور بطن سے وہ مراد
ہیں جو اُن جیسے اعمال کرتے ہیں وہ آیات ان پر بھی منطبق ہوتی ہیں۔

تفسیر عیاشی میں جابر سے منقول ہے۔

سألت أباجعفر عن شى من تفسير القرآن فأجابنى ثمّ سألت ثانية
فأجابنى بجواب آخر فقلت جعلت فداك كنت أجبت فى هذه المسألة
بجواب غيرهذا قبل اليوم فقال لى ياجابر إنّ للقرآن ظهر أو بطناً وللبطن
بطناً وللظهر ظهراًياجابر ليس شى أبعد من عقول الرجال من تفسير
القرآن ان الاية لتكون أوّلها فى شى وآخرها فى شى وهوكلام متصل
ينصرف علىٰ وجوه۔

میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے تفسیر قرآن کے متعلق کچھ دریافت کیا تو امامؑ نے مجھ کو جواب دیا
میں نے ایک مرتبہ پھر وہی تفسیر پوچھی تو امامؑ نے دوسرا جواب دیا میں نے عرض کی یا مولا میں آپ
پر قربان جاؤں پہلے تو آپ نے دوسری طرح کا جواب دیا تھا آپؑ نے فرمایا اے جابر قرآن کے
لئے ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے اور ظاہر کے لئے پھر دوسرا ظاہر اور باطن کے لئے دوسرا باطن

ہوتا ہے اے جابر لوگوں کی عقلوں سے تفسیر قرآن سے بعید تر کوئی چیز نہیں ہے ایک آیت کا اول کسی حکم میں ہوتا ہے اور آخر کسی حکم میں یہ ایک متصل کلام ہے جو کہ مختلف وجوہ پر پھر تا رہتا ہے۔

(بصائر الدرجات ص ۵۸)

علامہ ابوالحسن الشریف مراۃ الانوار ص ۲۳۴ میں فرماتے ہیں کہ قرآن کی کامل تاویل آئمہ اطہارؑ اور ان کی ولایت کے متعلق ہے۔ جس کے متعلق کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

فیجب حینئذٍ قبول کلّ ماورد علیٰ هذا المنوال ولوکان علیٰ طریق الارسال بل ولوکان ضعیفاً بحسب السند أو بحسب الکتاب۔

پس اگر اسی طرح قرآن کی آیات کی تاویل کے متعلق آئمہ اطہارؑ سے احادیث مل جائیں تو ان سب کا قبول کرنا واجب ہے اگر چہ وہ سند کے اعتبار سے یا کتاب کے اعتبار سے ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

نیز ص ۲ پر فرماتے ہیں کہ اگر تاویل قرآن کے متعلق مختلف روایات مل جائیں تو در حقیقت باطنی یا ظاہری اعتبار سے ان میں کوئی منافات نہ ہوگی۔ فإذا سمعت شیئاً من ذلك فلا تنكره لأ نّهم علیهم السلام أعلم بالتنزیل والتأویل و بما فیه إصلاح السائل والسامع (الخ)۔

اگر اس قسم کی روایات سننے میں آئیں تو ان کا انکار نہ کرو چونکہ آئمہ طاہرینؑ تاویل و تنزیل (قرآن) اور جس میں سائل وسامع کی اصلاح ہو اس سے زیادہ واقف ہیں۔ پس امام جعفر صادقؑ کا طعام سے ہاتھ اٹھانے کے بعد ألّلهم هذا منك ومن رسولك۔ (اے اللہ یہ رزق تیری اور تیرے رسول کی طرف سے ہے) فرمانا بالکل واضح کر رہا ہے کہ رزق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست سے جاری ہو کر دنیا تک پہنچتا ہے جیسا کہ سابقہ روایات میں بھی اس کی تائید موجود ہے۔

اس روایت کو نقل کرنے والے علامہ جلیل ابوالفتح کراجکی متوفی ۴۴۹ھ ہیں جن کے متعلق شیخ عباس قمی نے الفوائد الرضویہ ج ۲ ص ۵۷۱ میں فرمایا ہے شیخ أجل ،أقدم

،فقیه، محدث، ثقه، جلیل القدر، شیخ مشائخ الطائفه الخ ۔ پس علامہ اجل نے اس حدیث پر عقیدہ رکھتے ہوئے اس کو اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے۔

نیز کراجکی کی روایت کے متعلق علامہ سید محمود دیباچۂ استنصار طبع نجف میں رقمطراز ہیں۔

وروا یاته عندهم فی الطبقة العلیا من الاعتبار کراجکی کی روایات علماء کے نزدیک انتہائی درجہ کی معتبر ہیں۔ حدیث کا معنی امامؑ کا طرز استدلال با اعتبار قرائن حالیہ بالکل واضح المعنی ہے مگر تعجب ہے کہ مؤلف نے اصول الشریعہ ص ۱۱۷ میں کس طرح تحریر فرما دیا ''ان مذکورہ آیات میں باتفاق مفسرین مال غنیمت سے ان منافقین کو عطا کر کے دولت مند کرنا مراد ہے جو ہمارے محل نزاع سے خارج ہے اور نزاعی مسئلہ کے ساتھ بالکل اس کا کوئی ربط نہیں ہے۔ ایسی آیات سے استدلال کر کے یہ لوگ اپنے علم وفضل دین و دیانت کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں کرتے'' ہمارے پیش کردہ حقائق کے بعد ہر ذی شعور فاضل مؤلف کی رائے کی حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے رزق جاری ہونے کے متعلق علماء اہلسنت کا نظریہ

۱۔ شاہ عبدالحق دہلوی مدارج النبوۃ ص ۱۲۰ میں فرماتے ہیں کہ ''رزق ہمہ درکف اقتدار وے سپرد وقوت تربیت ظاہروباطن ہمہ بو لی داد چنانکہ مفاتیح غیب دردست علم الہی ست نمی داند آں را مگر وے مفاتیح خزائن رزق وقسمت آں دردست ایں سیدکریم نہادند قولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم إنّما أنا قاسم والمعطی هوالله '' تمام رزق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کف اقتدار میں ہے اور تربیت ظاہری وباطنی کی قوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد ہے جس طرح کہ غیب کی کنجیاں اللہ کے دست قدرت میں ہیں اسی طرح رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور ان کی تقسیم بھی حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست قدرت میں ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں تقسیم کرنے والا میں ہوں اور دینے والا خدا ہے۔(۱)

۲۔**شیخ یوسف بہبانی مصری** الانوار المحمدیہ ص ۱۹۹ مطبوعہ مصر میں رقمطراز ہیں

"وإنّه أعطیٰ مفاتيح الخزائن قال بعضهم وهی خزائن أجناس العالم ليخرج لهم بقدرما يطلبو نه لذواتهم فكلّ ما ظهر من رزق العالم فإنّ الاسم الالهی لايعطيه إلّاعن يد محمد الذی بيده المفاتيح"

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خزائن کائنات کی کنجیاں عطاء کی ہیں۔بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ان خزائن سے مراد اجناس عالم کے خزائن ہیں تاکہ آپ دنیا والوں کی بقدر ضرورت اجناس کو ظاہر فرماویں۔پس دنیا میں جتنا رزق بھی ظاہر ہوتا ہے اسم الٰہی اس کو صرف آنخضرتؐ کے اس دست حق پرست سے عطا کرتا ہے جس کے قبضہ میں مفاتیح خزائن ہیں۔

ایک اہم شبہ کاازالہ

واضح ہو کہ بعض آیات واحادیث میں تقسیم رزق کی نسبت اللہ تعالی کی طرف کی گئی ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں آیا ہے ﴿نحن قسمنا بينهم معيشتهم فی الدنيا﴾ ہم نے دنیا میں لوگوں کے معاش کی تقسیم کی ہے۔احتجاج طبرسی ص ۲۶۴ میں امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی توقیع مبارک سے منقول ہے إن الله الذی قسّم الأرزاق۔ اللہ تعالی نے ہی ارزاق کو تقسیم کیا ہے۔یہاں پر تقسیم حقیقی معنوں میں مراد لی جائے گی اور باقی جہاں تقسیم کا لفظ آتا ہے اس سے تقسیم مجازی مراد ہے جس طرح کلام پاک میں فرشتوں کے لئے ﴿فالمقسمات أمرا﴾ (پارہ ۲۶ ع ۱۸) کالفظ آیا ہے لہذا اگر آئمہ معصومینؑ کی طرف

(۱) الانوار المحمدية ص۱۹۹ مطبوعة مصر۔نیز بحارلانوار جلد ٦ باب ٦ فی فضائل النبی میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے اصطفانی الله علیٰ جميع العالمين من الاولين والاخرين وأعطانی مفا تيح خزائنه كلها۔ اللہ تعالی نے مجھ کو اولین وآخرین پر تمام عالمین میں سے منتخب ومصطفی قرار دیا ہے اور اپنے تمام خزائن کی کنجیاں مجھ کو دے دی ہیں۔

تقسیم کی نسبت دی جاتی ہے تو بطور مجاز ہے۔جس طرح کہ خلق واحیاء کی نسبت قرآن پاک میں حضرت عیسیٰؑ کی طرف کی گئی ہے ورنہ جن احادیث صحیحہ سے ہم نے استدلال قائم کیا ہے ان میں بھی تقسیم کی نسبت اللہ کی طرف ہے اور اجراء کی نسبت آئمہ معصومینؑ کی طرف ہے إنّ الله يقسم أرزاق العباد وعلیٰ أيد ينا يجريها (بصائرالدرجات ص ۹۹) اللہ بندوں کے رزق تقسیم کرتا ہے اور ہمارے ہاتھوں پر جاری کرتا ہے۔اگر بعض مقامات پر آئمہ معصومینؑ کے لئے تقسیم کا لفظ آجائے تو مجاز پر محمول ہوگا پھر کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ تقسیم کا لفظ استعمال کرنے سے شرک فی الصفات لازم آتا ہے۔

آئمہ معصومینؑ
روحیں بھی قبض فرماسکتے ھیں

غواص بحارالانوار صدر المحدثین علامہ مجلسیؒ علیہ الرحمۃ حق الیقین ص ۴۴۱ میں جناب امیرالمومنینؑ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں "آں حضرت باسائر آئمۃ علیہم السلام نیز قبض بعض أرواح می نمایند یا مدخلیتی درہمہ دارند بأمر الٰہی و ازبرائے تقیہ ازمخالفاں وضعفاء العقول تصریح باں ننمودہ ہم چنانکہ در بعضی خطبہ غیر مشہورہ فرمودہ اندکہ منم محی و منم ممیت باذن خدا وایضاً دلالت دارد برآنکہ دریں قسم ایمان اجمالی کافی ست و تجسس ازتفاصیل آنہا ضروری نیست" آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودیگر آئمہ معصومین علیہم السلام بھی بعض ارواح کو قبض کرتے ہیں یا بحکم خدا سب میں مداخلت رکھتے ہیں مگر مخالفین اور ضعفاء العقول شیعوں سے تقیہ کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں فرمایا نیز جیسا کہ آپ نے بعض غیر مشہور خطبوں میں فرمایا ہے کہ میں ہوں زندہ کرنے والا اور میں ہوں مارنے والا۔نیز دلالت کرتا ہے کہ اس قسم کے امور میں ایمان اجمالی کافی ہے اور تفاصیل کی ضرورت نہیں ہے۔اس

جلیل القدر عالم پر کون الزام لگا سکتا ہے کہ یہ غلاۃ یا شیخیہ کے ایجنٹ ہیں؟

خطبۃ البیان کی حقیقت

مخفی نہ رہے کہ خطبۃ البیان کے نام سے جو خطبہ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف منسوب ہے وہ ان متشابہات احادیث میں سے ہے کہ جن کی تاویل آئمہ معصومینؑ ہی جانتے ہیں۔اس خطبہ کی حقیقت سندی اعتبار سے کیا ہے اس سلسلہ میں زیادہ تحقیق کی ضرورت نہیں۔علامہ مجلسیؒ کے والد عظیم حضرت علامہ محمد تقی بن مقصود علی اصفہانی نے اس کی شرح میں مستقل کتاب تالیف فرمائی ہے جس کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''مخفی نماند کہ چوں خطبۂ مبارکہ موسومہ بخطبۃ البیان ا ز جملہ خطب مولای مومناں و پیشوای متقیان ووارث جمیع پیغمبراں علی بن ابی طالب کلام اللّٰہ الناطق علیہ من الصلوٰۃ ازکاہا ومن التحیات إنما ہا خطبۂ بود درکمال اغلاق و نہایت اشکال ایں فقیر بے بضا عت محمد تقی المحلبسی درخور فہم آں را شرح کرد کہ شیعان امیرالمومنین ازاں بہرورگردند (نقلہ فی طوالع الانوار ص ۲۵۸) مخفی نہ رہے کہ خطبۂ مبارکہ موسوم بخطبۃ البیان جو کہ امیر المومنین امام المتقین وارث علوم الانبیاء والمرسلین علی بن ابی طالب کلام اللہ الناطق علیہ الصلوۃ والسلام کے جملہ خطبوں میں سے ایک خطبہ ہے جو کہ نہایت ہی پیچیدہ اور بے حد مشکل تھا اس فقیر بے بضاعت محمد تقی مجلسی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس کی شرح کی دی ہے تا کہ شیعان حیدر کرار اس سے بہرور ہوں۔(۱)

(۱) علامہ نوری الفیض القدسی ص۹ میں اور علامہ قمی سفینۃ البحار ج ۱ ص ۱۷۲ میں علامہ محمد تقی مجلسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ۔وحید عصرہ و فرید دھرہ أمرہ فی جلالۃ والثقہ وعلو القدروعظم الشان وسمووالرتبۃ و التبحر فی العلوم أشھر من أن یذکر وفوق ما یحوم حولہ العبارۃ الخ ۔اپنے زمانہ کے عالم یگانہ فاضل بے مثال تھے جن کی جلالت وثاقت بلندی،عظمت ورتبہ اور علوم میں تبحر اتنا مشہور ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اور اس قدر وسیع ہے کہ عبارت اس کے ارد گرد گشت نہیں کرسکتی اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد عبادت گزار اور متقی تھے۔

اس جلیل القدر ہستی سے توقع نہیں کی جا سکتی کہ ایک بے اصل اور موضوع خطبہ کی وجہ سے مستقل کتاب تالیف کرنے کی زحمت گوارا فرماویں۔اس سلسلہ میں ہمیں زیادہ تعجب فاضل معاصر علامہ محمد حسین صاحب سے ہے کہ موصوف نے احسن الفوائد ص ۴۳۶ میں علامہ جلیل محمد سبطین مرحوم کے متعلق کس طرح یہ فرمایا کہ ''ہمیں رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے حضرت مولانا سید محمد سبطین صاحب سرسوی اعلی اللہ مقامہ پر جنہوں نے کوکب دری میں ۹۶ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ محض اس خطبہ کے فقرات کی تاویلات کے بارہ میں لکھ دیا مگر یہ خیال نہ فرمایا کہ جس خطبہ کے فقروں کی تصحیح وتاویل کے لئے اس قدر سعی بلیغ کر رہے ہیں آیا یہ خطبہ حضرت امیر علیہ السلام کا ہے بھی سہی الخ؟''۔اس سلسلہ میں جواباً عرض ہے کہ علامہ محمد سبطین مرحوم پر یہ الزام لگانے کی کیا ضرورت ہے؟۔علامہ محمد تقی اصفہانی کے متعلق تو کسی کو مائل بشیخیہ یا غلو نواز ہونے کا شبہ نہیں ہے جب وہ ایک مستقل تالیف کو ترتیب دینے کو باعث اجر جزیل سمجھ رہے ہیں تو اگر علامہ سبطین نے ۹۶ صفحات کا مقدمہ پیش کر دیا تو اس میں کیا قباحت ہے۔ہم اس سے انکار نہیں کرتے کہ اس خطبہ کے بعض فقرات ظاہراً عقائد مسلّمہ اور توحید باری کے منافی ہیں تو پھر اس خطبہ پر کیا منحصر ہے دیگر ہزاروں احادیث ایسی ملتی ہیں جو عقائد مسلمہ کے خلاف ہیں مگر علمائے اعلام نے ان کی تاویل فرمائی ہے۔

علامہ سید محمد مہدی تنکابنی طوالع الانوار ص ۲۵۸ میں رقمطراز ہیں۔إنّ بعض فقراتھا وبعض سائر فقرات الاخبار المفیدۃ للتفویض أوالخالقیۃ أوالرازقیۃ فلیس ھو علیٰ معناھا الحقیقیۃ بل مؤوّلۃ وموجّھۃ موافقۃ للشرع النبوی۔ خطبۃ البیان اور دیگر ایسی اخبار واحادیث کے وہ متشابہ فقرات جن سے مسئلہ تفویض یا معصومین علیہم السلام کے خالق ورازق ہونے کا شبہ پڑتا ہو وہ اپنے معانی حقیقیہ پر محمول نہیں بلکہ شرع نبوی کے مسلّمہ اصول کے مطابق ان کی توجیہ وتاویل ہوا کرتی ہے۔ایک مقام پر لکھتے ہیں۔ ''لا ینکر صدورھا عن علیؑ وقد یکون کفرًا '' اس خطبہ کا حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے صادر ہونے کا انکار نہیں کیا جا سکتا اس کا انکار مترادف کفر ہو سکتا ہے۔ فاضل اجل حضرت علامہ سید نعمۃ

اللہ جزائریؒ م ۱۱۱۲ھ اپنی کتاب الانوار النعمانیہ ص ۱۲ میں خطبۃ البیان کے متعلق فرماتے ہیں۔ھی الاسرار التی لا یعرف معناھا إلّا العلماء الراسخون۔
خطبۃ البیان وہ رازہائے الٰہیہ ہیں جس کے معانی ومفاہیم علمائے راسخین ہی سمجھ سکتے ہیں۔

کو کب درّی عالم شیعہ کی تالیف ھے

فاضل معاصر احسن الفوائد ص ۴۳۶ میں فرماتے ہیں۔''یہ خطبہ نام نہاد کتاب کو کب دری جیسی کتب میں موجود ہے جو علمی سطح سے اس قدر گری ہوئی ہیں کہ شاید ان کو کتاب کہنے میں کتب کی توہین ہو۔الخ'' واضح ہو کہ کو کب دری کا اصلی نام مناقب مرتضوی ہے۔جس کے مؤلف محمد صالح حسینی ترمذی ہیں مشہور شیعہ نقاد علم رجال رئیس العلماء والمحدثین شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی مولف وسائل الشیعہ جن کے متعلق علامہ قمیؒ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۵۸ میں فرماتے ہیں۔

شیخ المحدثین وأفضل المتبحرین العالم الفقیه النبیل المحدث المتبحر الورع الثقة الجلیل أبوالمکارم والفضائل صاحب التصانیف المفیدة الخ...... حُر عاملی علماء محدثین کے استاد اور افاضل متبحرین میں سب سے برتر فضائل و مکارم کے مالک فقیہ جلیل عالم محدث متبحر نیک سیرت اور ثقہ جلیل ہیں جن کی جملہ تالیفات مفید ہیں۔آپ اپنی علم رجال کی مشہور بین العلماء تالیف منیف امل الآمل فی تراجم علماء جبل العامل ص ۶۴ مطبوعہ مع منتهی المقال میں فرماتے ہیں۔ ألامیر محمد صالح الحسینی الترمذی الکشفی فاضل محقق محدث له کتاب مناقب المرتضوی فی الامامیة بالفارسیة حسن جامع من المعاصرین لشیخنا البهائی۔
امیر محمد صالح حسینی ترمذی کشفی فاضل محقق ومحدث ہیں مناقب المرتضوی ان کی تالیف ہے جو کہ ملت امامیہ میں فارسی زبان میں بہترین مجموعہ ہے۔آپ علامہ بہائی کے معاصر تھے۔اسی طرح علامہ قمیؒ

نے الفوائد الرضویہ ص ۵۴۶ میں ان کو عالم شیعہ اور کتاب کو کب دری کو شیعہ کتاب ظاہر کیا ہے۔

خطبة البیان کا بیشتر حصه شیعه کی کتب معتبره میں موجود ھے

خطبۃ البیان کے اکثر جملوں کے شواہد کتب معتبرہ میں موجود ہیں جن میں سے بعض ہم نقل کرتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اگر بعینہ اس پورے خطبہ کی تردید کردی جائے تو شیعہ مسلمات کا بطلان لازم آتا ہے۔

۱۔خطبۃ البیان میں آیا ہے أنا الذی عندی مفاتیح الغیب لا یعلمها بعد محمد غیری۔اسی جملہ کے مشابہ جملہ بحار الانوار ج ۹ ص ۴۳۵ اور الدمعة الساکبه ص ۹۶ میں بحوالہ تفسیر فرات بن ابراهیم کوفی منقول ہیں۔ ولقد اصطفانی ربی بالعلم والظفر ولقد وفدت إلیٰ ربی اثنی عشر وفادة فعرفنی نفسه واعطانی مفاتیح الغیب۔

۲۔أنا بکل شئی علیم ۔ تفسیر برهان ص۹۷۸ بصائر الدرجات ج ۱۰ باب ۱۸ میں مروی ہے علی الاول علی الاخر وهو بکل شئی علیم ۔(بصائر الدرجات ص ۵۱۴ طبع جدید)۔

۳۔أنا الذی قال فیه رسول الله انا مدینة العلم وعلی بابها۔ اس جملہ کے متعلق سنی وشیعہ احادیث حد تواتر سے آگے بڑھ چکی ہیں جس کا انکار کسی شیعہ کو نہیں ہوسکتا۔

۴۔أنا المتولی لحساب الخلق۔ اس کے متعدد شواہد کتب شیعہ میں ملیں گے۔مسلم الثبوت زیارات جامعہ میں یہ فقرے آتے ہیں إیاب الخلق إلیکم و حسابهم علیکم (مفاتیح ص ۵۴۷) مخلوقات کی بازگشت تمہاری طرف اور ان کا حساب تم پر ہے۔اسی طرح تفسیر برهان ص ۷۴۴ اور منتخب البصائر ص ۳۴ میں علی بن ابی طالب علیہ السلام کے کلمات

مروی ہیں۔إلیّ إیاب الخلق وأنا صاحب الحساب خلق کی بازگشت میری طرف ہے اور میں حساب لینے والا ہوں۔

۵۔أناالذی عنده علم الکتاب علیٰ ماکان وما یکون۔

تفسیر قمی ص۳۴۲بصائر الدرجات ص۶۲و بحارالانوار ص ۳۰۱ میں بے شمار احادیث سے یہ ثابت ہے بلکہ مسلّمات شیعہ میں سے ہے۔

۶۔أناالذی عنده فصل الخطاب و أ نا قسیم الجنة و النار۔

پہلا جملہ بصائر الدرجات ص ۱۵۴، بحار جلد ۷ص ۳۴۹،میں موجود ہے،دوسرا مسلّمات مذہب شیعہ میں ہے۔

۷۔أناحجّة اللّٰه علیٰ ما فی السموات والارض۔

بحارالانوارجلد ۷ص۳۶۶ میں مکمل باب ہےإنّهم الحجّة علی جمیع العوالم والمخلوقات۔

۸۔أنا خازن علم اللّٰه والقائم بالقسط۔

بحارالانوارجلد ۷ ص ۳۰۱ میں باب موجود ہے إنّهم خزّان علم اللّٰه۔

۹۔أنا أسماء اللّٰه الحسنیٰ التی أمراللّٰه أن یدعی بها۔

اس کے متعلق بحارالانوارجلد ۱۸ص۹۰۹مرآةالانوارص۱۶،انوارنعمانیه ص۱۵۳ ملاحظہ ہواور مدینة المعاجز ص۹۰اور تفسیر برهان ص ۹۷۷ میں موجود ہے نحن أسماء الحسنی التی إذا دعی بها أُجاب۔ ہم اللہ کے وہ اسماء حسنیٰ ہیں کہ جن کے واسطہ سے اگر اللہ سے سوال کیا جائے تو وہ پورا کرتا ہے نیز نفس الرحمان باب ۱۱ص ۱۱ تفسیر برهان ص۳۷۸بحارج ۱۹ص ۶۲ ملاحظہ ہو۔

۱۰۔أنا المتکلم بکل لغة فی الدنیا۔

بحارالانوارجلد ۷ص ۳۲۱ میں مکمل باب موجود ہےإنهم علیهم السلام یعلمون جمیع الالسن واللغات و یتکلمون بها۔ آئمہ طاہرینؑ دنیا کی تمام زبانیں جانتے

ہیں اور بولتے ہیں۔

۱۱۔أنا النور الذی اقبس منه موسی۔

بحارالانوارجلد۷ ص۳۳۸ میں امام حسن عسکری علیه السلام سے مروی ہے إنّ الانبیاء کا نوا یقبسون من نورنا۔انبیاء ہمارے نور سے روشنی حاصل کرتے تھے۔

۱۲۔أنا الذی بی أسلم ابراهیم وأقرّ بفضلی۔

بحارالانوارجلد ۷ ص ۳۴۱اور بصائر الدرجات جلد ۲ باب ۹ میں کئی صفحات پر احادیث منقول ہیں ماتنبّی نبی قطّ إلّا بمعرفة حقّنا و تفضیلنا علیٰ من سوانا۔کسی نبی کو نبوت نہ ملی حتی کہ اس نے ہمارے حق کو پہچانا اور غیروں پر ہمیں فضیلت دی۔

۱۳۔أنا الذی نظرت فی الملکوت فلم یغب عنی ما غاب عنی بعینه۔

یہی کلمات امیرالمومنینؑ کے بصائر الدرجات ص ۵۴ بحار جلد ۷ص ۳۴۱ تفسیر برهان ۲۶۶ میں مروی ہیں۔

۱۴۔أنا صاحب نوح و منجیه وأنا صاحب أیوب المبتلیٰ ومنجیه وأنا صاحب یونس و منجیه۔

اسی سے مشابہہ کلمات مختصر البصائر ص۳۳،تفسیر برهان ص۷۴۳،طوالع الانوار ص۹۹ میں مروی ہیں۔أنا صاحب المدین ومهلك فرعون ومنجی موسی۔ میں صاحب مدین ہوں میں فرعون کو ہلاک کرنے والا ہوں اور میں موسیٰ کو نجات دلانے والا ہوں۔

۱۵۔أنا الذی عندی ألف کتاب من کتب الانبیاء۔

یہی جملے بحارالانوارج ۷ص۳۶۴اور کتاب المحتضرحسن بن سلمان حلی ص۱۶۸۔ارشاد القلوب ج ۲ ص ۱۲۳۔ میں امیرالمومنینؑ سے منقول ہیں عندی علم ألف کتاب أنزل اللّٰه علیٰ شیث خمسین صحیفة وعلیٰ ادریس ثلثین

صحیفة ۔الخ۔یہی روایت بحارالانوار جلد ۹ میں مروی ہے۔

۱۶۔أنا دابة الارض۔

یہ جملہ اکثر احادیث شیعہ میں مروی ہے چنانچہ مرزا ابوالحسن الشریف مرآۃالانوار ص۹۹ میں فرماتے ہیں قد تضافرت الاخبار بأنّ المراد بالدابة فیها أمیرالمومنینؑ وانه دابة الارض التی من إشراط الساعة۔ مختلف احادیث میں آیا ہے کہ دابہ سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں اور آپ ہی وہ دابۃ الارض ہیں جو کہ علامات قیامت میں سے ہے (نیز تفسیر برھان ص ۷۸۱)۔

۱۷۔أنا الراجفة أنا الرادفة ۔

تفسیر برھان ص۹۵۵، مرآۃ الانوار ص ۱۰۵ ،امام صادقؑ سے مروی ہے کہ راجفہ سے مراد امام حسینؑ اور رادفہ سے مراد علیؑ ہیں۔

۱۸۔أنا الصیحة بالحقّ یوم الخروج۔

مرآۃالانوار ص ۱۴۰ میں صیحہ کے متعلق مروی ہے یظهر من بعض الاخبار أنّه أمیرالمومنینؑ۔بعض روایات سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد امیرالمومنینؑ ہیں۔

۱۹۔ أناصلوة المومنین وزکوٰتهم وحجّهم و جهادهم۔

مرآۃالانوار ص۱۴۴ میں ہے قدورد تاویل الصلوٰة بالائمة وبعلی وولایته ص۱۱۵ میں ہے قدورد فی أخبار عدیدة تاویل الزکوٰة بالآئمة ۔ ص۸۳ میں ہے۔ قدورد تاویل الحجّ بالنبی والا ئمة ع ۔بحارج ۷ص ۱۵۰ میں مکمل باب موجود ہے۔ إنّهم الصلوة والزکوة والحجّ والصیام کذافی تفسیر برھان ص۱۴۰ ۔

۲۰۔أناالذی عنده خاتم سلیمانؑ۔

یہی جملے بتفاوت کلمات تفسیر برھان ص۲۹۴،ص ۶۴۷ میں بھی ہیں۔نیز ص۹۱۹ میں علامہ ہاشم فرماتے ہیں۔إنّ خاتم سلیمان وعصا موسی عند الائمة ۔حضرت سلیمان کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰؑ کا عصاء آئمہؑ کے پاس ہیں ابن طاوسؒ کی کتاب سعد السعود

جلد افصل ۲ میں بحوالہ تفسیر محمد بن عباس بن ماہیارؒ مروی ہے۔کہ خاتم سلیمان آئمہؑ کے پاس ہے نیز بحار جلد ۷ ص۳۲۸ وبصائر الدرجات ص۱۷۳۔

۲۱۔أنا آیات اللّٰه الکبریٰ التی أرادها اللّٰه فرعون وعصیٰ۔

تفسیر برھان ص ۷۹۱ میں مروی ہے إنّه کلمات اللّٰه الکبریٰ التی أرادهافرعون وعصیٰ تفسیر برھان ص ۷۹۱ میں مروی ہے إنّه کلمة اللّٰه الکبریٰ أظهرهااللّٰه لأولیائه فیما شاء من الصور علیؑ ہی اللہ کا وہ کلمہ کبریٰ ہیں جن کو اس نے جس صورت میں چاہا اپنے اولیاء کے لئے ظاہر کیا۔نیز مروی ہے کہ علیؑ ہی فرعون کے دربار میں موسیٰ وہارونؑ کی مدد کے لئے حاضر ہوئے تھے (تفسیر برھان ص ۷۹۱)۔

۲۲۔أنا الذی أحصی هذا الخلق وإن اکثروا ۔

میں وہ ہوں جو اس مخلوق کو شمار کرتا ہوں اگرچہ یہ زیادہ ہیں بعینہ اس کے مشابہہ جملے مختصر البصائر ص۳۳ تفسیر برھان ص۷۴۳ بحارالانوار جلد ۱۳ ص ۲۱۲ طوالع الانوار ص۹۹ میں بسند معتبر بروایت ابوحمزہ ثمالی امام باقرؑ سے مروی ہیں کہ علیؑ نے فرمایا أناالذی أحصیت کل شئی عدداً بعلم اللّٰه الذی أودعه میں وہ ہوں جس نے اللہ کے عطا کردہ علم سے ہر شے کو شمار کیا۔تفسیر برھان ص۸۸۶ اور معانی الاخبار ص ۳۳ میں آنحضرتؐ سے مروی ہے کہ هذا الامام المبین الذی أحصی اللّٰه فیه علم کل شئ۔یہ علیؑ ہی وہ امام مبین ہیں جن کے اندر اللہ نے ہر شی کے علم کو شمار کر کے رکھ دیا ہے۔

۲۳۔أنا البعوضة التی ضرب اللّٰه بها مثلاً۔

یہی جملہ تفسیر قمی ص۳۱ میں بھی ہے البعوضة أمیرالمومنینؑ وما فوقها رسول اللّٰه اس جملہ کی تفصیل وتشریح میں ہمارا رسالہ خزینۃ الفوائد ملاحظہ ہو۔نیز علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار ج ۷ص۱۷۷ میں اس پر معقول بحث کی ہے۔

۲۴۔ أناالذی أطاعنی اللّٰه فی الظلمة ۔

میں وہ ہوں جس کی دعا اللہ نے تاریکی میں قبول کی۔ اس جملہ کا مشاہدہ وہ حدیث ہے جس کو علامہ حرعاملیؒ نے الجواهر السنية فى الاحاديث القدسية ص ۲۸۱ میں نقل کیا ہے إن للّٰه عباداً أطاعوه فيما أراد فأطاعهم فيما أرادوا يقولون للشئى كن فيكون ۔ اللہ کے کچھ بندے ہیں جنہوں نے اللہ کے ارادوں کی اطاعت کی پس اللہ نے ان کے ارادوں کی اطاعت کی کہ وہ جس شے کو کن کہہ دیں وہ ہو جاتی ہے۔

۲۵۔ أنا الذى عندى أثنان و سبعون إسماً من الأسماء العظام۔

بحارالانوار ج ۷ ص ۳۶۳ میں مکمل باب درج ہے۔ إنّ عند هم الاسم الاعظم نیز بصائر الدرجات ص ۵۹ میں مروی ہے إنّ إسم اللّٰه الاعظم على ثلثة و سبعين حرفاً وعندنا من الإسم أثنين وسبعين حرفاً وحرف عنداللّٰه إستأثر به فى علم الغيب عنده۔ اسم اعظم کی ۷۳ قسمیں ہیں ہمارے پاس ۷۲ ہیں اور ایک حصہ اللہ نے اپنے علم غیب کے لئے منتخب فرما لیا ہے بحارالانوار ج ۷ ص ۳۶۳، عاقل کے لئے بطور مثال اتنا ہی کافی ہے۔ ورنہ شواہد خطبۃ البیان کیلئے مستقل کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ ہمارا منتہائے مقال یہ ہے کہ خطبۃ البیان کی تردید کی بجائے اس کا علم آئمہ معصومین علیہم السلام کے سپرد فرمایا جائے چونکہ اس کے صحیح ہونے کے کافی امکانات ہیں اور اس کے شواہد بھی روایات معتبرہ سے ثابت ہیں متشابہ جملوں کی تاویل عقائد حقہ کے مطابق کی جا سکتی ہے۔ (واخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العالمين)۔

آئمہ اطہار علیہم السلام کی صحیح منزلت کے متعلق علماء حق کا نظریہ

علامہ مرزا ابوالحسن الشریف مراۃ الانوار ص ۴۵ میں فرماتے ہیں۔

إنّ الحق الذى عليه محدّثوا أصحابنا المحققين من المتقدمين والمتأخرين فى غيرهذين الصنفين الافراط والتفريط بل هو أنّ ربّ العالمين و خالق الخلائق ورازقهم أجمعين هواللّٰه وحده القديم القادر

الذى لا شريك له ولا شبيه وأن رسوله محمداً والائمة الاثنى عشر من ولده عبيداللّٰه مخلوقون مربوبون كسائر الخلق مكلّفون بلوازم العبودية وبالجملة فلا ربط بينهم وبينه تعالىٰ سبحانه سوىٰ أن اللّٰه لمّاعلّم بعلم الكامل ان مقتضى الحكمة وصواب المصلحة أن أن يتفضّل علىٰ رسوله وكذا علىٰ الآئمة من أصل طينة وكلهم خلقوا من نور واحدٍ بالتشريف والتقديم والمطاعية علىٰ كل الخلق أجمعين بحيث لا يساويهم أحداً أبداً فشرّفهم بذلك وخصّهم با لايجاد من نور عظمته قبل خلق المخلوقين بل خلق لاجلهم سائر الموجودات ثمّ إصطفاهم لكمال قابلياتهم بمزيد كرامته بحيث منهم محامد الافعال و مكارم الخصال و غرائب الاحوال وعلّمهم جميع العلوم و الحكم وأودعهم المعاجز والاسرار والاسم الاعظم و أنعم عليهم بفضائل عميمة عظيمة لم يعطها أحداً غيرهم وقد أوجب علىٰ سائر الخلق ولايتهم بعد معرفته وكلّفهم بإطاعتهم كما كلّفهم بإطاعته بل قرن بمتابعتهم بعبادته بحيث جعل عبادته بدون ذلك عين مخالفته (إلى أن قال)وبالجملة فحكم هذه الاجلة بلا تشبيه حكم الوزراء والامراء المقربين بالنسبة إلى ملك عظيم الشان فكما أنّه ان قرب بعضاً منهم غاية التقرب حتى جعل إطاعتهم إطاعته ومخالفتهم مخالفته ونسب إلى نفسه ما صدر عنه وماوصل إليه ولم يخرج ذلك الرجل من حدّ عبوديته إلى مرتبة من ذلك فكذلك هولاء عليهم السلام۔

جس حق پر ہمارے متقدمین اور متاخرین علماء محققین قائم ہیں جو کہ افراط و تفریط کا درمیانی نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ ہی رب العالمین ہے اور تمام مخلوقات کا رازق و خالق ہے اور وہی قادر و قدیم

ہے جس کا کوئی شریک وشبیہ نہیں اور اس کا رسولؐ اور ان کی اولاد میں سے بارہ امامؑ اس کی مخلوق ورعایا ہیں جو کہ طاعات ومناہی اور عبادات میں دیگر مخلوق کے ساتھ شریک ہیں ان کے اور اللہ تعالیٰ کے مابین یہی ربط ہے کہ جب اللہ نے اپنے علم کامل سے یہ جان لیا کہ مقتضائے حکمت وصواب مصلحت یہی ہے کہ وہ اپنے رسول اور حضرت آئمہؑ پر تفضّل فرمائے جو کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصل طینت سے پیدا ہوئے اور سب کے سب ایک ہی نور سے پیدا ہوئے اور تقدم اور مطاعیت کے شرف کے لحاظ سے تمام مخلوقات سے برتر ہیں اور ان کا کوئی مساوی نہیں ہے اور ان کو اس نے مشرف ومکرم قرار دیا اور تمام مخلوقات سے قبل ان کو اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا بلکہ تمام کائنات کو ان کے لئے پیدا کیا پھر ان کو ان کے کمال قابلیت اور مزید کرامت کے ساتھ منتخب فرمایا اور ان کو محامد افعال ومکارم خصال اور غرائب احوال عطا فرمائے اور ان کو تمام علوم وحکم کی تعلیم دی اور تمام معجزات اور تمام راز اور اسم اعظم کو ان کے اندر ودیعت فرمادیا اور ان پر عظیم وعمیم فضائل کے ساتھ انعام فرمایا جو ان کے علاوہ کسی کو نہ دیئے اپنی معرفت کے بعد تمام مخلوقات پر ان کی ولایت کو لازم قرار دیا اور اپنی اطاعت کے ساتھ ان کی اطاعت کا بھی مکلّف بنایا اور ان کی متابعت کو اپنی عبادت کے ساتھ اس طرح مرتبط کر دیا کہ ان کی مخالفت کے ساتھ اپنی عبادت کو اپنی عین مخالفت قرار دیا (الی قولہ) پس بالجملہ ان ذوات مقدسہ کا حکم بلاتشبیہ ان وزراء واُمراء مقربین کا حکم ہے جو کہ ایک عظیم الشان بادشاہ کی نسبت سے (وزراء وامراء) ہوتے ہیں مثلاً بادشاہ ان میں سے بعض کو بے انتہا تقرّب عطا کرتا ہے اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور انکی مخالفت کو اپنی مخالفت قرار دیتا ہے اور ان سے صادر ہونے والے اور ان تک پہنچنے والے امور کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور یہ لوگ اس مرتبہ کے باوجود بھی رعایا کے رتبہ سے خارج نہیں ہوتے اسی طرح یہ ذوات مقدسہ بھی اس یزدان پاک کے لئے بلاتشبیہ وزراء واُمراء مقربین ہیں۔

باب سوم

نبیؐ و آئمہ معصومینؑ کی خلقت نورانی کا اثبات

اربابِ دانش پر مخفی نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ معصومینؑ کی خلقت نورانی کا مسئلہ اتنا واضح اور روشن ہے کہ کوئی اس کا منکر نہیں ہوسکتا بلکہ ایک حد تک مسلّمات شیعہ میں داخل ہو چکا ہے مگر ہمیں مجبوراً اس مسئلہ پر خامہ فرسائی کی ضرورت پیش آئی ہے فاضل معاصر اصول الشریعہ ص ۶۹ پر اپنی ذاتی تحقیق وتدقیق کے پیش نظر تحریر فرماتے ہیں کہ ”نور سے مراد آئمہ کے جسم وبدن نہیں بلکہ ان کے ارواح مراد ہیں“ اس سلسلہ میں مؤلف نے جن روایات سے تمسک کیا ہے ہم یہاں ان کا تجزیہ کریں گے تاکہ اہل علم پر حقیقت واضح ہوجائے۔

مؤلف اصول الشریعہ کا اپنے سابقہ موقف سے انحراف

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ تھوڑے عرصہ میں فاضل مؤلف نے اپنے نظریات میں ترمیم کیوں شروع کردی مؤلف کی پہلی تصنیف احسن الفوائد فی شرح العقائد ہمارے پیش نظر ہے۔ ص ۳۸۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں ”افضلیت انبیاء کے منکرین عموماً دو شبہے پیش کرتے ہیں“ ایک تو جس کا مصنف نے ذکر کر کے جواب دیا اور دوسرا یہ کہ ”ملائکہ کی خلقت نور سے ہے اور انبیاء کی طین (مٹی) سے اور چونکہ نور طین سے افضل ہے لہٰذا ملائکہ انبیاء سے افضل ہوئے“ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کی خلقت بھی نور سے ہوئی ہے جیسا کہ أول ما خلق اللّٰه نوری وغیرہ احادیث اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں“۔

ہاں چونکہ ان کی ظاہری خلقت میں عنصر طینی بھی شامل ہے اس لئے ان کی خلقت کو بعض اوقات طین کی طرف بھی منسوب کردیا جاتا ہے۔ اس مطلب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہیں جسے علامہ جزائری نے انوار نعمانیہ میں درج کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ فریقین کی کتب میں موجود ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ جناب جبرائیل جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے دولت سرا پر حاضر ہوئے اثنائے گفتگو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے ان کو یاعمّ کہہ کر خطاب کیا جب جبرائیل

امین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو یاعمؑ کہہ کر خطاب کرنے کا تذکرہ کیا اور بطور تعجب کہا کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے ہماری خلقت سے نور سے ہے اور آپ کی طین سے آنحضرتؐ نے فرمایا جناب فاطمہؑ نے سچ کہا ہے یا جبرائیل نحن أیضاً مخلقون من نور۔ اے جبرائیل ہم بھی نور سے پیدا ہوئے پھر جناب نے حضرت علیؑ کو بلایا اور اپنی پیشانی اقدس کو ان کی پیشانی اطہر پر رگڑا اس سے اتنا نور ظاہر ہوا کہ جس سے آنکھیں خیرہ ہوگئیں آنجنابؐ نے فرمایا اے جبرائیل اس نور کو پہچانتے ہو جبرائیل نے عرض کی ہاں ھذا النور الذی کنّا نراہ فی قوائم العرش۔ یہ وہی نور ہے جسے ہم قوائم عرش پر دیکھا کرتے تھے۔ تب جنابؐ نے فرمایا اسی لیے جناب فاطمہؑ نے تجھے یاعمؑ کہا ہے۔

اس واقعہ میں اگرچہ فقط جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل اطہارؑ کا تذکرہ ہے لیکن بطور تنقیح مناط معلوم ہے کہ تمام انبیاء کی خلقت اسی طرح سے ہوئی ہے پس معلوم ہوا کہ یہ مفاضلہ فقط نورانی اور جسمانی میں نہیں ہیں بلکہ ایک طرف نورانیت اور جسمانیت دونوں ظاہر ہیں اور ظاہر ہے کہ ایک طرف فقط نور اور دوسری طرف نور اور جسم دونوں ہوں اور جسمانیت روحانیت کی تابع ہو تو اس صورت میں عقل سلیم اس شئے کو ترجیح دے گی جو نورانیت اور جسمانیت دونوں کی جامع ہو۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ انبیاء بشریت اور ملکیت دونوں کے جامع تھے ان کی قوت ملکیہ روحانیہ ملائکہ کی روحانیت سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہے۔

احسن الفوائد میں انبیاء کی نوع علیحدہ کی گئی ہے

احسن الفوائد ص ۳۹۶ میں ”حقیقت نبوت کا اجمالی بیان“ کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔ نبوت کی حقیقت کیا ہے اور اس کے شرائط ولوازم کیا ہیں؟ کسی نبی کے پہچاننے کا معیار کیا ہے؟ اگر ہم چاہیں تو اس موضع پر تفصیلی گفتگو کریں تو اس سے اور گنجائش کی قلت مانع

ہے ہاں اجمالاً اس قدر سمجھ لینا چاہیے کہ بعض(۱) اہل تحقیق نے حقیقت نبوت کے متعلق یہ کہا ہے کہ مرتبۂ نبوت انسانیت کے مرتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت حیوانیت سے بالاتر ہے۔ علامہ کا یہ فقرہ شیخ احمد احسائی کے فقرہ هم خلق فوق بني آدم سے کس قدر مشابہ ہے۔ مگر علامہ موصوف یہ نظریہ قائم کرنے کے باوجود فرقہ شیخیہ کے زمرہ میں شمار نہ ہو سکے اور پاک و ہند کے اکثر شیعہ اس نظریہ کی بدولت شیخیہ بن گئے

سچ ہے۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

حقیقت نبوت کے متعلق فاضل مؤلف کا ایک اور مقالہ

علامہ محمد حسین نے المبلغ شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء جلد ۷ شمارہ ۸ ص ۲۲ میں ایک مقالہ تحریر فرمایا ہے اس سے بعض اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں۔

خلقت نوریہ

اگر انبیاء کے حالات کا توجہ سے مطالعہ کیا جائے اور چشم بصیرت سے دیکھا جائے تو یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کا مادہ ہمارے مادہ جیسا نہیں ان کا مادہ بھی خاص ہے اور ولادت بھی خاص ہوتی ہے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت خاتم تک جملہ انبیاء کے حالات پڑھے جائیں تو ہمارے بیان کی صداقت واضح ہو جائے گی کہیں ان کو ''روح منہ'' کہا گیا ہے اور ''کلمة ألقاها'' سے تعبیر کیا گیا ہے بالخصوص خلقت آدم واسحاق و عیسیٰ علی نبینا وآلہ علیہم السلام کے کوائف قرآن میں ملاحظہ ہوں اسی طرح احادیث مستفیضہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگوں

(۱) فاضل مولف نے بعض اہل تحقیق کے قول کو بلا ردوقدح نقل فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاضل مؤلف ان اہل تحقیق کے نظریہ سے متفق ہیں۔

میں تین روحیں روح البدن، روح القوۃ، روح الشھوۃ ہوتی ہے اور اہل ایمان میں چار باضافہ روح الایمان لیکن انبیاء وآئمہ میں پانچ روحیں ہوتی ہیں باضافہ روح القدس وبروح القدس علوا جمیع الاشیاء۔(حدیث جابر از حضرت باقرؑ)

خواص مادّہ انبیاء

ان کے مادۂ مقدسہ کے آثار خود شاہد ہیں کہ وہ عام مواد کی طرح نہیں ہے اس لئے مواد ارضیہ ان پر اثر نہیں کرتے۔ قصہ یونس پڑھئے کہ بروایت چالیس روز کم سے کم تین روز تک شکم ماہی میں زندہ وسلامت رہے کون سا دوسرا انسان ہے جو چالیس یا تین روز تک اسی طرح زندہ رہ سکے۔ اسی طرح قصہ حضرت موسیٰؑ کہ جس وقت متولد ہوئے تو تفتیش کے خوف سے ماں نے تنور میں رکھا دیا اوپر لکڑیاں ڈال دیں اتنے میں لونڈی آئی اور آگ روشن کر دی جب مفتش چلا گیا تو والدۂ موسیٰؑ آئیں اور چلائیں لونڈی سے کہا اس نے لاعلمی کا عذر پیش کیا جب مادر موسیٰ نے تنور کے پاس جا کر دیکھا تو کیا دیکھتی ہیں کہ وہ صحیح وسالم آگ میں بیٹھے ہوئے آگ کیساتھ کھیل رہے ہیں۔ مادۂ جسمانیہ نبویہ پر آگ نے مطلقاً اثر نہ کیا۔ اسی طرح قصۂ حضرت ابراہیمؑ اور نار نمرود مشہور معروف ہے ذکر کی حاجت نہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے موت طبعی جسمانی نہیں ہے لا یموتون إلا باختیارھم اور عناصر اربعہ ان میں ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ إلا بإرادۃ فاعتبروا (کشف الاسرار)۔(۱)

ازالہ اشتباہ

لوگوں نے مقام نبوت سمجھنے میں بڑی غلطی کی ہے جلّ جلالہ اپنے حبیب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہے۔ قل إنّما أنا بشر مثلکم۔ اس مثل کے الفاظ سے بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے پیغمبر کے لئے لفظ مثل استعمال ہو جانے سے انہوں نے جملہ صفات انسانی میں پیغمبر کو مثل دیگر

(۱) علامہ نے موصوف نے اپنے نظریات سابقہ کی نشر واشاعت میں کشف الاسرار کا حوالہ پیش کیا۔ گویا کہ اس زمانہ میں کشف الاسرار کے مضامین ان کو دل و جان سے زیادہ عزیز تھے۔ بلکہ حقیقت پر مبنی تھے مگر پھر اصول الشریعہ میں علامہ سبطین مرحوم کو مفوضہ میں شمار کر دیا۔

انسانوں کے سمجھ لیا بعض نے صاف لکھ دیا کہ نبی اور دوسرے لوگوں میں کوئی فرق ہی نہیں حتی کہ وہ گنہگار بھی ہوتا ہے اور اس کو معاذ اللہ شیطان بہکا بھی دیتا ہے۔ اور (العیاذ باللہ) نبی محض ایک چٹھی رساں کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اس کی احادیث قابل اتباع نہیں اور انہیں وجوہ سے ہر کسی کو دعویٰ نبوت کرنے کی جرأت ہوگئی اور قلیل العقل انسان مدعی نبوت بن بیٹھا۔

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی

اب آبروئے شیوۂ اہل ہنر گئی

لیکن انہوں نے عقل سے اتنا کام نہ لیا کہ لفظ مثل ہرگز اس کا مقتضی نہیں کہ پیغمبر عام باتوں میں دوسرے انسانوں کے مساوی ہوجائے۔ ایسا وہی لوگ کہتے ہیں جنہوں نے ان کو از روئے بصیرتِ کامل نہیں دیکھا۔ اندھی تقلید میں گرفتار ہیں۔ فطرت عالم سے سبق نہیں لیتے۔ سنگریزوں اور جواہرات میں تمیز نہیں کرتے الماس کہ بلور سمجھتے ہیں اور گوہر کو خرمہرہ، اس میں شک نہیں کہ نبی بشر ہوتا ہے لیکن، ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر ہم سنگ خارا ہیں تو وہ پارس، ہم ذرہ وہ آفتاب، ہم جاہل وہ عالم ہم ناقص وہ کامل، ہم مثل قالب جان وہ عالم جان۔ جنسیت ونوعیت کا اتحاد صفات وکمالات میں تمام افراد کے مساوی ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک حیوان نہایت ضعیف القویٰ والحواس ہوتا ہے اور ایک حیوان نہایت ہی قوی الحواس وقوی الحس ہوتا ہے۔ حالانکہ دونوں حیوان کہلاتے ہیں۔ اسی طرح تمام انسان انسان کہلاتے ہیں لیکن ایک انسان نہایت ادنیٰ درجہ ہوتا ہے حتیٰ کہ حیوانوں سے بدتر اور ایک نہایت ہی اعلی درجہ کا حالانکہ وہ بھی بشر ہے۔ یہ بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ باقل وہبنقہ بھی بشر ہیں افلاطون وارسطو بھی بشر تو کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جملہ کمالات میں مساوی ہیں حالانکہ سوائے صورت انسانیہ میں اشتراک کے باوجود کوئی نسبت قائم نہیں کرسکتے''۔ قارئین حضرات پر مخفی نہ رہے کہ یہ عبارت اصل میں علامہ سبطین مرحوم کی کتاب کشف الاسرار ص ۲۹ سے بلا حوالہ نقل کی گئی ہے حالانکہ مولانا صاحب خود اسے سرقہ کی بناپر گناہ سمجھتے ہیں نہ معلوم برائے خود کیونکر روا رکھا۔

آنحضرتؐ اور آئمہ معصومینؑ کی حقیقت ادراک بشری سے بالاتر ہے

قبل اس کے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومینؑ کی خلقت نورانیہ کے اثبات میں آیات واحادیث اور اقوال علماء پیش کریں یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کی کنہ حقیقت کو پہچاننا بشری طاقت سے بالاتر ہے جو بقول علامہ حبیب اللہ الخوئی در منہاج البراعة ج ۵ ص ۱۹۲ سرادقات عرشی کے باشندے تھے اور ارشاد و ہدایت کے لئے جلباب بشری اوڑھ کر زمین میں تشریف لائے اور تھوڑی ہی مدت تک تبلیغ دین کر کے اپنے اصلی اوطان کی طرف رجوع کر گئے انہیں ذوات مقدسہ کے متعلق ابن ابی حدید لکھتا ہے۔

ربوبیة کادت تکون ولم تکن فهم دون باریهم و فوق البریة حقیقتهم لم یدرك العقل کنهها کما اللّٰه لم یدرك بکنه الحقیقة۔

قریب تھا کہ رب بن جاتے مگر نہ بنے پس وہ اپنے رب سے نیچے اور تمام مخلوقات سے بالاتر ہیں عقل ان کی کنہ حقیقت کو اسی طرح نہ پاسکی جس طرح کہ اللہ تعالی کی کنہ حقیقت کو معلوم نہ ہوسکی (کفایة الموحدین ج ۲ ص ۳۹۷) نیز بعض شعرائے عارفین نے اسی طرح فرمایا۔

سوی اللّٰه لم یعرفکم یا نبی الهدیٰ

وما عرف اللّٰه العلیّ سواکم

اے ہادیان امت تم کو سوائے خدا کے کسی نے نہ پہچانا اور نہ ہی خدائے بزرگ کو آپ کے سوا کسی نے پہچانا۔ یہ شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مشہور کی ترجمانی ہے۔

یا علی لایعرف اللّٰه إلّا أناو أنت ولا یعرفنی إلّا اللّٰه وأنت ولا یعرفك إلّا اللّٰه وأنا۔ اے علیؑ اللہ تعالی کو سوائے میرے اور آپ کے کسی نے نہ پہچانا اور مجھ کو سوائے اللہ کے اور آپ کے کسی نے نہ پہچانا اور آپ کو کسی نے نہ پہچانا سوائے میرے اور اللہ کے۔ اس حدیث شریف کو بہت سے علماء شیعہ نے ارسال المسلّم کی طرح اپنی کتب میں درج فرمایا ہے جن کی

تفصیل ہماری تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔شیخ صدوق محمد بن علی بن حسین بن بابویہ متوفی ۳۸۰ھ۔

آپ نے اس حدیث کو ان ہی مذکور الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔(ملاحظہ ہو انوار المواھب ج ٤ ص ٣٤ علی اکبر نہاوندی)

۲۔علامہ محمد بن علی بن شہرآشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ المناقب ج ٣ ص ١٤٩ میں فرماتے ہیں قال النبی یاعلی ماعرف اللّٰہ حق معرفۃ غیری و غیرک وما عرفک حق معرفتک غیر اللّٰہ و غیری ۔اے علی اللہ کو صحیح معنوں میں میرے اور تمہارے سوا کسی نے نہ پہچانا اور آپ کو صحیح معنوں میں اللہ اور میرے سوا کسی نے نہ پہچانا۔

۳۔فخر المحدثین علامہ حسن بن سلیمان حلیؒ متوفی بعد ۸۰۲ھ۔

آپ نے حدیث مذکور کو اپنی کتاب المحتضر ص ٣٨، ١٦٥' مختصر البصائر ص ١٢٥ میں روایت کیا ہے۔

۴۔ابوالحسن بن حسن بن حسن بن محمد دیلمیؒ ارشاد القلوب ج ٢ ص ١ پر فرماتے ہیں قال رسول اللّٰہ ما عرفک یا علی حق معرفتک إلّا اللّٰہ وأنا ۔اے علیؑ آپ کو صحیح طور پر اللہ اور میرے سوا کسی نے نہ پہچانا۔

۵۔عارف جلیل علامہ رجب بن علی البرسی متوفی ۸۰۰ھ۔

درمشارق الانوار الیقین فی حقائق امیرالمومنینؑ از حضرت ابوذرؓ کمانقلہ فی کبریت الاحمر ج ٢ ص ٢٤٣ ط ایران۔

٦۔علامہ محمد بن باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ ۔آپ نے یہ حدیث اپنی کتاب بحار الانوار ج ٩ ص ٤٢٣ میں درج فرمائی ہے۔

۷۔علامہ سید ہاشم البحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ ۔در کتاب مدینۃ المعاجز ص ١٦٤ آپ کے الفاظ یوں روایت ہیں۔یاعلی ماعرف اللّٰہ إلا أنا وأنت وما عرفنی إلّا اللّٰہ وأنت ولا عرفک إلا اللّٰہ وأنا۔

۸۔علامہ شرف الدین بن علی النجفی متوفی بعد ۸۲٦ھ ۔آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف منیف تاویل الآیات الباھرۃ فی فضل العترۃ الطاھرۃ میں درج فرمائی ہے۔(کما فی المدینۃ ص ٢٤)

۹۔سید محمد مہدی الحسینی التنکابنی ۔آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف جلیل الطوالع الانوار ص ٢٦' ص ٤٩' ص ٤٣ میں نقل کی ہے۔

۱۰۔علامہ محمد باقر القائنی تلمیذ علامہ نوری متوفی ۱۳۲۰ھ ۔آپ نے یہ حدیث بحوالہ مشارق الانوار و کبریت الاحمر ج ٢ ص ٢٤٣ میں نقل کی ہے۔

۱۱۔علامہ جلیل سید اسماعیل النوری الطبرسی ۔آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف منیف کفایۃ الموحدین ج ١ ص ١٥٠ میں نقل کی ہے۔نیز کفایۃ الموحدین ج ٢ ص ٤٠ میں فرماتے ہیں مرتبہ محمد وآل محمد را کسی نشاختہ و بزرگی وجلالت ایشاں کسی نہ فہمیدند پس ذکر شد یا ذکر خواہد شد یا ذکر نمایند ہمہ خلائق از بزرگی وجلالت ایشاں قطرۂ ازدریا فضائل و مناقب جلال ایشاں وامام صادق علیہ السلام فرمونند کہ آنچہ ظاہر شد از برائے ملائکہ مقربین از اسرار آل محمد قلیلے از کثیر ست وکثیر آنرا احصاء نمی تواند کرد ۔محمد وآل محمد علیہم السلام کے رتبہ کو کسی نے نہیں پہچانا اور ان کی جلالت کو کوئی نہیں سمجھا جو کچھ ان کے فضائل و مناقب میں سے اب تک ذکر ہو چکا یا ہوگا یا ہو رہا ہے وہ ان کے فضائل کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کے لئے بھی محمد وآل محمد علیہم السلام کے اسرار میں سے تھوڑا حصہ ظاہر ہوا ہے اور زیادہ کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۲۔خاتم المتکلمین رئیس المفسرین علامہ سید علی حائریؒ۔

اپنی تفسیر بے نظیر لوامع التنزیل ج ١٦ ص ٦٧ مطبوعہ لاہور میں اس حدیث جلیل القدر کو نقل فرماتے ہیں۔نیز ص ٧٥ میں فرماتے ہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ بظاہر بشربودلکن آنچہ بود حق آں ست کہ اکثر حقیقت اُو نہ

فہمیدند۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر چہ بظاہر بشر تھے لیکن درحقیقت کیا تھے حق یہ ہے کہ اکثر ان کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے۔

۱۳۔علامہ سید رضی الدین تبریزیؒ مجتہد نجف اشرف دام عزہ۔ آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف منیف القطرة من بحار مناقب النبی والعترة ص ۱۴۰ میں درج فرمائی ہے۔

۱۴۔زبدۃ العارفین علامہ سید محمد سبطین سرسویؒ مرحوم۔ آپ نے یہ حدیث اپنی اکثر کتب میں درج فرمائی ہے۔

۱۵۔جناب محمد حسین مؤلف احسن الفوائد واصول الشریعہ۔ آپ نے یہ حدیث جلیل اپنے اس مقالہ میں نقل کی ہے جو ماہنامہ المبلغ سرگودھا ج ۷ شمارہ ۸ بابت ماہ ستمبر ۶۳ء میں شائع ہوا تھا۔ (ملاحظہ ہو ص ۲۷ از رسالہ مذکورہ)

۱۶۔مؤلف رسالہ حقائق الاسرار فی شرح الزیارات الجامعہ نے اپنی اس کتاب کے ص ۱۲۱ طبع ایران میں درج کی ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔

لأنّ أنوارهم منزّهة عن الزمان و المكان لأنّها مخلوقة قبل خلق الزمان والمكان وهي بريئة عن الأمكنة و الحدود محتجب عنهم حسّ كل متوهم إذ لا يعرف كنههم إلّا اللّٰه و لهذا قال صلی اللّٰه علیه وآله وسلم **لعلی یاعلی لا یعرفنی إلّا اللّٰه وأنت ولا یعرفك إلّا اللّٰه وأنا وما عرف اللّٰه إلّا أنا وأنت و بالجملة فهذه الروایة واردة فی حقائقهم النورانیة ۔**

چونکہ ان کے انوار زمان ومکان سے منزہ ہیں اور زمان ومکان کی خلقت سے مقدم ہیں حدود وامکنہ سے بری ہیں۔ ہر وہم وگمان کرنے والے کی حس ان سے دور ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ مجھ کو اللہ اور تمہارے سوا کوئی نے نہیں پہچانا اور تم کو اللہ اور میرے سوا کوئی نے نہیں پہچانا اور اللہ کو تمہارے اور میرے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ یہ روایت ان کے حقائق نورانیہ کے متعلق وارد ہے۔

۱۹۔خاتم المجتہدین وفخر المتکلفین حضرت علامہ سید عبد الرزاق المقرمؒ الموسوی نزیل نجف اشرف دام اللہ ظلہ الوریف اس حدیث کو اپنی تالیف منیف مقتل الحسینؑ ص ۱۹ میں درج فرمایا ہے۔

۱۸۔حکیم ترمذی سنی عالم جلیلؒ نے النوادر میں یہ روایت لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ **مارأني في هذه الدنيا علىٰ الحقيقة التي خلقني اللّٰه عليها غير عليٍّؑ ابن أبی طالبؑ** مجھ کو اس دنیا میں اصلی حقیقت پر سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ کے کسی نے نہ دیکھا۔

۱۹۔علامہ شیخ علی اکبر نہاوندیؒ۔ آپ نے یہ حدیث اپنی کتاب انوار المواهب ج ۴ ص ۳۴ میں درج فرمائی ہے۔

محمد وآل محمد علیہم السلام کی خلقت نوری قرآن مجید کی روشنی میں

۱۔ **﴿فامنوا باللّٰه ورسوله والنور الذی أنزلنا﴾** پ۲۸ ع۱۵۔ پس اللہ پر ایمان لے آؤ اور اسکے رسول پر اور اس نور پر جس کو ہم نے نازل کیا۔

تفسیر قمی ص ۵۸۳، تفسیر برهان ص ۱۱۲۰، بحارالانوار ج ۷ ص ۹۴ میں ابوخالد کاملی سے مروی ہے کہ امام محمد باقرؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔

یاأباخالد النور واللّٰه الآئمة من آل محمد إلیٰ یوم القیامة وهم واللّٰه نور اللّٰه الذی أنزل وهم واللّٰه نوراللّٰه فی السموات والارض ۔

اے ابوخالد نور سے مراد قیامت تک ہم آئمہ آل محمدؐ ہی ہیں۔ بخدا ہم ہی وہ نور ہیں جن کو نازل کیا گیا اور ہم ہی آسمانوں اور زمین میں اللہ کا نور ہیں۔

۲۔ **﴿واتبعوا النور الذی أنزل معه﴾** (پ ۹ ع۹)۔

اور انہوں نے اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا تفسیر برهان ص ۳۷۰، بحارالانوار ج ۷ ص ۶۴ میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے **النور فی هذا الموضع أمیرالمومنین والآئمة** علیهم السلام ۔ اس مقام پر نور سے مراد امیرالمومنین اور آئمہ طاہرین

علیہم السلام ہیں۔(مراۃ الانوار ص ۲۱۰‘ اصول الشریعۃ ص ۶۸)

٣۔﴿ قد جاء کم برھان من ربّکم و أنزلنا إلیکم نوراً مبینا﴾(پ٦ ع٤)
تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف دکھلا دینے والا نور نازل کیا۔

بحار الانوار ج ۷ ص ٦٤ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔ البرھان رسول اللّٰہ والنور المبین علی بن أبی طالب ۔ برہان سے مراد رسول اللہ اور نور مبین سے مراد امیر المومنینؑ ہیں۔ (تفسیر برھان ص ٢٦٢‘ مراۃ الانوار ص ٢١٠)

آیات مذکورہ میں
انزال کا مفہوم اور تقریب استدلال

علامہ مجلسیؒ بحار جلد۷ ص ۱٦۳ میں فرماتے ہیں۔

و الإنزال لا ینافی ذلک لأنّہ قدوردفی شان الرسول أیضاً قد أنزل اللّٰہ إلیکم ذکراً رسولًا فأنزل نور النبی والوصی صلوات اللّٰہ علیھما من صلب آدم إلیٰ الاصلاب الطاھرۃ إلی أصلاب عبد المطلب فافترق نصفین فانتقل نصف إلیٰ صلب عبد اللّٰہ و نصف إلیٰ صلب أبی طالب کما مرّ وقد قال تعالی و النور الذی أُنزل معہ وفسّر بعلی و أیضا یحتمل أن یکون الانزال إشارۃ إلیٰ أنّہ بعد رفعھم علیھم السلام إلی أعلی منازل القرب والتقدس والعزّ والکرامۃ نزلھم إلیٰ معاشرۃ الخلق و ھدایتھم لیأخذوا عنہ العلوم بقدسھم و طھارتھم و یبلغوا إلیٰ الخلق بظاھر بشر یتھم فإنزالھم إشارۃ إلی ھذا المعنی۔

اگر یہ اشکال پیدا کیا جائے کہ اگر یہاں نور سے مراد اہل بیت رسولؐ ہیں تو ان کو نازل کرنے کا کیا مطلب ہے؟ جواباً عرض یہ ہے کہ انزال کا لفظ ہمارے مدعٰی کے منافی نہیں چونکہ یہی لفظ انزال

رسول اللہ کے لئے بھی آیا ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے۔﴿أنزل اللّٰہ إلیکم ذکراً رسولًا﴾ ۔ہم نے تمہاری طرف ذکر کو رسول بنا کر بھیجا ہے (پ ٢٨ ع ٨) پس اللہ نے نبیؐ اور وصی علیہما السلام کے نور کو صلب آدمؑ سے اصلاب طاہرہ کی طرف منتقل کیا پھر وہاں سے رفتہ رفتہ حضرت عبد المطلبؑ کے صلب میں اتارا یہاں آ کر یہ نور دو حصوں میں تقسیم ہوا۔ نصف حضرت ابو طالبؑ کی صلب میں گیا اور نصف حضرت عبد اللہؑ کی صلب میں گیا۔ نیز خدا نے یہ بھی فرمایا کہ وہ نور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نازل ہوا تھا جس کی تفسیر علی علیہ السلام کے ساتھ کی گئی یہاں پر نزول کے مفہوم میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو تقدس، عزت، کرامت اور منازل قرب کی رفعتوں تک پہنچانے کے بعد بندوں کے ساتھ معاشرت کے لئے اتارا تا کہ اپنی قدسی حالت اور طہارت کے ساتھ اس سے علوم حاصل کریں اور اپنی بشریت ظاہرہ کے ذریعے ان کو بندوں تک پہنچائیں ان کے نازل کرنے میں اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔

۴۔﴿قد جاء کم من اللّٰہ نور و کتاب مبین﴾ تفسیر لوامع التنزیل ج ١٥ ص ٣١٩ میں ہے بالاتفاق از نور مراد نور خاتم الانبیاء است زیرا کہ کتاب را بر نور عطف کردہ است پس مغایرت بینہما واجب است۔ پس کتاب قرآن ست واز نور مراد نور محمد ی باشد۔ بالاتفاق یہاں نور سے مراد خاتم الانبیاء ہیں چونکہ کتاب کو نور پر عطف کیا گیا ہے اسی لئے دونوں میں مغایرت واجب ہے پس کتاب سے قرآن اور نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مراد ہیں۔ اصول الشریعہ ص٦٨ میں بھی اس آیت میں نور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لئے گئے ہیں۔

معصومینؑ کی خلقت نوری
احادیث کی روشنی میں

١۔ مقتضب الاثر ص ٨ تالیف محمد بن عیاش جوہری متوفی ٤٠١ھ اور مصباح الشریعہ باب ٦٩ میں سلمان فارسی کی ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یاسلمان خلقنی اللّٰہ من صفوۃ نورہ فدعانی فأطعتہ و خلق من نوری علیاً فدعاہ إلیٰ طاعتہ فأطاعہ وخلق من نوری و نورعلی فاطمۃ فدعاھا فأطاعتہ و خلق منی و من علی ومن فاطمۃ الحسن و الحسین فدعاھما فأطاعاہ فسمّنا اللّٰہ بخمسۃ من أسماء من أسمائہ فاللّٰہ المحمود وأنا محمد واللّٰہ الأعلی وھذا علیّ واللّٰہ فاطر وھذہ فاطمۃ و اللّٰہ الاحسان وھذا الحسن و الحسین ثمّ خلق من نورالحسین تسعۃ آئمۃ فدعاھم فأطاعوہ قبل أن یخلق سماء مبنیۃً وأرضاًمدحیۃً أوھواً أوماءً أوملکاًأوبشراً۔ (نیز بحارالانوار ج ۱ ص ۱۸۱) اے سلمان اللہ نے مجھ کو اپنے منتخب نور سے خلق فرمایا پھر مجھ کو پکارا تو میں نے اس کی اطاعت کی اور میرے نور سے علی علیہ السلام کا نور پیدا کیا پھر اس کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا پس علی علیہ السلام نے اسکی اطاعت کی پھر میرے اور علی علیہ السلام کے نور سے فاطمہ علیہا السلام کو خلق فرمایا اور اپنی اطاعت کی طرف بلایا تو فاطمہ علیہا السلام نے اسکی اطاعت کی پھر فاطمہ علیہا السلام کے نور سے حسن علیہ السلام وحسین علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کو بلایا تو انہوں نے اس کی اطاعت کی پھر اپنے اسماء میں سے ہمارے نام رکھے وہ محمود ہے میں محمد ہوں وہ اعلی یہ علی علیہ السلام ہیں وہ فاطر ہے یہ فاطمہ علیہا السلام ہے وہ قدیم الاحسان ہے یہ حسن علیہ السلام ہے وہ محسن ہے یہ حسین علیہ السلام ہے پھر حسین علیہ السلام کے نور سے ۹امام پیدا کیے ان کو اپنی اطاعت کی طرف بلایا تو انہوں نے اطاعت کی قبل اس کے کہ کوئی آسمان وزمین ہوا پانی یا کوئی فرشتہ یا بشر بنتا۔

۲۔مرأۃ الانوار ص ۲۲ میں بحوالہ کنزالفوائد ابن عباس سے مروی ہے۔

کنّا عند رسول اللّٰہ فأقبل علی علیہ السلام فقال لہ النبی مرحبا بمن خلقہ اللّٰہ قبل أبیہ بأربعین ألف سنۃ فقلنا یارسول اللّٰہ أکان الابن قبل الأب فقال نعم إنّ اللّٰہ خلقنی و علیاً من نور واحد قبل خلق آدم بھذہ المدّۃ۔

ہم رسول اللہ کے پاس بیٹھے تھے کہ علی علیہ السلام تشریف لائے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرحبا اے

وہ جوان جس کو اللہ نے اس کے باپ سے چالیس ہزار سال قبل پیدا کیا ہم نے کہا یا رسول اللہ کیا باپ اپنے بیٹے سے قبل پیدا ہو گیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ نے مجھ کو اور علی علیہ السلام کو خلق آدم سے چالیس ہزار سال قبل ایک ہی نور سے پیدا کیا۔(نیز یہ حدیث ارشاد القلوب ج ۲ ص ۲۰۲ میں بھی مروی ہے۔ کذا فی البحارالانوار ج ۷ ص۱۰۹)۔

۳۔ بحارالانوار ج ۱٤ ص ٤۸ میں امام باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

یا جابر إنّ أولّ ما خلق خلق محمداً و عترتہ الھداۃ فکانوا أشباح نور بین یدی اللّٰہ تعالی قلت ما الا شباح قال ظلّ النور أبدان نورانیۃ بلا أرواح وکان مؤیداً بنور واحد وھی روح القدس فبہ کان یعبد اللّٰہ و عترتہ ۔

(بحارالانوار ج ٦ ص ٦)

اے جابر سب سے پہلے اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی عترت ہدایت کنندہ کو پیدا کیا یہ اللہ تعالی کے پاس اشباح نور تھے میں نے کہا اشباح کیا ہوتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا نور کا سایہ نورانی بدن جن میں روحیں نہ ہوں ان میں اس وقت ایک ہی نور تھا اور وہ روح القدس تھا جس کے ذریعے وہ اور ان کی عترت اللہ کی عبادت کرتے تھے۔(کذافی شرح کافی ج ٤ ص ۱۵۱)

۴۔بصائر الدرجات جلد اول ص٦ باب خلق الآئمۃ، بحارج ۱٤ ص۳۹۹ ص ٤۲۸ اور شرح اصول کافی کتاب الحجۃ جلد ٤ ص ٤۲ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

إنّ اللّٰہ خلقنا من نورعظمتہ ثمّ صوّرنا خلقنا من طینۃ مخزونۃ من تحت العرش فأسکن ذلك النور فیہ فکنّا نحن خُلقنا بشراً نورانیین ولم یجعل لأحد فی مثل الذی خلقنا منہ نصیباً ۔ اللہ نے ہم کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا اور پھر ہماری صورت اس طینت مخزونہ سے بنائی جو عرش کے نیچے تھی اور اس نور کو اس میں رکھا پس ہم بشر نورانی بن گئے اور جس چیز سے ہم پیدا ہوئے اس میں کسی کو حصہ نہیں ملا۔

۵۔مراۃ الانوار ص ۲۰' بحارالانوار ج ۷ ص ۱۸٤ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔

یفصل نورنا من اللّٰه لشعاع الشمس من الشمس ۔ ہمارا نور خدا کے نور سے اس طرح جدا ہے جس طرح سورج کی شعاع سورج سے جدا ہے۔

علامہ مرزا ابوالحسن الشریف مراۃ الانوار ص ۲۱ میں اس حدیث شریف کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اشارۃ إلیٰ مافیهم من جهة الروحانیة التی بسببها كانوا قابلین للفیوضات التی إختصت بهم صاروا أوساط الاستفاده من طرف اللّٰه كما أنّهم لعلّة الجهة البشریة كانوا وسائط إیصال أحكام اللّٰه وغیرها إلیٰ الخلق۔ اس حدیث سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان ذوات مقدسہؑ میں ایک جہت روحانی (جنبہ نوری تھا) جس کے ذریعے وہ ان فیوضات کو قبول کرنے والے تھے جو ان سے مخصوص تھے اور اللہ کی طرف مستفید ہوتے تھے۔ اور بشری جہت سے وہ اللہ کے احکام بندوں تک پہنچاتے تھے۔

۶۔حیات القلوب ج ۲ ص ٤ میں مروی ہے۔ بسند معتبر امام جعفر صادق منقول ست که محمد و علی صلوات اللہ علیہما نور بودند نزد خداوند عالمیاں دو ہزار سال پیش آز آنکہ حق تعالی خلائق را ایجاد کند پس چوں ملائکۃ آں دو نور رادیدند یکے را أصل یافتند وازاں شعاع لامع گردیدہ است که فرع آں بود پس گفتند خداوند ایں چه نور است حق تعالے وحی نمود بسوئے ایشاں که ایں نوراست از نورہای من که اصلش پیغمبری است و فرعش امامت است۔

بسند معتبر امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ محمد و علی صلوات اللہ علیہما اللہ کے نزدیک مخلوقات کی خلقت سے دو ہزار سال قبل دو نور تھے جب ملائکہ نے دیکھا کہ ایک نور اصل ہے اور اس سے ایک شعاع نکلی ہوئی ہے جو اس کی فرع ہے تو انہوں نے کہا کہ اے خداوند یہ کیسا نور ہے اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ یہ میرے انوار میں سے ایک نور ہے جس کی اصل نبوت ہے اور اس کی فرع

امامت ہے۔

۷۔حیاۃ القلوب ج ۲ ص ۳ میں مروی ہے۔ وبطرق متعددۃ ازعبداللّٰه بن عباس منقول است که حضرت رسول اللّٰه فرمود که حق تعالی خلق کرد مرا وعلی را نوری ودرزیر عرش پیش ازاں کہ خلق نماید آدم را بدوازدہ ہزار سال چوں آدم راخلق کردآں نوررادر صلب آدمؑ انداخت پس آں نوراز صلبے بصلب دیگر منتقل می شد تا آنکه جدا شدیم مادرصلب عبداللّٰه وابوطالب پس خدا مرا أزآں نور خلق نمود۔

مختلف اسانید سے عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے مجھ کو اور علی علیہ السلام کو خلقت آدم سے بارہ ہزار سال قبل زیر عرش نور خلق فرمایا پس جب حضرت آدمؑ کو خلق کیا تو اس نور کو ان کی صلب میں رکھ دیا اور وہ نور صلب بصلب منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ہم حضرت عبداللہؑ اور حضرت ابوطالبؑ کی صلب سے جدا ہو گئے اور اسی نور سے اللہ نے مجھ کو خلق فرمایا۔

۸۔بحارالانوار ج ۱۰ ص ۲ بحوالہ معانی الاخبار بسند صحیح امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

قال رسول اللّٰه خلق اللّٰه نور فاطمةؑ قبل أن یخلق الارض والسماء فقال بعض الناس یا نبی اللّٰه فلیست هی إنسیة فقال حوراء إنسیة فقالوا یا نبی اللّٰه كیف هی حوراء إنسیة فقال خلقها اللّٰه من نوره قبل أن یخلق آدم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ نے فاطمہ علیہا السلام کے نور کو آسمان و زمین کی خلقت سے پہلے پیدا کیا بعض لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا فاطمہ علیہا السلام نور ہے انسان نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا فاطمہ علیہا السلام حوریہ بصورت انسان ہے لوگوں نے کہا یہ کیسے آنحضرتؐ نے فرمایا چونکہ اللہ نے خلقت آدمؑ سے قبل اس کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

شیخ صدوقؒ نے کتاب مولد فاطمہ علیہا السلام میں مرفوعاً اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے۔

قال لی رسول اللّٰه وقد كنت شهدت فاطمة وقد ولدت بعض ولدها فلم أرلها دماً فقال إنّ فاطمة خُلقت حورية فی صورة إنسية۔

میں نے دیکھا کہ ایک مرتبہ جناب فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کے ہاں کسی بچہ کی ولادت ہوئی تو ان سے بمقتضائے تکلیف نسوانی کسی قسم کا خون نہیں دیکھا گیا پس آنحضرتؐ نے فرمایا فاطمہ علیہا السلام حور ہیں جن کو بصورت انسانی خلق کیا گیا۔ تفسیر فرات بن ابراھیم میں آنحضرتؐ سے منقول ہے فاطمة حوراء إنسية لاإنسية فاطمہ علیہا السلام صرف انسان نہیں ہیں بلکہ حور بہ بصورت انسان ہیں۔(بحار عاشر)

۹۔علل الشرائع میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ان سے سوال کیا گیا کہ فاطمہ علیہا السلام کو زہرا کیوں کہا جاتا ہے تو آنحضرتؐ نے جواب دیا۔

لأنّ اللّٰه خلقها من نور عظمته فلمّا أشرقت أضاء ت السماوات والارض بنورها وغيشت أبصار الملائكة و خرّت الملائكة ساجدين وقالوا إلٰهنا وسيدنا ما هذا النور فأوحىٰ اللّٰه إليهم هذا نور من نوری أسكنته فی سمائی خلقته من عظمتی أخرجته من صلب نبی من الانبياء و أخرج من ذلك النور آئمةً يقومون بأمری۔

چونکہ اللہ نے ان کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا جب ان کا نور چمکا تو آسمان وزمین روشن ہو گئے اور ملائکہ کی آنکھیں چندھیا گئیں اور وہ سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ اے معبود حقیقی یہ کیسا نور ہے اللہ نے ان کی طرف وحی کی یہ میرے نور میں سے ایک نور ہے جس کو میں نے اپنی عظمت سے خلق کیا اور اپنے آسمان میں ٹھہرایا اس کو میں اپنے انبیاء میں سے ایک نبی کی صلب میں سے نکالوں گا اور اس سے آئمہ پیدا کروں گا جو میرے امر کو قائم کریں گے۔(بحار الانوار ج ۱۰ ص ۴)

۱۰۔بحار الانوار ج ۹ ص ۷ میں شیخ طوسیؒ کے اسناد سے بروایت ثقہ جلیل ابو محمد فضل بن شاذان قمی امام موسی کاظم علیہ السلام سے مروی ہے۔

هم خلقوا من الأنوار و انتقلوا من ظهر إلىٰ ظهر وصلب إلىٰ صلب ورحم إلىٰ رحم بل نقل بعد نقل لا من ماء مهين ولا نطفة خشرة كسائر خلقه بل أنوار إنتقلوا من أصلاب الطاهرين إلىٰ أرحام المطهرات لأنّهم صفوة الصفوة۔

آئمہ اطہار علیہم السلام انوار سے پیدا کئے گئے اور پشت بہ پشت رحم بہ رحم منتقل ہوتے چلے آئے ہیں ان کی پیدائش نطفہ اور نجس مادہ منویہ سے نہیں ہوئی بلکہ یہ نور ہی نور اصلاب طاہرینؑ سے ارحام طاہراتؑ کی طرف منتقل ہوتے چلے آئے چونکہ یہ خدا کی برگزیدہ مخلوق ہیں۔

ان احادیث شریفہ معتبرہ سے ان ذوات عظام کی خلقت نورانی آفتاب نصف النہار کی طرح واضح و روشن ہے جو عیاں راچہ بیان کا مصداق ہے اور روح و ہدایت کے ساتھ بے سرو پا تاویلات سے کوئی ربط ہی پیدا نہیں ہوتا اگر بفرض محال ہم ان کی نورانیت جسمانی کے منکر ہو جائیں تو مندرجہ ذیل احادیث کے متعلق کیا حکم لگایا جائے گا۔

۱۔معانی الاخبار ص ۲۳، جلاء العیون ص ۱۰۶، بحار عاشر ص ۴ میں ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ فاطمہ علیہا السلام کو "زہرا" کیوں کہتے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا۔ لأ نّها تزهر لأمير المومنينؑ فی النهار ثلث مرّات بالنور وكان نور وجهها يزهر صلوات الغداة والناس فی فراشهم فيدخل بياض ذلك النور فی حجراتهم بالمدينة فيبيّض حيطانهم فيتعجبون من ذلك فياتون النبیؐ فيسألونه عمّا رأو فيرسلهم إلىٰ منزل فاطمة فيرونها قاعدة فی محرابها و تصلیّ و النور يسطع من وجهها۔

چونکہ آپ دن میں تین مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کے لئے روشن ہوا کرتی تھیں صبح کی نماز کے وقت جب لوگ اپنے اپنے بستروں میں ہوتے ہیں تو آپ کے چہرے کا نور اتنا چمکتا تھا کہ اس نور کی سفیدی مدینہ میں لوگوں کے حجروں میں داخل ہو جاتی تھی اور ان کی دیواریں چمک اٹھتی تھیں پس لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کرتے تھے کہ یارسول اللہ یہ نور کیسا ہے پس

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دولت سرائے فاطمہ علیہا السلام کی طرف بھیجتے تھے اور وہ دیکھتے تھے کہ یہ خاتون اقدس اپنے محراب میں بیٹھ کر عبادت میں مصروف ہیں اور آپ کا چہرہ نور سے دمک رہا ہے۔

۲۔روی عن عثمان بن أبی العاص عن أُمّه قالت لمّا حضرت ولادة رسول اللّٰه رأیت البیت حین وقع قد إمتلاء نوراً ۔(انوار محمدیه ص ۱۶)
عثمان بن ابی عاص کی والدہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا وقت آیا اور آپ شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے تو سارا گھر نور سے جگمگا اٹھا۔

۳۔عن آمنة قالت لمّا فصل منی النبی خرج معه نور أضاء ما بین المشرق والمغرب ۔(انوار محمدیه ص ۱۶)
آمنہ بنت وہبؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ان کے ساتھ اتنا نور برآمد ہوا کہ مشرق ومغرب کے مابین فضاء روشن ہوگئی۔

۴۔علامہ مجلسی حیاة القلوب ج دوم ص ۱۱۷ میں فرماتے ہیں۔ پیوسته نور از جبین مبارکش ساطع بود ودرشبها چوں ماهتاب بردرو دیوار می تابدو نقل کرده اند که در شبی عائشه سوزنی گم کرده بود وچوں آنحضرت داخل حجره شد بنور روی آنحضرت سوزن را یافت و روایت کرده اند که درشب تاری در راهی می رفتند دست مبارك رابلند کر دند واز انگشتاں منورش نور می تابد وبنور آں راه می یافتند۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جبین مبارک سے برابر نور چمکتا تھا اور تاریکی کے اندر درودیوار پر چاند کی طرح روشنی پیدا ہوجاتی تھی اور روایت میں ہے کہ ایک شب عائشہ نے سوئی گم کردی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ میں آئے تو آپ کے چہرے کے نور سے انہوں نے سوئی تلاش کرلی اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ راہ چلتے چلتے ہاتھ کو بلند کردیتے تھے اور آپ کی انگشتان منور سے نور چمکتا تھا اور لوگ راستہ دیکھ لیتے تھے۔

۵۔فوضعت خد یجة فاطمةَ طاهرة ومطهّرة فلمّا سقطت أشرق منها نور حتی د خل بیوتات مکة (بحار عاشر) جب ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بطن سے جناب فاطمہ علیہا السلام پاک وپاکیزہ باہر تشریف لائیں تو آپ کے جسم سے اتنی روشنی اٹھی کہ مکہ کے گھر روشن ہوگئے۔

۶۔إنّ الحسینؑ کان إذا جلس فی المکان المظلم یهتدی إلیه النا س ببیاض جبینه ۔(بحار عاشر ص ۱۵۶، مدینة المعاجز ص ۲۵۹)
امام حسین علیہ السلام جب تاریک مقام پر تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کی پیشانی کے نور سے لوگوں کو ان کی طرف راستہ نظر آجاتا تھا۔

۷۔ام الفضل بنت مامون سے مروی ہے رأیت من وجهه نوراً علیت البیت وما قدرت النظر إلیه۔ (انوار النعمانیه ص ۲۳۸) جب امام محمد تقی علیہ السلام ہمارے گھر داخل ہوئے تو میں نے ان کے چہرۂ مبارک سے اس قدر نورانی شعاعیں دیکھیں کہ وہ تمام مکان پر بلند ہوگئیں اور میں ان کے چہرہ کی طرف نہ دیکھ سکی۔

۸۔بحار جلد ۱۲ ص ۳ میں مروی ہے کہ جب امام صاحب الزمان صلوٰۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف دنیا میں تشریف لائے تو اتنا نور نکلا کہ افق آسمان پر پھیل گیا ان احادیث سے تو بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ عنصر نوری ان کے اجسام مطہرہؑ میں بھی داخل ہے۔

پس ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ان نصوص صریحہ کے باوجود نور کی تاویل روح یا ہادی سے کردینا کیوں کر درست سمجھا جاسکتا ہے۔ نیز مخفی نہ رہے کہ ان ذوات مقدسہ کی خلقت نوری کے متعلق اس قدر متکاثرہ ومتضافرہ احادیث وارد ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو کئی مجلدات پر مشتمل ایک مستقل کتاب بن جائے اسی حقیقت قاہرہ کی تاب نہ لاتے ہوئے عالیجناب حسین بخش صاحب (جاڑا) اپنی تالیف لمعة الانوار ج ۲ ص ۱۲ میں فرماتے ہیں ''بہر کیف ان کی خلقت نوری کے متعلق احادیث حد تواتر کو پہنچی ہیں'' نیز ص ۲۰۷ میں لکھتے ہیں کہ ''خدانے نور کی

ایک نوع پیدا کی ہے اور محمد وآل محمد علیہم السلام اس نوع کے اشرف افراد ہیں'' ان احادیث متکاثرہ و متضافرہ کے نا قابل انکار تواتر سے متاثر ہو کر خود مؤلف اصول الشریعہ ص ۶۸ پر یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے ''اسی طرح متعدد روایات میں آنحضرتؐ کی نوری خلقت کا تذکرہ موجود ہے جیسے حدیث مشہور أوّل ماخلق اللّٰہ نوری یا جیسے أناوعلی من نور واحد أو غیر ذلك من الاخبار الكثيرة''۔ الحمدللہ کہ فاضل مولف نے ان ذوات مقدسہ کو نوری مخلوق ماننے کا اعلان کر دیا ہے لہذا اب اس حقیقت قاہرہ کے بعد ان کی کوئی تاویل قابل قبول اور مورد توجہ قرار نہیں پاتی تاہم صاحب اصول الشریعہ نے ص ۶۹ پر اپنی منفرد اور ذاتی آراء ونظریات کی روشنی میں ان احادیث کی بلاوجہ تاویل کرتے ہوئے لکھا ہے ''نور سے مراد ان کی ارواح ہیں'' اور پھر ایک مقام پر نور بمعنی ہادی لئے ہیں اور فرمایا ہے کہ ان آیات وروایات کا پہلا صحیح مطلب یہ ہے کہ ''یہاں وارد شدہ لفظ نور سے ان کے بدن وجسم مراد نہیں بلکہ ان کے ارواح مقدسہ مراد ہیں اور چونکہ ان کے اجسام مقدسہ ان کے ارواح مطہرہ کے حامل ہیں اس مناسبت سے ان کو من باب المجاز نور کہہ دیا گیا ہے''۔

روح کو نور سے تعبیر کرنا مسلّمات شیعہ کے خلاف ہے

فاضل مؤلف نے اپنے مؤقف میں دو حدیثیں بیان کی ہیں۔

۱۔بحار الانوار ج ۷ ص ۱۸۰ میں منهج التحقيق الى سواء الطريق کے حوالے سے مرقوم ہے امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے إن اللّٰه خلق أربعة عشر نوراً من نور عظمته قبل خلق آدمؑ بأربعة عشر ألف عام فهي أرواحنا ۔خداوند عالم نے حضرت آدمؑ سے چودہ ہزار سال قبل چودہ انوار کو اپنے نور عظمت سے پیدا کیا اور یہ انوار ہماری ارواح ہیں۔

جواباً عرض یہ ہے کہ یہ حدیث علم درایت کے لحاظ سے گری ہوئی ہے چونکہ

منهج التحقيق ایک مجہول المؤلف کتاب ہے جس کے متعلق آج تک ثابت نہ ہو سکا کہ کس کی ہے لہذا بقول مولانا صاحب اصول عقائد میں ایک صحیح الاسناد خبر واحد بھی حجت نہیں ہو سکتی تو ایک مجہول الحال مؤلف اور مجہول الحال کتاب کی روایت پر کیونکر اعتماد کیا جا سکتا ہے ثانیاً اینکہ اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی مولف کا مدعا ثابت نہیں چونکہ عوالم ج ۲ اور الدمعة الساكبة ص ۲۳۱ سطر ۲۱ یہ روایت منقول ہے جہاں ''فهي ارواحنا'' کی بجائے ''فيهن ارواحنا'' لکھا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ ان چودہ انوار میں ہماری ارواح رکھی گئی تھیں جو ہمارے نظریہ کے بالکل مطابق ہے۔

۲۔دوسری روایت کنز الفوائد کراجکی کے حوالے سے شیخ صدوقؒ کی کتاب المعراج سے نقل کی گئی ہے۔ یا علیؑ إنّ اللّٰه كان ولا شئی معه فخلقني و خلقك روحين من نور جلاله ۔ یا علیؑ خداوند عالم موجود تھا اور اس کے ہمراہ اور کوئی چیز نہ تھی پس مجھے اور آپ کو اپنے نور جلال سے دو روح پیدا کیا۔

اس شبہ کے چند جوابات موجود ہیں

۱۔اینکہ یہ حدیث کنز الفوائد کراجکی میں بالکل درج نہیں ہے حوالہ غلط دیا گیا ہے بلکہ کنز جامع الفوائد و دفع المعاند میں منقول ہے جس کے مؤلف بھی مختلف فیہ ہیں بعض یہ کہتے ہیں کہ شیخ علم بن منصور متوفی ۹۳۷ھ (تقریباً) ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ السید شرف الدین علی النجفی صاحب تاویل الآیات الباہرہ ہیں علامہ مجلسیؒ جہاں ''کنز'' لکھتے ہیں اس سے یہی کتاب مراد ہوتی ہے اور کراجکی متوفی ۴۹۱ھ کی کنز الفوائد کے لئے کنزا لکرا جکی لکھتے ہیں۔

۲۔دوم اینکہ اس روایت کے راوی ابن عباس ہیں جن کی شخصیت بھی مختلف فیہ ہے باقی اسناد حذف ہیں تا کہ فن رجال کی روشنی میں اس کو جانچا جائے پس اصول عقائد جیسے نازک معاملہ میں فاضل مولف ایک مرسل اور غیر معصوم کی روایت پر عقائد کی دیوار کیونکر استوار فرما رہے ہیں۔

۳۔اینکہ فاضل مولف نے یہاں بھی حسب عادت روایت میں قطع و برید کر کے ﴿ لا تقربوا

الصلوٰۃ والاقضیہ پیش کیا ہے کاش وہ ایسا نہ کرتے چونکہ اس قسم کے حقائق سے چشم پوشی علماء
کے شایان شان نہیں بہر حال اگر شیخ صاحب نے اس روایت کو مکمل طور پر ذکر نہیں کیا تو ہم اس
کو مکمل طور پر نقل کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ شیخ صاحب کا موقف اس روایت سے کہاں تک
ثابت ہے" ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا"

معالم الزلفیٰ ص ۲۵۷، ۳۷۹ اور بحارالانوار ج ۷ ص ۱۸۰ ط کمپانی اورمراۃ
الانوار ص ۲۱ میں مروی ہے۔ روی الصدوق فی کتاب المعراج عن رجالہ
عن إبن عباس قال سمعت رسو ل اللّٰہ وھو یخاطب علیاً و یقول یا علی
إنّ اللّٰہ کان و لا شئی معہ فخلقنی و خلقك روحین من نور جلا لہ فکنّا
امام عرش ربّ العالمین نسبح اللّٰہ و نقدّ سہ و نحمدہ و نھلّلہ و ذلك قبل
أن یخلق السمٰوات والأرضین فلمّا أراد أن یخلق آدمؑ خلقنی و إیّاك من
طینة واحدة من طینة علیین وعجننا بذلك النور و غمسنا فی جمیع الأنھار
وأنھار الجنة ثمّ خلق آدم و استودع صلبہ تلك الطینة والنور فلمّا خلقہ
إستخرج ذریة من ظھرہ فاستنطقھم وقرّرھم با لربو بیة فاول خلق اللّٰہ
اقراراًبالربو بیة أنا وأنت و النبّیون علیٰ قدرمنازلھم و قربھم من اللّٰہ
وقال اللّٰہ تعالی صدقتما وأقررتما یا محمد و یاعلیؑ و سبقتما خلقی إلیٰ
طاعتی و کذلك کنتما فی سابق علمی فانتما صفوتی من خلقی والآئمة
من ذریتکما و شیعتکما و کذلك خلقتم ثم قال النبی یا علی فکانت الطینة
فی صلب آدم و نوری و نورك بین عینیہ فما زال ذلك النور ینتقل بین
أعین النبیین و المنتجبین حتی وصل النور والطینة إلیٰ صلب
عبدالمطلب فافترق نصفین فخلقنی اللّٰہ من نصفھم واتخذنی نبیاً
ورسولاًوخلقك من النصف الاخر فاتخذك خلیفة علی خلقہ ووصیاً
وولیاً۔ (بقدرضرورت نقل کی گئی ہے)

شیخ صدوقؒ نے کتاب المعراج میں اپنے راویوں سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ علیؑ سے خطاب کر رہے تھے اے علی اللہ موجود تھا اور اس
کے ساتھ کچھ نہ تھا تو اس نے مجھے اور آپ کو اپنے نور جلال سے دو روحیں پیدا کیا ہم عرش کے آگے
اللہ کی تسبیح و تقدیس و تہلیل کیا کرتے تھے اور یہ سب اس وقت تھا جب کہ آسمان و زمین نہ بنے تھے
اور جب اللہ نے آدمؑ کو خلق کرنا چاہا اور آپ اور مجھ کو علیین کی ایک خاک سے پیدا کیا اور ہم کو
اپنے نور میں سرشت کیا اور پھر نورانی سمندروں اور جنت کے دریاؤں میں غوطہ دیا۔ پھر آدمؑ کو پیدا
کیا تو اس طینت کو اور نور کو ان کے صلب میں رکھا پھر جب ان کو پیدا کیا تو ان کی ذریت کو ان کی
پشت سے نکالا اور ان کو بلوایا اور ربوبیت کا اقرار کرایا اے علیؑ اللہ کی مخلوق میں ربوبیت کا سب سے
پہلا اقرار کرنے والا میں اور آپ ہیں اور منازل قربت کے لحاظ سے باقی انبیاء بھی ہیں۔ اور اللہ
نے فرمایا اے محمدؐ اور اے علیؑ تم نے میری تصدیق کی اور اقرار کیا اور سب سے پہلے میری اطاعت
کی طرف سبقت کی تم اسی طرح میرے سابق علم میں تھے اور تم دونوں کی ذریت سے آئمہ اطہارؑ
اور تمہارے شیعہ میرے برگزیدہ ہوا اور تم اسی طرح پیدا کیئے گئے پھر آنحضرتؐ نے فرمایا یا علیؑ پھر
وہ طینت صلب آدمؑ میں چلی گئی اور میرا اور تمہارا نور ان کی آنکھوں کے درمیان رہا اور وہ نور برابر
انبیاء کی آنکھوں کے درمیان منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ نور اور طینت حضرت عبدالمطلبؑ کے
صلب میں آئی اور پھر وہ نور دو حصوں میں بٹ گیا نصف سے اللہ نے مجھ کو پیدا کیا اور مجھ کو نبی بنایا
اور نصف سے تم کو پیدا کیا اور اپنی مخلوق پر وصی اور ولی اور خلیفہ بنایا۔

نیز تفسیر برہان ص ۳۲۶، روضة الواعظین ج ۱ ص ۱۰۳ ا ور بحارالانوار ج ۹ ص ۶
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

إنّ اللّٰہ خلقنی و علیاً من نور واحد وإنّا کنّا فی صلب آدم نسبح اللّٰہ ثمّ
نقلنا إلیٰ أصلاب الآباء وأرحام النساء یسمع تسبیحنا فی الظھور
والبطون فی کل عھد وعصر إلیٰ عبدالمطلب وإنّ نورنا کان یظھر من

وجوه آبائنا و أُمّها تنا حتی تبین أسمائنا مخطوطة بالنور علیٰ جباههم ثمّ إفترق نورنا فصار نصفه فی عبدالله و نصفه فی أبی طالب عمی وکان یسمع تسبیحنا من ظهورهم وکان أبی و عمی إذا جلسا فی الملاء من قریش وقد تبین نوری من صلب أبی ونور علی من صلب أبیه۔

اللہ نے مجھ کو اور علی علیہ السلام کو ایک نور سے پیدا کیا اور ہم آدمؑ کی صلب میں اللہ کی تسبیح وتقدس کیا کرتے تھے۔ پھر ہم اپنے آباء وامہات کے اصلاب وارحام کی طرف منتقل ہوئے اور حضرت عبدالمطلبؑ کے زمانہ تک ہر دور اور ہر زمانہ میں ہمارے آباء واجداد کی پشتوں سے تسبیح کی آوازیں سنائی دیتی تھی اور ہمارا نور ہمارے آباء وامہات کے چہروں سے ظاہر ہوجاتا تھا حتی کہ ہمارے نور کے ساتھ لکھے ہوئے اسماء ان کی پیشانیوں پر واضح ہوجاتے تھے پھر یہ نور جدا ہوا نصف جناب عبداللہؑ میں چلا گیا اور نصف حضرت ابوطالبؑ میں ان کی پشتوں سے ہماری تسبیح کی آوازیں سنائی دیتی ہیں اور میرے والد اور میرے عم محترم جب قریش کی محفل میں بیٹھتے تھے تو میرا نور حضرت والد کی صلب سے ظاہر ہوتا تھا اور علیؑ کا نور ان کے والد کی صلب سے ظاہر ہوتا تھا۔

ان احادیث اور اخبار کے مفاد سے ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر میں ان میں روح کو نور سے کیا ربط ہے؟ ان سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روح بھی نوری تھی اور ان کی خلقت میں بھی نور اور طینت کا دخل ہے ان کے انوار مقدسہ ان کے آباواجداد کی پیشانیوں سے روشنی دیتے تھے اور چمکتے ہوئے نظر آتے تھے اور انہی انوار سے ان کی خلقت ظاہری ہوئی ہے۔

نور سے روح مراد ہونے کا بطلان

بعض علماء اعلا م کی نظر میں

۱۔علامہ خلیل قزوینی شرح صافی ج ٤ ص ١٤٨ میں اسی قسم کے ایک نظریہ کی رد کرتے ہوئے اشکال قائم کرتے ہوئے اور روح ونور کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں وإلاّ لا زم آید کہ کفار نیز نور باشد چہ ارواح ایشاں نیزپیش از خلق ابدان مخلوق

شدہ پس نور بمعنی ربو بیت رب العالمین است ومراد ایں جا مصداق ربوبیت یعنی روح بلا بدن سے مراد نفس ناطقہ ہے یہ نور کی تفسیر نہیں ہے کیونکہ اگر نور سے مراد روح لی جائے تو لازم آتا ہے کہ کفار بھی نور ہوں چونکہ ان کی ارواح بھی ابدان سے قبل خلق کی گئیں پس نور ربوبیت رب العالمین کے معنی میں ہے اور یہاں مراد مصداق ربوبیت ہے۔

۲۔اسی طرح علامہ نعمت اللہ جزائریؒ انوار نعمانیہ ص ٤ میں احادیث نور کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

أمّا حقیقة هذه الأنوار فلا نتحقّقها علیٰ حقیقتها ولکن المفهوم من هذه الأخبار هو أنّ المراد بهذه الأنوار أجسام لطیفة علیٰ قالب هذه الأجسام و تفارقها فی النور واللطافة والصفاء ولمّا خلقها وأدخل الأرواح فیها فکانت أجساماً فیها أرواح فی عالم الملکوت تسبّح الله وتقدّسه۔

ان انوار کی حقیقت تک تو ہم نہیں پہنچ سکتے لیکن ان احادیث سے سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ان انوار سے اجسام لطیفہ مراد ہیں جو کہ ان اجسام کی مانند تھے مگر نور اور لطافت اور صفاء میں ان سے جدا تھے جب اللہ نے ان کو خلق کیا اور ارواح کو ان میں داخل کیا تو یہ عالم ملکوت میں ایسے اجسام بن گئے تھے جن میں روح بھی تھی جو اللہ کی تسبیح وتقدس کرتے تھے ان علماء اعلام کے فرامین عالیہ کی تحریر کے بعد ہر عاقل پر واضح ہوجاتا ہے کہ مؤلف اصول الشریعہ کا نظریہ باطل وعاطل ہے کہ نور سے مراد ان کی ارواح ہیں۔ (واللہ الموفق لخیر الامور)

معصومینؑ کی روح اور نور

علیحدہ علیحدہ خلق کئے گئے ھیں

جب نور سے مراد روح ہونے کا نظریہ کلام علماء اعلام میں باطل قرار پا گیا تو بہتر ہے کہ اس کے بطلان کی تائید مزید میں امام معصومؑ کا فرمان حقیقت ترجمان بھی پیش کردیا جائے حق الیقین ص ٣٨٧، تفسیر برہان ص ٢٣١، ٧٤٣، انوار نعمانیہ ص ١٥٣، مراۃ الانوار

ص ١٠٦، طوالع الانوار ص ٩٨، مختصرالبصائر ص ٣٢، بحارالانوار ج ١٤ ص ٤٧، ج ٧ ص ١٨٠، ج ١٣ ص ٢١١، مدینة المعاجز ص ٢٣٤) میں بسند معتبر بروایت ابوحمزہ ثمالی از امام محمد باقر علیہ السلام امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے إنّ اللّٰه تـكـلّـم بكلمة فصارت نـوراً فـخـلـق مـنـه نـور النبی ونورالائمة و تكلّم بكلمة أُخرىٰ فصارت روحاً فـأسـكـنها فى ذلك النوروأسكنه فی أبداننا ۔ اللہ تعالیٰ نے ایک کلمے کیساتھ کلام کیا جس سے نور بنا اور پھر اس نور سے نبیؐ اور آئمہ طاہرینؑ کا نور خلق کیا پھر دوسرے کلمے کیساتھ کلام کیا جو روح بن گیا پس اس روح کو نور میں ٹھہرایا اور اس روح اور نور کو ہمارے بدنوں میں رکھ دیا۔ اس حدیث سے بھی مؤلف اصول الشریعہ کا مؤقف باطل قرار پایا ظاہر ہے کہ یہاں پر نور سے مراد روح نہیں لی گئی ہے بلکہ آئمہ علیہم السلام کے ابدان کی ترکیب روح اور نور سے ظاہر کی گئی ہے۔

آنحضرتؐ اور آئمہؑ لا ھوتی روحانی مخلوق ھیں جو بشری لباس میں ظاھر ھوئے

غـاية الـمـرام ص٩، تـفسير بـرهـان ٧٧١ طبع قديم و ج٣ص١٩٣ طبع جـديـد، و كـفـاية الموحدين ج ٢ ص ٣٩٧، الـقـطرة مـن مـنـاقـب الـنبی والعترة ص٣١ ص٣٢ ـ روى جـزء مـنه فی البحارج ٩ ص٧ عن الشيخ الطوسیؒ میں ثقہ جلیل ابو محمد فضل بن شاذان قمی (١) سے مروی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا۔

إنّ اللّٰه خـلـق نـور مـحمد من نور إخترعه من نور عظمته وجلا له وهو نور لا هـوتيةً الـذی بدء منه و تجلّىٰ لموسى بن عمران لطلب رؤيته فما إستقرّ

(١) احسن الـفـوائد ص ١٣ میں مولانا محمد حسین صاحب اس راوی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں جناب فضل بن شاذان بہت قابل وثوق اور ہمارے فقہاء و متکلمین میں بہت جلیل القدر تھے اور طائفہ امامیہ میں خاص عظمت و جلالت کے مالک ہیں اور اپنی عظمت کے لحاظ سے اشہر ہیں کہ ہم ان کی کوئی وصف بیان کریں (مزید معلومات کے لئے رجال کشی ص٣٣٣، سفينة البحارج ٢ ص ٣٦٨، فهرست طوسی ص ١٢٤ ملاحظہ ہو)

لـرؤيتـه ومـا ثبـت لـه حتـى خـرّ صـاعقاً مغشياً عليه وكان ذلك النور نور مـحـمـد فـلـمّـا أرادأن يـخـلـق محمداً قسّم ذلك النور شطرين فخلق من الشـطـرالاول محمداً و من الشطر الآخر عليّ بن أبی طالب ولم يخلق من ذلك الـنور غيرهما (إلىٰ أن قال) ظـاهـرهـمـا بشرية وباطنهماالا هوتية ظهرا لـلـخـق علىٰ هياكل النا سوتية حتى يطيقوا رؤيتهما (إلىٰ أن قال) ثمّ أُقبس مـن نـور مـحـمـد فـاطـمة إبنته كما إقتبس نوره من نوره و إقتبس من نوره فـاطـمة و عـلـياً والـحسـن والـحسين كإ قتباس المصابيح هم خلقو ا من الانـوار وإنـتـقـلـوا مـن ظهر إلىٰ ظهر ومن صلب إلىٰ صلب ومن رحم إلىٰ رحم فی الطبقة العليا من غير نجاسة بل نقلًا من نقل لا أنّه من ماء مهين ولا نطفة خشرة كسـائـر خـلـقه بل أنوار إنتقلوامن أصلاب الطاهرين إلىٰ أرحام المطهرات لأ نّهم صفوة الصفوة إصطفاهم لنفسه و جعلهم خزان عـلـمـه و بـلـغـاء عنه إلىٰ خلقه أقامهم مقام نفسه لأ نّه لايُرىٰ ولا يدرك ولا تعرف إنّيته فهولاء النا طقون المبّلغون عنه المتصرفون فی أمره ونهيه وفيهم يـظـهـر قـدرتـه ومنهم ترى آياته ومعجزاته فبهم و منهم عرف عبادة نفسه وبهـم يطاع أمره ولو لاهم لما عرف الله ولا يدرى كيف يعبد الرحمان فالله يجرى أمره كيف يشاء فيما يشاء ولا يسأل عمّا يفعل وهم يسألون۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو اپنی عظمت وجلالت کے نور سے ایجاد فرمایا اور یہ نور اس کا وہی نور لاہوتی تھا جو اس سے ظاہر ہوا اور حضرت موسیٰؑ کے لئے تجلی نما ہوا جب انہوں نے رویت طلب کی تھی پس وہ اس نور کے آگے نہ ٹھہر سکے حتیٰ کہ غش کھا کر گر گئے یہ نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی نور تھا جب اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق کرنا چاہا تو اس نور کو دو حصوں پر تقسیم کیا اس کے ایک حصہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خلق فرمایا اور دوسرے سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو

اور اس نور سے ان کے علاوہ کسی کو خلق نہ فرمایا ان کا ظاہر بشری ہے اور باطنی طور پر یہ لاہوتی و نوری ہیں جو انسانی صورت اس لئے اختیار کر کے ظاہر ہوئے تا کہ لوگ ان کو دیکھنے کی قوت رکھ سکیں پھر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے فاطمہ علیہا السلام کو اس طرح پیدا کیا جس طرح اپنے نور سے ان کو پیدا کیا تھا پھر ان کے نور سے امیر المومنین، حسن، حسین علیہم السلام کو پیدا کیا جس طرح کہ ایک چراغ سے لو لگانے سے کئی چراغ جلتے ہیں۔ یہ انوار مقدسہ سے خلق ہوئے اور پشت بہ پشت اور صلب بہ صلب اور شکم بہ شکم نجاست سے پاکیزہ بلند طبقے میں منتقل ہوتے رہے ہیں بلکہ نجس اور ذلیل پانی اور ردی نطفہ کی بجائے نور ہی نور رہ کر پاکیزہ مردوں کے اصلاب سے پاکیزہ عورتوں کے ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے چونکہ یہ اللہ کے نہایت ہی برگزیدہ لوگ تھے جن کو اس نے اپنے لئے منتخب کیا اور اپنے علم کا خازن قرار دیا اور اپنی جانب سے خلق کی طرف پیغام رساں اور اپنا قائم مقام بنایا چونکہ وہ ذات مرئی (دیکھنے کی چیز) نہیں ہے اس کا ادراک نہیں ہوسکتا اور اس کی انیت معلوم نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا یہ اس کی طرف سے بولنے والے اور مبلغین شریعت اور اس کے امر و نہی میں تصرف کرنے والے ہیں ان کے ذریعہ سے ہی اس کی قدرت آیات اور معجزات معلوم ہوتے ہیں ان کے ذریعے سے اس کے حکم کی اطاعت ہوتی ہے اگر یہ نہ ہوتے تو اللہ کی معرفت نہ ہوسکتی اور اس کی عبادت کے طریقے کا پتہ نہ چلتا اللہ اپنے امور کو جس طرح چاہتا ہے جاری کرتا ہے اس سے کسی کی باز پرس نہیں ہوسکتی بلکہ لوگوں سے ہوا کرتی ہے۔

اسی طرح بحار الانوار ج ۱۳ ص ۶، حق الیقین ص ۳۵۹ جلاء العیون ۶۸۱ مترجم مدینۃ المعاجز ص ۵۸۹ اور تبصرۃ الولی ص ۵ میں بسند صحیح امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے نحن معاشر الاوصیاء لیس نحمل فی البطون و إنّما نحمل فی الجنوب ولا نخرج من الارحام وإنّما نخرج من الفخذ الایمن من اُمهاتنا لانّنا نور اللّٰہ الذی لا تناله الد نسات .

ہم گروہ اوصیاء کا حمل شکمہائے والدات میں نہیں ہوتا بلکہ پہلوؤں میں ہوتا ہے ہم ارحام سے برآمد نہیں ہوتے بلکہ معجزانہ انداز میں برآمد ہوتے ہیں چونکہ ہم اللہ کے وہ نور ہیں جن کو نجاست نہیں لگ

سکتی۔ نیز بحار الانوار ج ۱۳ ص ۳ اور مدینۃ المعاجز ص ۵۹۲ امام زمانہ صلوٰۃ اللہ علیہ و عجل فرجہ الشریف کے نائب خاص حضرت محمد بن عثمان عمری (۱) سے مروی ہے سمعت حکیمة أنّه وُلد مختوناً ولم یر بأُمّه دم فی نفاسها و کذا سائر اُمّهات الائمة۔ میں نے حکیمہ خاتون سے سنا ہے کہ امام زمانہ صلوٰۃ اللہ علیہ و عجل فرجہ الشریف مختون پیدا ہوئے اور بوقت ولادت ان کی والدہ مکرمہ کی کوئی آلائش و نجاست دموی نظر نہ آئی اسی طرح باقی آئمہ اطہارؑ کی والدات بھی اس عیب سے پاکیزہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت نورانیہ کے متعلق ایک عظیم شبہ کا ازالہ

بعض حضرات جو کہ مائل بعقیدہ حسبنا کتاب اللّٰہ نظر آتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی عترت طاہرہؑ کے درخشاں و تاباں فضائل و مدارج کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں آیا ہے ﴿قُل إنّما أنا بشر مثلکم یُوحیٰ إلیّ﴾
لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض بشر تھے اور ان کی خلقت نوری ثابت کرنا افراط صریح ہے۔ اس شبہ کا جواب علامہ المفسرین علامہ سید علی حائری اعلی اللہ مقامہ نے اپنی تفسیر فقید النظیر لوامع التنزیل ج ۱۶ از ۷۶ تا ۷۹ میں دیا ہے ہم ان کے نظریات پیش کرتے ہیں ص ۷۶ میں ''اشکال'' کے عنوان سے ایک شبہ قائم فرماتے ہیں از نص ایں آیت ثابت شد کہ حضور مقدس بشر است مثل ما اُو را چرا و بہ چہ دلیل برما شرف حاصل ست ہرگاہ مثل ما بشر و با ما مساوی باشد پس اُو مخصوصا از میان ہمہ بشر چرا و چگونہ تسلیم کردہ شود۔ اس آیت کی نص سے ثابت

(۱) بحار ج ۱۳ ص ۹۴۔ امام عسکری علیہ السلام سے منقول ہے العمری وإبنه ثقتان فما أدّا إلیك فعنیّ یودّیان وما قالالك فعنیّ یقولان فاسمع لهما وأطعهما۔ عمری اور ان کے فرزند میرے معتبر نائب ہیں جو کچھ یہ تم تک پہنچائیں یوں سمجھو کہ میری طرف سے پہنچاتے ہیں اور جو کہیں وہ میری طرف سے کہتے ہیں ان کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

ہوتا ہے کہ حضور نبویؐ ہماری مثل بشر ہیں پس وہ کیوں کر اور کس دلیل سے ہم پر شرف حاصل کر سکتے ہیں جب کہ وہ ہم جیسے بشر اور ہمارے ساتھ مساوی ہیں پس ان کو تمام بشر کے مابین کیوں کر مخصوص تسلیم کیا جائے۔

پھر علامہ موصوف اعلی اللہ مقامہ اس شبہ کی تردید میں فرماتے ہیں۔

ایں اعتراض معترض عینا ہماں شبہ صنادید قریش چوں ابو جہل و عتبه وامّیه وعاص وامثال ایشاں ست که بر سبیل تهکم می گفتند۔ ﴿ مال هذا الرسول يأكل الطعام و يمشي في الاسواق لولاأُنزل إليه ملك فيكون معه نذيراً أو يُلقىٰ إليه كنز أو تكون له جنّة يأكل منها وقال الظالمون إن تتبعون إلّا رجلاً مسحوراً﴾ (سورة الفرقان آیت ۸،۷)۔

خلاصۃ المقال یہ ہے کہ جاننا چاہیے کہ معترض کا یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو محض ہم جیسے بشر ہی ہیں ہم پر ان کو شرف کیوں کر حاصل ہو؟ بعینہ یہ اعتراض صنادید قریش ابوجہل، عتبہ وامیہ وعاص کا سا اعتراض ہے جو بطور ٹھٹھہ کہا کرتے ہیں کہ ''اس رسول کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا جو اس کے ساتھ مل کر لوگوں کو ڈراتا یا اس پر کوئی خزانہ آسمان سے پھینکا جاتا یا اس کے لئے کوئی باغ ہوتا جس سے یہ کھاتا اور ظالموں نے کہا کہ تم نے تو صرف ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کی ہے'' غرض یہ کہ معترض مرتبہ محسوسات میں کوتاہ نظری کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حال سے غافل ہو کر یہ سمجھا ہے کہ انبیاء کی تمیز غیروں سے جسمانی امور کی وجہ سے ہوتی ہے اور وہ اتنا نہ سمجھے کہ نبوت بشریت کے منافی نہیں ہو سکتی بلکہ مقتضی بشریت ہے چونکہ جب تک نبی سے تناسب اور تجانس اور الفت نہ ہو نبوت کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

پس حق تعالی نے اپنی حکمت بالغہ کے پیش نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنس بشر سے بھیجا ہے اور ان سے کہا ہے کہ آپ امت سے کہہ دیں کہ جنس میں تم جیسا بشر ہوں تا کہ مجھ کو غیر جنس سے سمجھ کر تم مجھ سے نفرت نہ کر جاؤ کیونکہ جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ یزدان

پاک تعالیٰ نے رسول کو جنس فرشتہ سے نہیں بھیجا جیسا کہ فرماتا ہے ''اگر ہم فرشتہ بھیجتے تب بھی اس کو آدمی بنا کر بھیجتے اور اس کو وہی پوشاک پہناتے جو کہ آدمی پہنتے ہیں'' (الانعام) اس آیت سے یہ مطلب بخوبی واضح ہو گیا کہ تو انس اور تجانس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر فرشتہ بھی رسول بن کر آئے تو لباس بشری میں آئے نہ کہ صورت ملکی میں۔(لوامع التنزيل ج ١٦ ص٧٧)۔

نبی وغیر نبی میں فرق وامتیاز

چونکہ اس آیت مبارکہ میں بشریت عمومی اور بشریت نبوی کا فارق وممیّز لفظ يُوحىٰ إلىّ موجود ہے لہٰذا معترض کا شبہ بے محل ہے چونکہ بالکل واضح ہے کہ اس صورت میں مثلکم سے مراد ظاہرا اکل وشرب ولبس ہے نہ کہ تمامی امور چونکہ جملہ يُوحىٰ إلىّ ممیّز وفاروق ہے کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشریت اعلی کے مالک ہیں جن کو اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے اور یہی عین نبوت ہے جس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل ہیں اور دیگر اس سے عاری وعاطل ہیں لہٰذا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشریت میں تم جیسے ہیں مگر نزول وحی کے لحاظ سے جو کہ خاصۂ نبوت ہے ان ہی کے لئے خاص ہے۔(لوامع التنزيل ج ١٦ ص ٧٧)۔

علامہ حائری انبیاء کی نوع علیحدہ بیان فرماتے ہیں

طوالت کے خوف سے علامہ کے کلام حقیقت نظام کا صرف ترجمہ پیش کیا جاتا ہے آپ ص ٧٨ میں فرماتے ہیں ''اب ہمارا کلام اس بارے میں ہے کہ انبیاء کے متعلق کفار اکثر کہا کرتے تھے ﴿إن أنت إلّا بشر مثلنا﴾ تم تو ہماری طرح بشر ہی ہو لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مردوں کو فرمایا ﴿ إنّما أنا بشر مثلكم ﴾ میں بھی تم جیسا بشر ہوں۔اس میں فرق کس لحاظ سے ہوگا؟ لفظ بشر اور لفظ مثل دونوں طرف موجود ہے قائلین کی حیثیت مختلف ہے ایک طرف کفار ہیں جو کہتے ہیں کہ انبیاء ہماری طرح بشر ہیں اور ہمارے مثل ہیں لہٰذا ان کے لئے ہمارے اوپر کیا فضیلت ہے؟ اور کس طرح ہمارے حاکم اور آمر قرار پا سکتے ہیں؟ اور ایک طرف اللہ انبیاء کو

حکم دے رہا ہے کہ یہ کہہ دو ’’میں تم جیسا ہی بشر ہوں مگر مجھ پر وحی ہوتی ہے ہم اس صفت یوحی إلیّ کے ذریعے سے تم سے ممتاز ہو جاتے ہیں ہے تمہارے اور ہمارے مابین یہ فصل ہے ہم اللہ تعالی کے بساطِ قرب تک پہنچے ہوئے ہیں اور تم اس سے کوسوں دور ہو‘‘ اصطلاح منطق میں لفظ بشر ایک ہی لحاظ سے نبی اور غیر نبی کے لئے بمنزلہ جنس ہے اور جنس وہ کلی ہوتی ہے جو صرف شرکت کے اعتبار سے ہو جس طرح انسان وفرس کی نسبت کے لحاظ سے لفظ حیوان جب کہا جائے کہ ما الانسان وما الفرس؟ انسان وفرس کیا چیز ہیں تو جواب میں حیوان واقع ہوگا اور جب یہ سوال ہو کہ ما الانسان؟ انسان کیا چیز ہے تو جواب میں حیوان محض کہنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حیوان انسان کی تمام حقیقت نہیں ہے اسی طرح اگر سوال کیا جائے کہ ما النبی وما غیر النبی؟ نبی وغیر نبی کیا چیزیں ہیں تو جواب میں بشر آئے گا جو دونوں کے درمیان مشترک ہے مگر جب یہ سوال ہو کہ ما النبی؟ تو جواب میں بشر واقع نہ ہوگا اس لئے کہ بشر نبی کی کل حقیقت نہیں بلکہ حقیقت کا جزو ہے اور جنس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ کلی ہے جو کثیرین مختلفین بالحقائق پر ماھو کے جواب میں واقع ہو لیکن لفظ نبی وہ ہارون وموسی وغیرہ کے لئے نوع ہے اور وہ کلی ہے جو شرکت اور خصوصیت دونوں کے اعتبار سے ماھو کے جواب میں آئے جس طرح کہ زید وعمرو وغیرہ کی نسبت سے انسان اور اس کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ یہ وہ کلی ہے جو کثیرین مختلفین بالعدد متفقین بالحقیقہ کے لئے ماھو کے جواب میں آئے لفظ ﴿یُوحی إلیّ﴾ فصل ہے اور فصل وہ ہے جو أیّ شئ ھو فی ذاتہ کے جواب میں آئے اور وہ مشارکات فی الجنس سے تمیز دے جس طرح انسان کی نسبت سے ناطق جب حیوان ناطق کہا جائیگا تو لفظ ناطق اس کو فرس سے تمیز دے گا جو جنس کے اعتبار سے انسان کا مشارک ہے‘‘

نبی اور غیر نبی میں وہی فرق ہے جو انسان وفرس میں ہے۔

علامہ موصوف اسی کتاب ج ۱۶ ص ۷۸ سطر ۲۹ میں فرماتے ہیں وہم

چنیں در بشری یوحی الی تمیز می باشد از مطلق بشر که نبی در جنس بشر مشارك اومی باشد وچنانکه حقیقیت فرس وانسان من حیث هو الحقیقة واحد نیست ہم چنیں حقیقت نبی وغیر نبی واحد نیست۔ بل بینهما فرق بعید و یرسم بأنّها کلی یقال علیٰ الشئی فی جواب أیّ شئی هو فی ذاته۔ اسی طرح ﴿یوحی إلیّ﴾ مطلق بشر سے فصل ممیّز ہے کہ نبی بشری جنس میں اس کا مشارک ہوتا ہے جس طرح کہ فرس وانسان کی حقیقت من حیث الحقیقت واحد نہیں ہے اسی طرح نبی وغیر نبی کی حقیقت واحد نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان بعید کا فرق ہے۔

وحی نبی کی کلی ذاتی ہے

پھر فرماتے ہیں اس سے ثابت ہو گیا کہ صفت ناطق انسان کی کلی ذاتی ہے نہ کہ عرضی جو کہ ماہیت سے خارج ہو خواہ وہ عرض لازم ہو جیسے اہل حبش کی سیاہی یا عرض مفارق جیسے چہرے کی سرخی بوقت خجلت اور چہرے کی زردی بوقت خوف اگرچہ صورت اولی میں اس کا ماہیت سے جدا ہونا ممتنع ہے اور خواہ وہ عرض، عرض خاصہ ہو اور وہ وہ ہے جو ایک ہی حقیقت سے مخصوص ہو جیسے انسان کے لئے ضحک بالقوۃ یا ضحک بالفعل اور اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ یہ وہ کلی ہے جو ایک حقیقت کے ماتحت والے افراد پر بولی جائے یا عرض عام ہو جیسے انسان کے لئے متنفس بالقوۃ یا بالفعل اور یہ ایک حقیقت کے مافوق مختلف حقائق کے لئے عام ہوگی اور اس کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ وہ کلی ہے جو مختلف حقائق کے تحت ہو اسی طرح صفت ﴿یُوحی إلیّ﴾ نبی کی کلی ذاتی ہے نہ کہ عرضی جو کہ نبی کی ماہیت سے خارج ہو لیکن فلاسفروں کی اصطلاح میں یوں کہا جاتا ہے کہ النبی بشر ایسے ہے جس طرح کہ الانسان حیوان، صاحب کشف المراد فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی وصف کو کسی موصوف پر حمل کریں تو ہمارا مقصد یہ نہیں ہوگا کہ وہ بعینہ ذات المحمول ہے حمل ووضع تو صرف الفاظ مترادفہ میں باقی رہتا ہے جو کہ باطل ہے ہمارا یہ قول درست ہے کہ الانسان حیوان مگر انسان وحیوان مترادفین نہیں ہیں اور اس سے ہماری مراد یہ نہیں ہے کہ

ذات الموضوع ذات المحمول سے جدا ہوتی ہے پس دو متباین اشیاء جیسے انسان وحیوان ہیں ان میں سے ہرایک دوسرے پرحمل کرنا ممتنع ہے بلکہ جب ہم حمل کریں گے تو مقصد یہ ہوگا کہ موضوع و محمول ایک لحاظ سے متحد ہیں اور ایک لحاظ سے مغائر جب ہم کہتے ہیں الضاحك كاتب تو مراد لیتے ہیں کہ جس شے کو ضاحك کہا جارہا ہے یہ وہی شئے ہے جس کو کاتب کہا جارہا ہے یہ ایک لحاظ سے متحد ہیں اور ایک لحاظ سے مغائر اور یہ دو صفتیں ضحك و كتابت ہیں اتنا جاننے کے بعد یادرکھیے کہ جہتِ اتحاد کبھی موضوع ومحمول کے لئے امر مغائر ہوتی ہے جس طرح کہ اس مثال میں واضح ہے کہ جس شئے کو ضاحک وکاتب کہا جارہا ہے وہی انسان ہے جو کہ موضوع ومحمول کا غیر ہے اور کبھی مغائر نہیں بلکہ یکساں ہوتی ہے جس طرح کہ الانسان ضاحك والضاحك انسان اسی طرح النبی بشر کا موضوع نبی ہے جو کہ نہ بشر کے لئے عین ذات ہے اور نہ مغایر بلکہ دونوں میں اتحاد وتغایر ہے۔ نبی اور بشر کا اتحاد وتوانس ہم جنس ہونے کی وجہ سے ہے اور تغایر وتباین روحانیت کی وجہ سے ہے۔ (إنتهیٰ کلا مه رفع الله مقامه)

علامہ مرحوم کے کلام حقیقت نظام سے بھی ثابت ہوگیا کہ بعض جلیل القدر شیعہ علماء نوع کی علیحدگی کے بھی قائل ہیں اس کے بعد مؤلف اصول الشریعۃ کا ص ٤١ پر یہ لکھنا کہ ''اہل افراط غلاۃ مفوضہ کے طبع زاد عقائد ونظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ انبیاءؑ نوع انسان کے نہیں بلکہ کسی اور نوع کے افراد ہیں اس سلسلہ میں انہوں نے ایک عجیب مفروضہ قائم کررکھا ہے کہ چونکہ ہرنوع کے لئے جنس وفصل کا ہونا ضروری ہے جس سے مل کر نوع عالم وجود میں آتی ہے بنابریں ان کا خیال یہ ہے کہ ان کی نوع کے اجزاء مقوّمہ بشر اور وحی ہیں یعنی بشر ان کی جنس اور وحی فصل ہے۔ الخ'' اس عبارت کے تحت مولانا صاحب کے نظریہ کے مطابق سید المجتہدین علامہ سید علی حائریؒ بھی غلاۃ ومفوضہ کے زمرہ میں شریک کردیئے گئے ہم اس سلسلہ میں زیادہ تحریر کرنے سے گریز کرتے ہیں لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ علامہ موصوف نے خود احسن الفوائد ص ٣٩٦ میں اس چیز کا اقرار کیا ہے کہ بعض اہل تحقیق کا یہ نظریہ ہے کہ مرتبہ نبوت انسانیت سے اس قدر بالاتر ہے جس طرح حیوانیت کے مقابلے میں انسانیت، مبتدی بھی ان حقائق سے آگاہ ہے کہ

انسان (جنس) حیوان کی (دیگر انواع مختلفہ کی طرح) ایک نوع ہے۔ کیا اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ڈھکو صاحب! یہ سب محققین غلاۃ ومفوضہ میں سے ہیں؟ ہم تو کسی عالم کو بے بنیاد تہمتوں سے آلودہ کرنا پسند نہیں کرتے۔

علامہ حائری

مؤلف احسن الفوائد کی نظر میں

علامہ محمد حسین صاحب احسن الفوائد ص ٢٩ **میں فرماتے ہیں۔**

''سید علی بن ابو قاسم حائری آپ مولانا ابوالقاسم رضوی کے خلف رشید اور ان کے علم وعمل کے صحیح وارث بہت بلند پایہ عالم جلیل ومتکلم نبیل تھے۔ مرحوم سید بڑے حرفی القول تھے دین کے معاملے میں بہت سخت تھے اور کسی قسم کی لومۃ لائم کی پروا نہیں کرتے تھے انہوں نے علم کلام کی بڑی خدمت کی ہے (إلیٰ أن قال) ان کی تفسیر لوامع التنزیل (جو کہ ان کے والد ماجد کی تفسیر کی تتمیم وتکمیل ہے اور بجائے خود سورہ قمر تک لکھی گئی ہے) بھی جہاں کتب تفاسیر میں ایک بہت بلند مقام رکھتی ہے بلکہ جامعیت اور افادیت میں تمام کتب تفاسیر پر گوئے سبقت لے گئی ہے وہاں مباحث کلامیہ کا بھی ایک سمندر ٹھاٹھیں مارتا ہوا نظر آتا ہے، ہم اس توصیف وتعریف کے مالک اور دین کے معاملے میں بہت سخت مجتہد سے توقع نہیں رکھ سکتے کہ وہ غلاۃ ومفوضہ کے طبع زاد نظریات کو مباحث کلامیہ میں جگہ دیں۔

مولانا صاحب کی اس بحث پر زیادہ تفصیل پیش کرنا اور دلائل پیش کرنا ہمارے عہدہ سے خارج ہے ان حقائق کی حقیقت میں مؤلف اصول الشریعہ کی توثیق ہی بطور ضمانت کافی ووافی ہے۔ اس جلیل القدر ہستی کو سارق الحقائق تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا، باقی رہے وہ اعتراضات جو فاضل مولف نے رسالہ اصول الشریعہ ص ٤٢ نوع کی علیحدگی کے بطلان کے لئے پیش کئے ہیں ان کا جواب مؤلف خود علامہ حائری سے طلب کریں جو بقول ان کے بڑے حرفی القول دین کے معاملہ میں بڑے سخت اور بہت بلند پایہ عالم جلیل ومتکلم نبیل تھے نیز ان اعتراضات کا جواب

خود مؤلف کے ذمے ہے جو احسن الفوائد ص ۳۹۶ میں لکھتے ہیں

''حقیقت نبوت کیا ہے؟ اس کے شرائط ولوازم کیا ہیں؟ کسی نبی کے پہچاننے کا معیار کیا ہے؟ اگر ہم چاہیں تو اس موضوع پر تفصیلی گفتگو کریں تو اس سے وقت اور گنجائش کی قلت مانع ہے ۔ہاں اجمالاً اس قدر سمجھ لینا چاہیے کہ بعض اہل تحقیق نے حقیقت نبوت کے متعلق یہ کہا ہے کہ مرتبہ نبوت انسانیت کے مرتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانینت حیوانیت سے بالاتر ہے''

مولانا صاحب کے کلام سے نظریۂ اہل تحقیق کے مطابق مندرجہ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔نبوت کی حقیقت انسانیت کی حقیقت سے علیحدہ ہے۔

۲۔جس طرح حیوانیت انسانیت کی حقیقت کا جزو ہے اسی طرح بشریت نبوت کی حقیقت کا جزو ہے۔

۳۔انسان کی عین حقیقت جس طرح حیوان کے مقابلہ میں ''ناطق'' ہے اسی طرح نبوت کی عین حقیقت بھی بشر کے مقابلہ میں کوئی اور ہے۔

۴۔جس طرح انسان کی فصل ممیّز ''ناطق'' اس کی ذات میں داخل ہے اور کسی طرح انسان اس فصل کے بغیر کتم عدم سے نکل کر عرصۂ وجود میں نہیں آ سکتا اسی طرح نبی جس کی عین حقیقت انسان سے علیحدہ ہے وہ اپنی کسی فصل ممیّز کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا۔

۵۔جس طرح انسان کی ماہیت حیوان اور ناطق سے مل کر بنی ہے اسی طرح نبی کی ماہیت بھی بشر اور ایک دوسری ''حقیقت'' سے مل کر بنی ہے۔

بہر کیف مولانا موصوف سے معذرت کے ساتھ عرض کریں گے کہ مندرجہ بالا عبارت میں محققین نے ''حقیقت'' سے کیا مراد لیا ہے؟ اور کس حقیقت کی بنا پر جناب والا نے نبوت کے مرتبہ کو انسانیت کے مرتبہ سے بالاتر قرار دیا ہے؟ امید ہے کہ جناب والا براہ کرم وقت اور گنجائش نکال کر ہمیں حقیقت نبوت اور اس کے لوازم وشرائط سے مستفید اور مستفیض فرمائیں گے۔

ہم تو نہیں کہتے کہ جناب والا احسن الفوائد کی تالیف کے دوران علم معقول یعنی منطق وفلسفہ سے تہی دامن تھے کاش مؤلف اصول الشریعہ ص ۲۴ میں جہاں یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک وقت گزرا ہے کہ ان کو کتاب اور ایمان کا علم نہ تھا یہ ثابت کرتے کہ کون سا وقت تھا اور کون سی کتاب اور کون سا ایمان ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناآشنا رہے ہیں علماء اعلام کے مسلمہ نظریات کو نظر انداز کر کے مجہول راویوں کی روایات اور ایک متشابہ آیت پر عقائد کی دیوار استوار کرنا کیونکر قرین قیاس ہو سکتا ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ آنحضرت کی زندگی کا کچھ حصہ جہالت اور لاعلمی میں گزرا ہے تو جناب والا مندرجہ ذیل روایات کو کس معنی پر محمول کریں گے؟ کیا یہ روایات علماء شیعہ نے نقل نہیں کیں؟

تفسیر برهان ص ۳۲۶ ، روضة الواعظین ص ۱۰۳ **میں ولادت امیر المومنین علیہ السلام کے بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے درج ہے**

فوالذی نفسی بیده لقد إبتدء بالصحف التی أنزل الله علیٰ ادمؑ فقام بها شیث فتلاها من اوّل حرف فیها حتی لوحضر بها شیث لأقر بأنّه أحفظ منه (إلیٰ أن قال) ثمّ قرء القرآن الذی أنزل الله علیّ من أوّله إلیٰ آخره فوجدته یحفظ کحفظی له الساعة۔

جب علی علیہ السلام میرے ہاتھوں میں آئے تو انہوں نے آدمؑ پر نازل ہونے والے صحائف جن کے شیثؑ وارث ہوئے اول حرف سے آخر تک پڑھ سنائے حتی کہ اگر شیثؑ حاضر ہوتے تو ان کو ماننا پڑتا کہ علی علیہ السلام زیادہ حفظ رکھتے ہیں پھر انہوں نے اس قرآن کو پڑھا جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا اول سے آخر تک پڑھ سنایا میں نے دیکھا کہ ان کو قرآن اس طرح یاد تھا جس طرح مجھ کو اب یاد ہے کیا ولادت علی علیہ السلام کے وقت مکمل قرآن آ چکا تھا اگر نہیں تو نزول قرآن کی ابتدا بعد میں ہوئی علی علیہ السلام کے نزول سے قبل سارا قرآن کیسے پڑھ سنایا جب کہ روح الامین ہی نازل نہ ہوئے تھے؟

مدینة المعاجز ص ۳۰۲ **میں سید مرتضی علم الہدیٰ کے اسناد سے امام حسن علیہ السلام کے متعلق مروی ہے۔**

کانت ولادته مثل ولادة جدّه وأبیه وکان طاهراً مطهراً یسبّح ویهلّل فی حال ولادته و یقرء القرآن۔

آپ کی ولادت اپنے والد اور جد امجد کی طرح ہوئی اور آپ بوقت ولادت پاک و پاکیزہ تھے اور حالت ولادت میں تسبیح و تقدیس خدا کر رہے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے۔

امام محمد تقی علیہ السلام سے مروی ہے۔

إنّی أعلم الناس أجمعین علماً ورثناه قبل خلق الخلق أجمعین (بحارالانوار ج ۲ ص ۱۲٤) یعنی میں علم کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں اور یہ علم ہمیں تمام مخلوقات کی خلقت سے قبل عطا ہو چکا تھا۔

علامہ مجلسیؒ بحار عاشر ص ۱۵۳ طبع ۱۸۷٦ء **میں فرماتے ہیں۔**

إنّ أرواحهم المقدّسة قبل تعلقها بأجسادهم المطهرة كانت عالمة بالعلوم اللدّنية ومعلّمة للملائكة آنحضرتؐ اور آئمہ اطہارؑ کی ارواح مقدسہ ان کے اجسام مطہرہ کے ساتھ تعلق سے قبل ہی تمام علوم لدنیہ کو حاصل کر چکی تھیں اور ملائکہ کی استاد تھیں نیز حق الیقین ص ۳۸ میں فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ عالم روحانی میں انبیاء پر مبعوث ہوئے تھے اور تمام ارواح انبیاء آپ کی نبوت پر ایمان لائیں اور ملائکہ نے آپ کی اور اہل بیتؑ کی ارواح مقدسہ سے تسبیح و تقدیس سیکھی پھر وہ کون سا وقت ہو سکتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقول مؤلف اصول الشریعہ کتاب اور ایمان سے نابلد تھے؟

خلقت جبریلؑ سے قبل بھی

آنحضرتؐ کو تمام حقائق کا علم حاصل تھا

صدر المحققین والمتکلمین حضرت علامہ سید عبدالرزاق المقرم اپنی تالیف منیف مقتل الحسین ص ۲۵ میں فرماتے ہیں إنّ علم النبی بالحوادث الكائنة والتی كا نت وتكون لم يتوقف علىٰ نزول جبرئيل عليه لأنّ المنحة الالٰهية أوقفته علىٰ جميع الحقائق قبل خلق جبرائيل آنحضرتؐ کا علم ما کان وما یکون نزول جبریل پر موقوف نہ تھا چونکہ عطیہ الہیہ نے خلقت جبرائیل سے مدتوں پہلے آنحضرتؐ کو تمام حقائق سے

آگاہ فرما دیا تھا۔

اسی طرح علامہ محمد تقی اصفہانیؒ عنایات رضویہ میں فرماتے ہیں۔

علم النبی بالقرآن وبما حواه من المعارف والفنون وما إشتمل عليه من أسرار الطبع و خواص الاشياء قبل أن يُوحىٰ إليه غاية الامر عزمه المولىٰ بأن لا يفيض العلم قبل أن يُوحىٰ إليه فقال سبحانه فلا تعجل بالقرآن قبل أن يقصى إليك وحيه۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی ہونے سے قبل ہی قرآن اور اس کے معارف وفنون اور اسرار وطبائع اور خواص اشیاء کا علم حاصل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی پر آمادہ کیا تھا کہ وحی سے قبل ان کو جاری نہ کریں جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے ”قرآن کے متعلق جلدی نہ کریں قبل اس کے کہ ہم وحی کو پورا نہ کر دیں“ باقی رہی وہ آیت جو مولانا صاحب نے اپنے موقف میں پیش کی ہے تو علماء شیعہ نے ہمیشہ اس کی یہی تاویل کی ہے کہ قضیہ سالبہ میں وجودِ موضوع ضروری نہیں ہوتا باقی رہی حدیث پس وہ پایۂ اعتبار سے اس لئے ساقط ہے کہ اس کا راوی منصور بن یونس واقفی المذہب غیر شیعہ ہے (ملاحظہ ہو سفینۃ البحار ج۲ ص ۵۹۳)

دوسری سند جو کہ بصائر میں منقول ہے اس میں محمد بن عیسی بن عبید ہے جس کے متعلق شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں إنّه ضعيف قيل كان يذهب مذهب الغلاة ۔ یہ ضعیف ہے بعض نے کہا یہ غالی المذہب تھا شیخ صدوقؒ کا قول ہے لا أروى ما إختصّ بروايته جو روایت اس کے ساتھ مخصوص ہو میں اس کو روایت نہیں کرتا (خلاصه ص ١٦)۔

باقی رہا وہ شبہہ کہ روح القدس سے مراد فرشتہ ہے اور اگر روح القدس کی علیحدگی سے ان کی نوع علیحدہ قرار دیں تو لازم آئے گا کہ کفار اور مومنین کی نوع بھی علیحدہ ہو چونکہ کفار میں تین روحیں ہیں اور مومنین میں چار۔ الخ (ملخص از ص ۵۵ تا ۵۹) تو جواباً عرض خدمت ہے کہ روح القدس سے فرشتہ ہونا ثابت نہیں ہے۔

امام رضاؑ نے اپنی حدیث میں فرمایا ہے۔

إنّ اللّه أيّدنا بروح مقدّسة مطهرّة ليست بملك ولم تكن مع أحد ممن مضىٰ وهى مع الا ئمة تسددهم وتوفقهم وهى عمود من نور بيننا و بين اللّه -(بحار الانوار ج ٧ ص ١٩١ بحواله عيون اخبار الرضا باب ٢٥ ص ٣٥٣ حديث اول)۔

اللہ نے ہماری تائید ایک پاکیزہ روح سے کی ہے جو کہ فرشتہ نہیں ہے اور ان لوگوں میں سے جو کہ پہلے گزر چکے ہیں کسی کے ساتھ نہ تھی اور یہ ہم آئمہؑ کے پاس ہماری تسدید و توفیق کرتی ہے اور یہی ہمارے اور اللہ کے مابین عمود نوری ہے۔

اسی طرح بحار الانوار ج ٦ ص باب ١ **میں امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔**

اللہ نے سب سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی عترتؑ کو خلق فرمایا جو اشباح نور تھے میں نے کہا کہ اشباح کیا ہے؟ فرمایا نورانی سایہ نورانی بدن جس میں صرف روح القدس تھی جس کے ذریعے وہ عبادت کیا کرتے تھے

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار ج ١٤ ص ٤٢٨ **میں فرماتے ہیں۔**

أى لتائيدهم بذلك الروح فى أوّل الفطرة الروحانية خلقهم فى الفطرة الجسمانية چونکہ اللہ نے اول فطرت روحانیہ میں ان کو اس روح القدس سے مؤید بنا کر فطرت جسمانیہ میں خلق کر دیا تھا۔ **كانوا يعبدون اللّه فى هذا العالم وكانوافيه علماء بخلاف الارواح لتائيدهم بروح القدس** ۔ آئمہ آل محمد علیہم السلام عالم الست میں اللہ کی عبادت کرتے تھے اور وہ اس عالم میں بھی علماء تھے۔ چونکہ روح القدس سے مؤید تھے بخلاف باقی ارواح کے۔

بصائر الدرجات ص ٤٦٠ **میں ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔**

تلك الروح يعطيها اللّه من يشاء فإذا أعطىٰ عبداً علّمه الفهم

یہ روح اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

اور جب کسی کو عطا کرتا ہے تو اس کو فہم سکھا دیتا ہے۔

نیز بصائر الدرجات ص ٤٤٢ ، بحار الانوار ج٧ ص ١٩٥ **میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔**

مفضل نے ان سے پوچھا کہ امام جب گھر میں تشریف فرما ہوتے ہیں پردے لٹکے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کو آسمانوں و زمینوں کے مابین تمام حالات کا علم کیسے ہوتا ہے امامؑ نے فرمایا ۔

إنّ اللّه جعل فى النبى خمسة أرواح روح الحياة فيه دبّ ودوج و روح القوة فيه نهض وجهاد وروح الشهوة فيه أكل وشرب و روح الايمان فيه أمر وعدل وروح القدس فيه حمل النبوة

اللہ نے نبی کے اندر پانچ ارواح رکھے ہیں روح الحیات جس کے ذریعے وہ چلتے تھے روح القوۃ جس کے ذریعے وہ اٹھتے تھے اور جہاد کرتے تھے روح الشہوۃ جس کے ذریعے وہ کھایا پیا کرتے تھے روح القدس جس کے ذریعے انہوں نے بار نبوت اٹھایا۔

ان احادیث سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

١۔ روح القدس فرشتہ نہیں ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ اس فرشتہ کے آنے سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حامل نبوت نہ ہوں۔

٢۔ سب سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت میں روح القدس داخل تھی جس کے ذریعے وہ علم بھی رکھتے تھے اور عبادت بھی کرتے تھے۔

٣۔ روح القدس کی وجہ سے ہی وہ نبی ہیں۔

٤۔ روح القدس انبیاء و آئمہ طاہرینؑ کے اندر ہوا کرتی ہے۔

چونکہ اہل زبان سے ”فی“ بمعنی ”مع“ کے منقول نہیں ہے نیز واضح ہو کہ جن احادیث میں روح القدس کی شرح میں ”ملك“ کا لفظ آیا ہے اس سے بھی ایک روح مخلوق مراد ہے جو دیگر ملائک سے اعظم تر ہے اور فرشتہ نہیں ہے جیسا کہ علامہ مجلسیؒ نے فرمایا ہے۔ **المراد بالملك فى**

تلک الاخبار مثله فی الخلق و الروحانیة لا الملك حقیقة ۔ان احادیث میں ملک سے مراد فرشتہ حقیقی نہیں ہے بلکہ ایک مخلوق ہے جو خلقت اور روحانیت میں فرشتہ کی مثل ہوتی ہے (بحارالانوار ج ۸ ص ۹۷) نیز بصائر الدرجات ص ۱۳۱ طبع قدیم میں جس باب میں روح القدس کی احادیث مروی ہیں اسکا عنوان ہی یہی ہے، باب ما جعل اللّٰہ فی الانبیاءؑ والآئمةؑ والمومنین وسائر الناس من أرواح "باب اُن ارواح کے بیان میں جن کو اللہ نے انبیاء اور آئمہ مومنینؑ وتمام لوگوں میں رکھا ہے" جس سے محدث صفار قمیؒ کا نظریہ بخوبی واضح ہوسکتا ہے۔

نیز صاحب طوالع الانوار ص ۹۳ **میں فرماتے ہیں۔**

إعلم أنّ روح القدس الذی خامس الارواح هو جزء النبی وجزء الامام و هو أصل روحه الذی أعطاه فی ایجاده وتکوینه و هو لا ینفك عنهما وبعد موته کونه مع الامام لا نعقل معناها نعم الذی یکون مع الامام بعد موته هوالروح الذی أعظم من جبرائیل ومیکائیل وهو غیر روح القدس وروح القدس متعدد فبالجملة الذی هو خامس الارواح جزء من محمد صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وعلیؑ کما هو فی غیره من الانبیاء والا وصیاء کذلك جزء منهم حیث حملوا بها النبوة والولایة والوصایة هو لا ینفك عنهم بل محال إنفکاکه عنهم

اللہ نے نبیؐ میں پانچ ارواح وقویٰ رکھے ہیں جن کے ذریعے وہ حامل نبوت قرار پائے پانچویں روح روح القدس وہ نبیؐ اور امامؑ کا جزو ہے اور وہ اس کی اصل روح ہے جو ان کو ایجاد وتکوین میں دی گئی جو ان سے جدا نہیں ہوتی اور موت کے بعد بھی آیا یہ روح امامؑ کے ساتھ ہوتی ہے یا نہیں؟ یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے البتہ موت کے بعد وہ روح ہوتی ہے جو میکائیل اور جبریل سے اعظم ہے اور یہ روح القدس (فرشتہ) نہیں ہے اور روح القدس بہت سارے ہیں بالجملہ روح القدس جو کہ پانچویں روح ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی علیہ السلام کی حقیقت کا جزو ہے جس طرح کہ وہ باقی انبیاء

میں بھی ہے اسی طرح ان کا بھی جزو ہے اسی کے ذریعے انہوں نے نبوت ولایت ووصایت کا بوجھ اٹھایا ہے یہ ان سے جدا نہیں ہوتی بلکہ اس کا ان کی حقیقت سے علیحدہ ہونا محال ہے۔

اسی طرح علامہ مرزا ابوالحسن الشریف مرآۃ الانوار ص ۱۰۵ **میں فرماتے ہیں۔**

بل الذی یظهر من روایات الکافی و غیره أنّهما اثنتان روح من الا رواح الخمسة التی جعلها فی المعصومین والاخر خلق أعظم من الملائکة جعله اللّٰه مع النبی والائمة

بلکہ روایات کافی وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ روح القدس دو چیزوں کا نام ہے ایک روح القدس جس کو اللہ تعالی نے آئمہ معصومینؑ کے اندر رکھا ہے اور دوسری روح القدس فرشتوں سے اعظم ایک مخلوق ہے جس کو اللہ نے نبیؐ اور آئمہ طاہرینؑ کے ساتھ قرار دیا ہے۔

اسی طرح شیخ صدوقؒ نے کتاب التوحید میں فرمایا ہے۔

الروح المقدّس هوالذی یؤیداللّٰه به أنبیاء ه وشهداء ه و حججه وهوالذی یحرسهم به من کید الشیطان ووساوسه و یوفقهم ویسدّدهم ویمدّهم بالخواطر الصادقة۔ (بحارالانوار ج۲ ص ۹۲)

روح مقدس وہی روح ہے جس کے ذریعے اللہ نے اپنے انبیاء وشھداء وحجتوں کی تائید فرمائی ہے اور وہ اسی روح مطہرہ کی وجہ سے ان کو وساوس ومکر شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور ان کی تسدید وتوفیق فرماتا ہے اور صادق خیالات سے ان کی مدد کرتا ہے ان علماء کے حقائق سے واضح ہوگیا کہ روح القدس نبیؐ وامامؑ کا جزو لاینفک ہے ان کی امامت ونبوت اسی روح پر منحصر ہے اس روح کا ان کی ذوات مقدسہ سے جدا ہونا محال ہے یہ روح عالم تکوین وایجاد سے ہی ان کے اندر رکھ دی گئی ہے۔اسی روح سے وہ تمام اشیاء کو جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔جیسا کہ مولانا افضل علی نے کتاب انارة البصائر ج ۳ ص ۱۳۹ اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ خلقت انبیاء وآئمہ ہماری طرح نہیں ہے۔

نبیؐ اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی خلقت نوری

اقوال علمائے شیعہ کی روشنی میں

١۔ابوجعفر بن یعقوب کلینی متوفی ٣٢٩ھ۔

اصول کافی باب خلق الابدان الائمة اوردیگرابواب میں ابدان نورانیہ اور بشرنوارنیین کی کئی احادیث نقل کی ہیں جن سے ان کا موقف واضح ہوجاتا ہے

٢۔ابوجعفر محمد بن حسن بن صفار متوفی ٢٩٠ھ۔

آپ نے بصائر الدرجات میں خلقت نوری کی متعدد احادیث نقل کی ہیں۔آپ اپنے عقیدہ اور عمل کے موافق روایت لیا کرتے تھے۔

٣۔علامہ شیخ صدوق محمد بن بابویہ متوفی ٣٨١ھ۔

آپ نے اپنی متعدد کتب میں معصومینؑ کی خلقت نوری کی تصریح فرمائی ہے نیز خصال میں صفات امامؑ کے متعلق فرماتے ہیں لا یکون له فئ لأنّه مخلوق من نوراللّٰه ۔امامؑ کا سایہ نہیں ہوتا چونکہ امام کی خلقت نورالہٰی سے ہوئی ہے(ملاحظہ هو بحارالانوار ج٧ ص٢١٦ طبع کمپانی)

٤۔شیخ ابوجعفر طوسی ٤٦٠ھ۔

آپ نے بھی خلقت نوریہ کے متعلق بہت سی احادیث امالی اور مصباح الانوار وغیرہ میں درج فرمائی ہیں نیز آپ ہی نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق فرمایا۔ظاهرهما بشرية وباطنهما لاهوتية ان کا ظاہر بشری اور باطن میں وہ لاہوتی نوری مخلوق ہیں(تفسیر برهان ص ٧٧٧١، غاية المرام ص ٩ بحواله کتاب مسائل البلدان تالیف شیخ طوسی و تاویل الآیات الباهرة شرف الدین)۔

٥۔علامہ جلیل سعید بن ھبۃ اللہ راوندی متوفی ٥٧٣ھ اپنی تالیف منیف الخرائج و الجرائح

ص ٢٢١ میں فرماتے ہیں۔معجزة بدنه أنّه لم يقع ظلّه علىٰ الارض لأ نّه كان نوراً ولايكون من النور الظلّ كالسراج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کا معجزہ یہ تھا کہ آنحضرتؐ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ کا سایہ نہیں ہوتا۔

٦۔رئیس المحدثین حضرت علامہ محمد بن شہرآشوب مازندرانی متوفی ٥٨٨ھ۔

اپنی تالیف مناقب آل ابی طالب ج١ ص ٦٧ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں۔

لم يقع ظلّه علىٰ الارض لأ نّ الظلّ من الظلمة وكان إذا وقف فى الشمس والقمر نوره يغلب أنوارها۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے اور سایہ ظلمت کا ہوتا ہے اور آپ جب دھوپ میں یا چاند کی روشنی میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کا نور ان کے نور پر غالب آجاتا تھا۔ص ٦٦ میں فرماتے ہیں۔

كان إذا مشىٰ فى ليلة ظلماء بدا له نوركأ نّه قمر قالت عائشة فقدت إبرة ليلة فماكان فى منزلى سراج فد خل النبى فوجدت الابرة بنوروجهه ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تاریک رات کو چلتے تھے تو آپ سے نور ظاہر ہوتا تھا گویا کہ آپ چاند ہیں عائشہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رات کو سوئی گم ہوئی اور میرے پاس چراغ نہ تھا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے تو ان کے چہرے کی روشنی سے میں نے سوئی تلاش کرلی۔

٧۔علامہ محمد باقر مجلسی متوفی ١١١٠ھ۔

آپ نے بحارالانوار ج ١٤ ، ج ٦ میں خلقت نوری کی متعدد احادیث نقل کی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت نوری کی تصریح فرمائی ہے۔بحارالانوار جلد اول کے خطبہ میں ان ذوات مقدسہ کے حق میں فرمایا۔خلقهم من نور عظمته وأودعهم سرائر

حكمته وجعلهم معادن رحمته وأيّدهم بروحه ۔اللہ نے ان کو اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا اور اپنے علم وحکمت کے اسرار ان کے سینوں میں ودیعت فرمائے اور ان کو اپنی رحمت کا خزانہ قرار دیا اور اپنی طرف ایک روح مقدس سے ان کو موید اور منصور بنایا۔

نیز حیات القلوب ج١ ص ٦ میں فرماتے ہیں۔

حق تعالی جمعے ازروحانیاں و مقدساں را در صورت وخلقت بشرآفرید که ارواح مقدسه شاں پیوسته متعلق ملاء أعلی باشند وبصورت واطوار ظاہر شبیه بخلق باشند وایشاں رامتأدب بآداب خود متخلق باخلاق خویش گردانیده وبعد از تکمیل تام ایشاں رابرائے ہدایت عوام کالانعام وکافه انام مبعوث گردانید که از جہت تقدس وروحانیت از جناب مقدس ایزدی تعلیم معارف وحکم وآداب شرائع نمایندوجہت بشریت ومشاکلت باسائری بنی نوع خوددر ملك ایشاں درآورده إنّماأنابشرمثلکم گویاں ایشاں رابحکمت و مواعظهٔ حسنه ہدایت نمایند۔

اللہ تعالی نے روحانی اور پاکیزہ مخلوق کی ایک جماعت کو بشری خلقت وصورت میں پیدا کر دیا تا کہ ان کی ارواح مقدسہ برابر ملأ اعلی سے متصل رہیں اور حالات وصورت ظاہری میں تمام مخلوق کے مشابہہ رہیں اور ان کو اپنے آداب واخلاق سے مزین کیا اور تکمیل معارف کے بعد ان کو عوام کالانعام اور تمام مخلوقات کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا تا کہ اپنی قدسی وروحانی حالت کے ذریعے اللہ تعالی سے تعلیم معارف وحکم وآداب شرائع حاصل کریں اور اپنی بشری ہیئت کے ذریعے اور بنی نوع انسانی سے مشابہہ ہو کر اپنے آپ کو ان کی قطار میں لاکر إنّما أنابشر مثلکم کہتے ہوئے ان کو ہدایت ومواعظ حسنہ سے مستفید فرمادیں۔

نیز رساله سیر و سلوك ص٦٧ میں فرماتے ہیں

لذاجعل الله سفراءه وأنبياءه ظاهراً من جنس البشرومباينين عنهم باطناً فی اخلاقهم وأطوارهم نفوسهم وقابلياتهم فهم روحانيون مقدسون

قائلون إنّما أنا بشر مثلكم لئلا ينفر عنهم أُمتهم ويقبلوا منهم ويانسوا بهم لكونهم من جنسهم وشكلهم۔

اسی لئے اللہ نے انبیاءؑ اور آئمہ اطہارؑ کو ظاہراً جنس بشر سے خلق فرمایا ہے اور باطن میں وہ اپنے اخلاق واطوار اور نفوس اور قابلیات میں ان سے جدا ہیں یہ مقدس اور روحانی مخلوق ہیں إنّما أنابشر مثلکم اس لئے کہتے ہیں تا کہ لوگ اس نفرت نہ کریں اور ان سے قبول کریں چونکہ وہ شکل اور جنس میں ان جیسے ہیں۔(کذا فی کتاب الاربعین ص١٧٧)

٨۔شمس المحدثین علامہ سید شرف الدین علی النجفی متوفی ٩٠٢ھ۔

اپنی تالیف تاویل الایات الباهر ة فی فضل العترة الطاهرة .میں معصومینؑ کی خلقت کی متعدد روایات نقل کرتے ہیں اور آپ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ امام موسی کاظمؑ نے فرمایا ظاهرهما بشرية وباطنهمالاهو تية الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ ظاہراً بشر ہیں اور باطناً لاہوتی ہیں ونوری ہیں۔

نیز ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

وروی فی معنی نورهؑ ماروی مرفوعاً عن أنس قال قال رسو ل الله خلق الله من نور وجهه علی سبعين ألف ملك يستغفرون له ولمحبّيه إلیٰ يوم القيامة (تفسير برهان ص ٧٧١' ١٠٩٣) علیؑ کی خلقت نوری کے معنی میں یہ روایت مرفوع بھی ملتی ہے کہ انس بن مالک نے روایت کی ہے کہ اللہ نے علیؑ کے چہرے کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے جوان کے لئے اور ان کے شیعوں کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

٩۔سلطان المتکلمین علامہ قاضی سید نور اللہ شوستری مرحوم شہید ثالث متوفی ١٠١٩ھ۔

اپنی تالیف عظیم الشان احقاق الحق ج٢ ص ٢١٣ میں سنی ملا روزبہان کے اس شبہ کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، جہاں اس نے آیہ ﴿إنّما أنا بشر مثلکم﴾ کے تحت لکھا ہے

إنّ الاية تدلّ علیٰ مما ثلهم لسائرالناس فيما يرجع إلیٰ البشرية

والامتیازبا لوحی لا غیر۔ اس حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء بشری لوازمات میں تمام لوگوں کے برابر ہیں صرف وحی کا فرق ہے۔

علامہ شہید جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

إنّ القول بمثل هذه المماثلة سيّما مع ذكره الناصب من التا كيد والحصر بقوله لا غير يخالف تصريحهم بنورية النبی بل سائر الانبياء و تفضيلهم علیٰ الملائكة ۔ اس آیت سے یہ کہنا کہ نبیؐ عام انسانوں جیسے ہیں اور خصوصا جو اس دشمن اہلبیتؑ نے لکھا ہے کہ سوائے وحی کے کوئی فرق نہیں اور لا غیر کیساتھ اس کی حصر و تاکید کردی ہے اس کا یہ نظریہ مذہب شیعہ کے نظریہ کے مخالف ہے چونکہ شیعہ علماء نے تو اس کی تصریح کردی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام انبیاءؑ نوری مخلوق تھے اور صفات فاضلہ میں فرشتوں سے بدرجہا افضل واکمل تھے۔ علامہ نے اس جملہ میں یہ تصریح بھی فرمادی ہے کہ انبیاء کی خلقت نوری کا عقیدہ خواص شیعہ میں سے ہے۔

۱۰۔ زبدۃ المحدثین وقدوۃ المحققین والمتکلمین سید نعمت اللہ جزائری متوفی ۱۱۱۲ھ۔

انوار النعمانیہ ص ۴ میں فرماتے ہیں فالنبی وأهل بيته قد شاركوا الملائكة فی أفضل صفاتهم التی هی النورية الخاصة وزادوا عليهم فی الصفات العالية التی لاتكاد تحصیٰ نبیؐ اور اہل بیتؑ ملائکہ کی اعلیٰ ترین صفت خلقت نورانیہ خاصہ میں شریک ہیں بلکہ صفات فاضلہ میں ان سے بدرجہا آگے بڑھے ہوئے ہیں جن کو شمار نہیں کیا جاسکتا پھر آپ نے خلقت نورانیہ کی مختلف احادیث کو نقل کیا ہے۔

۱۱۔ محدث جلیل شیخ علم بن سیف بن منصور نجفی متوفی ۹۳۷ھ۔

آپ نے کنز الفوائد ودفع المعاند میں خلقت نوریہ کی بے شمار احادیث کو جمع کیا ہے جن میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے ظاهرهما بشرية وباطنهما لاهوتية آئمہ اطہارؑ ظاہراً بشر ہیں اور باطناً لاہوتی ہے۔

۱۲۔ علامہ سید ہاشم بن سلیمان بحرانی متوفی ۱۱۰۷ھ۔

آپ نے اپنی تالیف تفسیر برهان، مدينة المعاجز ص ۱۵۸، ۲۳، ۲۵۸ اور غاية المرام میں خلقت نوریہ کی احادیث درج فرمائی ہیں۔

۱۳۔ سید جلیل علامہ رضی محمد بن حسین متوفی ۴۰۶ھ۔

آپ نے المناقب الفاخرة فی العترة الطاهرة میں اپنے اسناد سے متعدد روایات درج فرمائی ہیں اور یہ روایت بھی لکھی ہے کہ إنّ الله خلقنی وعلياً و الحسن والحسين من نور عظمته قبل الخلق بألفی عام ۔ اللہ نے مجھ کو اور علیؑ کو اور حسنؑ اور حسینؑ کو مخلوقات کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے اپنے نور عظمت سے پیدا کیا۔ ان احادیث سے آپ کا نظریہ بخوبی واضح ہوسکتا ہے۔

۱۴۔ علامہ محمد باقر بہبہانی متوفی بعد ۱۲۹۷ھ۔

آپ الدمعة الساكبة ص ۲۵ میں متعدد احادیث نور نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ معجزة بدنه أنّه لم يقع ظلّه علیٰ الارض لأنّه كان نوراً۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن کا معجزہ یہ ہے کہ ان کا سایہ زمین پر نہ پڑا چونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوسکتا۔

۱۵۔ حجۃ الاسلام قدوۃ المجتہدین علامہ سید حامد حسین نیشاپوری۔

اپنی تالیف منیف عبقات الانوار ج ۸ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ کی خلقت نوری کے متعلق احادیث کا تواتر ثابت کرتے ہیں کتاب کا خطبہ ہی اس طرح شروع کیا ہے۔ الحمدلله الذی خلق النبی والوصی من نور واحد۔ تعریف ہے اس خدا کی جس نے نبی اور وصی کو ایک ہی نور سے خلق فرمایا۔

۱۶۔ قدوۃ المفسرین حضرت علامہ سید علی بن ابو القاسم حائری اعلی اللہ مقامہ۔

آپ نے اپنی تفسیر کے متعدد مقامات پر واضح الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرینؑ کی خلقت نوری کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ج ۱۵ ص ۳۱۹، ۳۲۰ میں آپ فرماتے ہیں۔ بایـد

دانست که این اشراف خلائق خصوصا رسولاں اولوالعزم اگرچه از
جنس بشر اند امّا نظربه همچنیں منصب عظیم الشانی اشرف واکمل
واعلی وافضل عالم امکانی می باشند پس قویٰ وحواس ومدارك ہر نبی
و رسول بذاوتہم و انفسہم تخلیقا وتکونیا اکمل می باشند وایشاںؑ
اقرب بأنوار مضئیة اند ازجہت قدوسیت و ملکوتیت باطنا و دیگر بجہت
ناسوتیت ۔ ظاہراً جاننا چاہیے کہ یہ اشرف المخلوقات انبیاء اور مرسلین اگر چہ جنس بشر سے ہیں
لیکن اس منصب نبوت کو دیکھتے ہوئے عالم امکان میں عظیم الشان اشرف واکمل واعلی وافضل ہوا
کرتے ہیں نیز اپنی حقیقت ملکوتیت قدوسیت باطنی اور ناسوتیت بشریت ظاہری کے لحاظ سے انوار
مضیہ سے قریب تر ہیں۔

نیز ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں واما حدیث صحیح متفق علیه دلالت بسیار
اندازاں جمله ست متفقة فریقین قال النبی اوّل ما خلق اللّٰه نوری و نیز
اوّل ما خلق اللّٰه عقل و نیز متفق علیه فریقین قال النبی أناوعلی من نور
واحدأیضاً قال النبی خلقت أنا و النبی من نور واحد وامثا ل این اخبار
در مسانید فریقین بسیار وارد گشته اند وازیں آثار واخبار بصریح
العبارة ـدون التلویح والاشاره ثابت می شود که حضور مقدس نبوی
صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وعلی ابن ابی طالبؑ از نور واحد درلباس بشری
مخلوق می باشند وبدلیل الجنس یمیل الیٰ الجنس بغرض موانست و
مجانست در لباس جنس بشر یکے را بر رسالت و دیگرے را بولایت و
خلافت بسوئے بشر مبعوث فرمود پس الحمدللّٰه بوضاحت تمام رسید
که ایشاںؑ فی الواقع والباطن ذوات مقدسة نوریة اند درلبا س بشر زیر ا
که الجنس یمیل إلیٰ الجنس امّا جواب این اعتراض که ایشاںؑ چرا
وچگونه بسوئے جن ناری غیرجنس مبعوث گردیدند از ہمیں دلیل

مذکور واضح شدچه ہرگاه نوری بودن ایشاں فی الحقیقت والاصلیت
ثابت گشت پس چونکه نوراعلی واشرف است ازنارودرضیاء نارشریك
ست با نور چنانکه حقیر در مجلد چهاردہم ہمیں تفسیر مشرحاً بحث
کرده ست لہٰذا به اعتبار اصلیت و مادیت نور نوع أعلی ازنارست پس
رسالت نوری برائے ناری که درجنس متحد اند ودرنوع مختلف
جائزست قطعاً۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پر بہت سی صحیح احادیث دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک
حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ نیز یہ حدیث بھی
متفق علیہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں نیز میں اور
علیؑ ایک نور سے خلق کیے گئے۔ اس قسم کی احادیث مسانید فریقین میں بکثرت وارد ہیں اور
ان آثار سے تصریحاً بلا تلویح و اشارہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
امیر المومنینؑ ایک ہی نور سے پیدا ہو کر لباس بشری میں ہویدا ہوئے اور بدلیل کند ہم
جنس باہم جنس پرواز انس ومجانست کی غرض سے اللہ نے ان کو لباس جنس بشر دیا اور ایک
کو رسالت پر اور دوسرے کو ولایت خلافت پر بشر کی طرف بھیجا۔ پس الحمدللہ یہ مسئلہ واضح ہو گیا
کہ یہ ذوات مقدسہ واقعا باطن میں نوری ہیں اور ظاہرا لباس بشری میں ہیں چونکہ جنس جنس کی
طرف مائل ہوتی ہے لیکن اس اعتراض کا جواب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنوں کی طرف کیونکر
مبعوث ہوئے جوان کے ہم جنس نہیں؟ تو ہماری اس دلیل کو مذکورہ سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ
چونکہ یہ ذوات مقدسہ درحقیقت واصلیت نوری تھے اور نور نار سے اعلی واشرف ہے اور ضیاء فشانی
کے لحاظ سے نار کا مشارک ہے جیسا کہ ہم نے اسی تفسیر کی چودھویں جلد ص ۳۰۷ میں مفصل
بحث کی ہے پس اسی اصلیت اور مادیت کے اعتبار سے نور نار سے اعلیٰ نوع ہے پس نوری کی
رسالت ناری مخلوق کے لئے جائز ہے چونکہ یہ جنس میں متحد ہے اور نوع میں مختلف ہے اسی طرح

جلد ١٤ ص ٣٠٧ میں فرماتے ہیں برخلقت نوریت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم آیۃ ﴿قد جاء کم من اللّٰه نور و کتاب مبین﴾ -شاہد ناطق ست که بالا تفاق دریں آیه از نور مراد نورمحمد صلی الله علیه وآله وسلم وعلی علیہ السلام ست چه کتاب رابر نور عطف نموده ست که درمعطوف ومعطوف علیه مغائرت واجب ست پس بالضرورت دریں آیه مراد از نور نورمحمد صلی الله علیه وآله وسلم واز کتاب قرآن مجید ربّ الحمید ست وأمّا حدیث بر خلقت نوریت محمدی صلی الله علیه وآله وسلم به کثرت اندازاں جمله پس متفق علیه ست .قال النبی أوّل ما خلق اللّٰه نوری نیز مرویه احمد بن حنبل ست أنا وعلی من نور واحد أیضا خلقت أنا وعلی من نورواحد .پس بایں ثابت شد که جناب نبوی و جناب علوی ازیك نور مخلوق می باشند أمّا در بشریت بلباس بشری جناب حضور محمد صلی الله علیه وآله وسلم رابرسالت وجناب علی علیہ السلام رابخلافت وامامت وامارت مبعوث فرمود ہرگاه ایں مطلب بوضاحت پیوست پس معلوم شدکه امراعتراض دائر شد در نورونار زیراکه ما ثابت نمودیم که پیغمبر مخلوق از نورست به لباس بشرا نه از عنصر خاك.

خلاصۃ المقال اینکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پر ﴿قد جاء کم من اللّٰه نور و کتاب مبین﴾ -شاہد ناطق ہے کہ باتفاق مفسرین یہاں نور سے مراد نور محمدی اور نور علوی ہے چونکہ کتاب کا عطف نور پر پڑ رہا ہے اور معطوف ومعطوف علیہ میں مغایرت واجب ہے۔ احادیث بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت پر بکثرت وارد ہیں اور متفق علیہ ہے أوّل ما خلق اللّٰه نوری وغیرہ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب امیر المومنین علیہ السلام ایک نور سے مخلوق ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس بشری اختیار کر کے عہدہ نبوت لے کر اور جناب امیرؑ لباس بشری پہن کر عہدۂ ولایت وخلافت لے کر بشر میں آ گئے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لباس بشر میں نوری ہیں نہ کہ عنصر خاک سے مخلوق ہیں۔

١٧ - علامہ مرزا حبیب اللہ خوئی۔

منہاج البراعة ج٥ ص١٩٢ میں آپ فرماتے ہیں کہ آئمہ معصومینؑ سرادقات عرش کے باشندے ہیں جو ہدایت وارشاد خلق کے لئے جلباب بشری اوڑھ کر آئے اور تھوڑی مدت رہ کر اپنے اوطان اصلیہ کی طرف واپس چلے گئے۔

فاضل مؤلف کتاب حقائق الاسرار ص٤٩ میں تحریر فرماتے ہیں لهم حالتان حالة بشرية وهم فيها يجرون مع البشر فی جميع أحوالهم ولهم حالة ملكوتية ناشئة من مراتب عبوديتهم وحقائقهم النورانية هی من أسرارهم لا يعلمها أكثر الناس ۔ معصومینؑ کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت بشری جس میں وہ اپنے تمام احوال میں بشر کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں دوسری حالت ملکوتی ہوتی ہے جو ان کی عبودیت اور حقیقت نوری سے پیدا ہوتی ہے جس سے اکثر لوگ ناواقف ہوتے ہیں۔

١٨ - خاتم المناظرین علامہ علی محمدؒ۔

فلك النجاة ج١ ص ٢٩٣ میں فرماتے ہیں لا يقاس حالهم بسائر الناس لان فطرتهم على الايمان ونورهم ونور النبی واحد . آل محمدؑ کا قیاس عام لوگ پر نہیں ہو سکتا چونکہ ان کی فطرت ایمان پر ہے اور ان کا نور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے متحد ہے۔

١٩ - علامہ مرزا فتح اللہ کاشانی۔

آپ تفسیر منهج الصادقين میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق فرماتے ہیں سایه او بر زمین نمی آید چه آنکه او نور بود و نور را سایه نمی باشد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں آتا چونکہ آپ نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(الانوار المواهب ج ١ ص٨٤)

ارباب فکر کے لئے اتنا ہی کافی ہے ہمیں افسوس ہے کہ وقت اور کتب کی قلت نے اس سلسلہ میں ہمیں زیادہ تحقیق وتلاش کا موقعہ نہ دیا ورنہ ہم یہاں تک دیگر علماء اعلام کے اقوال بھی

پیش کرتے مؤلف اصول الشریعہ سے ہماری گزارش ہے کہ کیا یہ علماء اعلام شیعہ نہیں ہیں؟ کیا ان کی کتب ملت جعفریہ کا سرمایہ افتخار نہیں ہیں؟

اگر معصومینؑ کو نور مجسم ماننا بقول ان کے کھلا ہوا افراط ہے تو شیخ صاحب ان علماء اعلام کے متعلق کیا فتویٰ صادر فرمائیں گے؟

کیا یہ بیس جلیل القدر علماء اعلام غلو نواز مشرک غلاۃ ومفوضہ تھے؟

کیا ملت جعفریہ کی تاریخ میں سب سے پہلے توحید کے علمبردار آپ ہی ہیں؟

آخر میں ہم ارباب ایمان کے لئے جلاء قلب کی خاطر ایک حدیث نقل کر کے بحث کو ختم کرتے ہیں۔

طوالع الانواص ۴۳ اور القطرہ ص ۸۷ میں بحوالہ مختصر البصائر **جناب سلمان سے مروی ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔**

نحن أسرارالله المودعة فی الهياكل البشرية ميّتنالم يمت وغائبنا لم يغب نزّلونا عن الربوبية وارفعواعنّا حظوظ البشرية فإنّا مبعدون عمّا يجوزعليكم منزّهون ثمّ قولواما استطعتم فإنّ البحر لا ينزف وسرّ الغيب لا يدرك و كلمة الله لا يوصف۔

ہم بشری اجسام میں رکھے ہوئے اللہ کے راز ہیں ہمارا مرنے والا مردہ نہیں ہے اور ہمارا غائب غائب نہیں ہے ہم کو منزل ربوبیت سے نیچے رکھو اور ہم کو بشری لوازمات سے بلند رکھو پھر ہماری شان میں جو کہہ سکو کہہ دو سمندر کم نہیں ہوسکتا غیب کے راز کو نہیں پایا جاسکتا اللہ کے کلمہ کی صفت بیان نہیں کی جاسکتی۔

اور پھر مومنینؑ ذوی الاحترام کی خدمت اقدس میں ادب سے گزارش کرتے ہیں کہ کتاب وسنت واقوال علماء کی روشنی میں جو حقائق ہم نے جناب کی خدمت میں پیش کئے ہیں ان کو پڑھ لینے کے بعد مولف اصول الشریعہ کی ص ۱۹۳ کے حاشیہ سے یہ عبارت پڑھیئے جہاں مولف ایک آیت کے تحت لکھتے ہیں ''اس آیت سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر نوری مخلوق کسی بھی وقت اپنی

شکل تبدیل کر کے کسی اور ہیئت وصورت میں بھی ظاہر ہو تو اس سے اسکے اصلی خصائص سلب نہیں ہوتے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ فرشتے بصورت بشری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے مگر ان میں نورانی مخلوق والے خصائص بدستور موجود تھے اس لیے انہوں نے کھانے سے اپنی معذوری ظاہر کی لیکن تعجب ہے ان لوگوں سے جو حضرات آئمہ معصومینؑ کے متعلق تناکح توالد اکل وشرب وبول وبراز کے قائل ہونے کے باوجود ان کو نور محض سمجھتے ہیں''

حقیقت تو یہ ہے کہ تہذیب واخلاق کی بلندیوں سے گرے ہوئے پست ترین الفاظ کو لکھتے ہوئے قلم بھی تھراتا ہے اس سلسلہ میں مولف کی خدمت میں چند معروضات ہیں۔

۱۔ یہ کس حدیثِ معصومؑ یا کس عالم کے فرمان سے ثابت ہے کہ جب نوری مخلوق اپنی اصلی صورت تبدیل کرے تو اصلی خصائص سلب نہیں ہوتے؟ حوالہ جات سے ثابت کیا جائے کیا اپنی رائے فئیل سے کلام الٰہی سے اس قسم کی موشگافیاں پیش کرنا تفسیر بالرائے نہیں ہے؟ جس کے متعلق خود فاضل مولف کی تحریر ہے کہ حدیث قدسی میں ہے کہ ما أمن بی من فسّر القرآن برائيه جو قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کرتا ہے وہ مجھ پر ایمان لانے والا نہیں ہے۔

۲۔ اگر بالفرض ہم تسلیم کر ہی کرلیں کہ نوری مخلوق اگر دوسری صورت تبدیل کرے تو اس کے اصلی خصائص سلب نہیں ہوتے تو دیکھنا یہ ہے کہ آیا فرشتے کافی مدت تک بشری مخلوق کے ساتھ رہتے آئے تھے یا تھوڑی دیر کے لئے نبی کو پیغام پہنچانے آئے تھے؟ جب کہ انبیاءؑ اور آئمہ اطہارؑ کو مدت دراز تک تبلیغ وارشاد کے لئے امت میں قیام کرنا تھا تو انس وتجانس کی وجہ سے ان کو بشری صورت وحقیقت کے ساتھ لوازمات بشریت کو بھی اپنانا ضروری تھا ورنہ تو انس وتجانس کیونکر قائم رہ سکتا ہے کما لایخفیٰ علی أُولی الابصار۔ چونکہ ان کی بعثت کا مقتضاء یہی تھا کہ بندے ان کے کردار وسیرت کو اپنائیں جیسا کہ کلام پاک میں موجود ہے ﴿لکم فی الرسول اللّٰه أُسوۃ حسنۃ﴾ ۔ اگر انبیاء ومعصومینؑ ان لوازمات کو نہ اپناتے تو امت کو ان امور وآداب میں قوانین شریعت کا کیونکر علم ہوتا؟

۳۔ جہاں تک بول و براز کا تعلق ہے اس کے متعلق کسی شیعہ کا عقیدہ نہیں ہے کہ ان امور میں ہم جیسے تھے چنانچہ **علامہ مجلسیؒ** حق الیقین ص ۳۰ **میں فرماتے ہیں۔**

آنکه فضله که ازاں حضرت جدامی شد بوئے مشك ازآں می آمد وکسی آں رانمی دید جو فضلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا ہوتا تھا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور کسی کی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ بلکہ بعض علماء فریقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول و براز کی طہارت کے قائل ہیں۔

زین الدین مصری نے الوسیلة العظمیٰ ص ۱۵ ط مصر **لکھا ہے۔**

قد قال قوم من أهل العلم بطهارة الحدثين منه ۔ علماء کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حدثان کے طاہر ہونے کی قائل ہے۔ نیز مدارج النبوة ج ۱ ص ۲۶ میں

نیز دریں احادیث دلالت است برطهارت بول ودم آنحضرت صلی الله علیه وآله وسلم و عینی شارح بخاری که حنفی المذہب است که بہمیں قائل ست ابو حنیفه ان احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بول اور خون پاک ہیں عینی شارح بخاری جو کہ حنفی مذہب ہے لکھتا ہے کہ ابو حنیفہ بھی اس نظریہ کے قائل ہیں۔ ان حقائق کے باوجود ان کو بول و براز تناکح، اکل و شرب میں عام بشر پر قیاس کرنا علمائے عارفین کی شان سے بعید تر ہے۔

عمدة الاصولیین آقائے دربندیؒ اکسیر العبادات ص ۱۳۶ **میں فرماتے ہیں۔**

هذا المطلب بالنسبة إلیٰ دماء نبينا وآله المعصومين مماّ لا إشكا ل فيه

یہ مطلب ہمارے نبی اور ان کی عترت معصومینؑ کے خونوں کی پاکیزگی میں اس قدر واضح ہے کہ اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے (۱) مگر افسوس ہے کہ اب بھی ہمارے بعض تنگ نظر اہل علم ان ذوات

(۱) علامہ جلیل فخر المحدثین محمد باقر مجلسیؒ بحار الانوار جلد ۶ ص ۱۱ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کسی مورخ کا قول نقل فرماتے ہیں وكان يتبرك من بوله ودمه۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بول و خون کو صحابہ کرام متبرک سمجھتے تھے ظاہر ہے کہ نجس چیز میں کوئی برکت نہیں ہوتی پھر یہ کیونکر نجس ہو سکتے ہیں۔

مقدسہ کے خون اور فضلات کی نجاست کا حکم دیتے ہیں ہم اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل میں پڑ کر کسی کی دل آزاری کرنا اچھا نہیں سمجھتے البتہ یہ حضرات اس قسم کی عجیب و غریب تحقیقات پیش نہ کریں گے تو اور کیا کریں گے؟ اور حقیقت ہے کہ اس قسم کے نظریات پیش کرنا حضرات معصومینؑ کی شان اُقدس میں گستاخی ہے۔ ونعوذ بالله من ذلك ورنہ ایسے مسائل سے کوئی فائدہ حاصل نہیں اور نہ ہی ان چیزوں کے جاننے پر ہم مکلّف ہیں کہ بروز قیامت جواب دہ ہوں۔

الیٰ هنا أنتهى ما أردنا أيراده اللهّم لاتؤاخذنابما نسينا

أو أخطأنا وهب لنا من لدنك رحمة أنك أنت الوہاب

باب چہارم

آنحضرتؐ و آئمہ معصومینؑ کے عالم غیب ہونے کا اثبات

برادران ایمانی پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ انبیاؑء اور آئمہ نجباؑء کا عالم غیب ہونا تیرہ سو سال کے علماء و متکلمین شیعہ کے عقائد مسلمہ میں سے ہے اور یہ مسئلہ اس قدر روشن ہے کہ ہم سمجھتے تھے کہ اس موضوع پر خامہ فرسائی کرنے کی حاجت ہی نہیں مگر گردش فلک دوّار اور بوقلمونی دہر غدّار نے ہمیں اس مسئلہ کی تحقیق میں قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا ہے۔

لغوی اعتبار سے علم غیب کی حقیقت

نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

الغیب ماغاب عن العیون و إن کان محصّلاً فی القلوب ۔غیب وہ ہے جو کہ آنکھوں سے غائب ہو اگرچہ دلوں میں موجود ہو۔

صحاح جوہری میں ہے۔

الغیب ماغاب عنك۔ غیب ہر وہ شئی ہے جو تجھ سے غائب ہو۔

ملت جعفریہ کی معتبر ترین لغت قرآن مرأۃ الانوار **میں ہے** اس کے ص۱۴۸ پر ہے **الغیب جمعاً ومفرداً هو خلاف الشهود والحضور أی ماغاب عنك**۔ غیب جمعاً اور مفرداً خلاف حضور و شہود شئے کو کہا جاتا ہے یعنی جو اشیاء بھی تجھ سے غائب ہوں۔

علامہ مجلسیؒ نے مرآۃ العقول ج۱ ص ۱۸۶ **میں فرمایا ہے۔**

الغیب ماغاب عن الشخص إمّا باعتبار زمان وقوعه کالا شیاء الماضیة والآتیة أو باعتبار مکان وقوعه کالاشیاء الغائبة عن حواسنا فی دقّتنا ۔غیب وہ ہے جو ایک ذات سے غائب ہو یا باعتبار زمان وقوع غائب ہو جیسا کہ اشیاء ماضیہ و آئندہ یا باعتبار مکان وقوع غائب ہو جیسا کہ وہ اشیاء جو فی الوقت ہمارے حواس سے غائب ہوں۔

ملا صالح مازندانی نے شرح کافی ج۶ ص۲۷ **میں فرمایا ہے کلّ مالایتناوله الحواس من الأمور الکائنة فی الحال أو الماضی أو الاستقبال** ۔وہ تمام اشیاء جو حال

یا ماضی یا استقبال میں واقع ہونے والی ہوں اور جن کو حواس نہ پاسکیں ان کو غیب کہا جاتا ہے(۱)۔
تفسیر برھان ج ۱ ص ۳۶ میں **یؤمنون بالغیب** کے تحت امام حسن عسکری علیہ السلام سے غیب کی تعریف یوں مروی ہے۔

یعنی ماغاب عن حواسھم من الامور التی یلزم الایمان بھا کالبعث والحساب والجنّة والنار وتوحید اللّٰہ وسائرمالایعرف بالمشاھدة وإنّما یعرف بدلائل قد نصبھااللّٰہ دلائل علیھاکآدمؑ وحوّاؑ وادریسؑ ونوحؑ وابراھیمؑ والانبیاءؑ الذین یلزم الایمان بھم بحجج اللّٰہ وإن لم یشاھدوھم الخ۔

غیب سے مراد وہ امور ہیں جو حواس سے غائب ہوں اور ان پر ایمان لانا لازمی ہو جیسے بعث، حساب، جنت، جہنم، توحید باری تعالی اور دیگر تمام اشیاء جو مشاہدہ سے معلوم نہ ہوسکیں اور فقط اللہ کے نصب کردہ دلائل سے معلوم ہوسکیں جیسے آدمؑ وحواؑ وادریسؑ ونوحؑ وابراہیمؑ اور دیگر انبیاءؑ اور اللہ کی وہ حجتیں جن پر بلا مشاہدہ ایمان لانا ضروری ہے۔ (و مثلہ فی تفسیر القمی ص ۲۷)
پس امام معصومؑ کی پیش کردہ اس تعریف کے بعد کسی آقائے شعرانی وعرافی کا قول حجت نہیں ہوگا۔
جو اس تعریف میں اضافہ کے خواہش مند ہیں کہ یہاں ایک اور قید کا اضافہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ''علاوہ اس کے اسے حواس نہ پاسکیں عقل کی دسترس سے بھی بالا ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ خدا تعالی اور ملائکہ اگرچہ وہ حواس کی دسترس سے بالا ہیں مگر چونکہ عقل کی حد ادراک سے باہر نہیں ہیں اس لئے ان کی معرفت علم غیب نہیں کہلاتی'' (جیسا کہ اصول الشریعہ ص ۱۸۹ میں لکھا گیا ہے) ہم آگے پیش کردہ احادیث واقوال معصومینؑ سے ثابت کریں گے کہ یہ قید اُن اقوال علماء اور احادیث آئمہ نجباءؑ کے مخالف ہے جو اس قول سے زیادہ قوی اور ناقابل اعتبار ہیں۔
فاضل مؤلف اصول الشریعہ مندرجہ بالا تعریف غیب سے متاثر ہوکر اتنا تو تسلیم کر گئے کہ

(۱) شرح کافی ج ۶ ص ۲۷ شیخ صدوقؒ نے معانی الاخبار ص ۴۸، باب ۸۶ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے آپ نے غیب کی تشریح یوں فرمائی ہے الغیب مالم یکن۔ غیب اس امر کو کہتے ہیں جو نہ ہوا ہو۔ اس حدیث سے بھی ما یکون کے علم کو غیب کہنے کا جواز ثابت ہے۔

بنابریں تعریف اگرچہ **ماکان وما یکون** کا علم رکھنے والی ذوات مقدسہ کو بظاہر تو ''عالم الغیب'' کہنا درست معلوم ہوتا ہے مگر مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر ان کو ایسا کہنا صحیح نہیں ہے پھر آگے چار وجوہ لکھی ہیں جو محض قیاسات پر مبنی ہیں اور واقعیت اور حقانیت سے لاتعلق ہیں جیسا کہ ہم آگے وضاحت کریں گے۔
علامہ حائری مرحوم لوامع التنزیل ج ۵ ص ۴۰۹ **میں فرماتے ہیں**

امّا در اصطلاح شریعت غیب مطلق عبارت ست از تمامی آنچہ مخفی ومستور باشد حقیقةً وکیفیةً اصطلاح شریعت میں غیب مطلق سے مراد ہر وہ چیز ہے جو حقیقت وکیفیت میں مخفی ومستور ہو۔

مسئلہ علم غیب میں سرکار علامہ عبدالحسین امینی کا جامع ومانع تحقیقی بیان

آپ نے اپنی بیش بہا تالیف الغدیر ج ۵ ص ۴۶ ط اول و ص ۵۲ ط ۲ میں علم غیب پر جو کچھ قلمبند فرمایا ہے اس کا مفاد مختصراً پیش کیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ ''جاننا چاہیے کہ غیب کا علم یعنی ان امور کا جاننا جو ماوراء العیان ہیں گزشتہ وآئندہ کے واقعات عامۃ البشر کے لئے جاننا ممکن ہے۔ جس طرح کہ ان کے لئے حاضر اشیاء کا جاننا ممکن ہے۔ اس کا تصور گزشتہ وآئندہ واقعات کا علم رکھنے سے ظاہر ہے چاہے ان کا علم کسی شخص سے حاصل ہو یا دوسرے معقول طریقوں سے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے خاص طور پر اہل ایمان کی اکثر معلومات علم غیب ہی ہیں جیسے کہ اللہ، ملائکہ، کتب الٰہیہ، انبیاء، قیامت، جنت، جہنم، حیاۃ بعد الموت، بعث، نشور، نفخ صور، حساب، حور، محلات، غلمان اور قیامت کے دیگر معلومات کا ایمان وایقان یہ سب علم بالغیب ہیں۔
ان پر غیب کا اطلاق خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے اور مومنین کو آگاہ کیا ہے اسی کا قول ہے ۔
﴿**الذین یؤمنون بالغیب**﴾البقرة۳۔ وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔
﴿**یخشون ربّھم بالغیب**﴾الأنبیاء۴۹۔ غیب سے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔

﴿إنّما تنذرالذين يخشون ربّهم بالغيب ﴾ فاطر ١٩۔ تم توان کو ہی ڈراتے رہو جو غیب سے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔

﴿إنّما تنذرمن إتبع الذكروخشى الر حمٰن بالغيب﴾ یس ١١۔ تم فقط ان کو ڈراتے رہو جو ذکر کا اتباع کرے اور غیب سے اللہ کا خوف رکھے۔

﴿إنّ الذين يخشون ربّهم بالغيب لهم مغفرة﴾ الملک ١٢۔

جولوگ غیب سے اپنے رب کا خوف کرتے ہیں ان کے لئے مغفرت ہے۔

﴿جنّات عدن ألتى وعد الرحمٰن عباده بالغيب﴾ مریم ٦١۔

وہ جنات عدن جن کا اللہ نے اپنے عباد سے غیب سے وعدہ فرمایا ہے۔ منصب نبوت پر فائز ہونے والے کو بھی علم غیب سے آگاہ کیا جاتا ہے اسی کی طرف قدرت نے اشارہ کیا ہے،

﴿كلّا نقص عليك من أنباء الرسل ما نثبت به فؤادك ﴾ ہود۔

سب انبیاء کی خبریں جو ہم تم پر بیان کرتے ہیں اسی لئے کہ تمہارے دل کو ثابت کریں۔

﴿ ذلك من أنباء الغيب نوحيه إليك﴾ آل عمران ٤٤۔

یہ سب غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تجھ پر وحی کرتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کے قصہ میں فرماتا ہے۔

﴿تلك من أنباء الغيب نوحيها إليك﴾ ہود ٤٩۔

یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم پر وحی کرتے ہیں۔

اخوان یوسفؑ کے قصہ میں فرماتا ہے۔

﴿ذلك من أنباء الغيب نوحيه إليك ﴾ یوسف ١٠٢۔

یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم تم پر وحی کرتے ہیں۔

یہ علم الغیب انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے کسی غیر کیساتھ نہیں قدرت نے اس کی تصریح یوں فرمائی ہے

﴿عالم الغيب فلايظهر علىٰ غيبه أحداًإلامن إرتضىٰ من رسول﴾ جن ٢٧۔

وہی عالم الغیب ہے اپنے غیب پر کسی کو آگاہ نہیں کرتا سوائے اس کے کہ جو کہ برگزیدہ رسول ہو۔

﴿ولا يحيطون بشى من علمه إلّا بماشاء﴾ البقرة ٢٥٥۔

یہ اللہ کے علم میں سے صرف اسی حصہ پر احاطہ رکھتے ہیں جو قدرت نے چاہا ہے۔

پس کتاب خدا کی تصریح کے مطابق انبیاءؑ اولیاءؑ مومنین سب کے سب غیب کا علم رکھتے ہیں اور ہر ایک کے لئے علم غیب میں سے مخصوص حصہ ہے لیکن یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ سب کا علم لامحالہ کسی نہ کسی حدتک محدود ہے عارضی ہے ذاتی نہیں وقتی ہے ازلی نہیں ابتدا وانتہا رکھتا ہے سرمدی نہیں ہے اور خدا کے علم سے ماخوذ ہے۔

یہاں کوئی مانع نہیں ہے کہ اللہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے پوشیدہ علم غیب سے اپنے ارادہ کے مطابق آئندہ ہونے والے یا آسمانوں، زمینوں، اولین وآخرین اور ملائکہ و مرسلین کا علم عطا کردے جس طرح کہ موجودات حاضرہ کا علم عطا کرنے سے کوئی ممانعت نہیں ہے جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو اس نے ملکوت سماویہ وارضیہ کا مشاہدہ کرادیا اس سے قطعاً یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس سے علم غیب اور علم موجودات حاضرہ جاننے کی وجہ سے خدا کیساتھ صفت عالم الغیب والشہادۃ میں شرکت لازم آتی ہے اگر چہ ان کا علم رکھنے کے معلومات کتنے ہی بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہوں مگر اس کا علم قدرت کے علم کے ساتھ ہرگز ہرگز یکساں نہیں ہوسکتا چونکہ علم بشری سے امکانی قیدیں کسی طرح سے بھی جدا نہیں ہوسکتیں چاہے اس کے علم کا تعلق غیب سے ہو یا حضور سے اس لئے کہ ذاتی نہیں بلکہ از خدا ہے۔ اللہ تعالی کا علم بالغیب والشہادۃ بھی اس کی وحدانیت کی ان قیود کے ساتھ ہے جو کہ اس کی ذات واجب الوجود وحدہ لاشریک کے ساتھ مخصوص ہیں اس لئے کہ ذاتی ازلی اورابدی ہے کسی دوسرے کی جانب سے نہیں ہے اسی طرح ملائکہ کے علم کے متعلق ہے کہ مثلاً اگر اسرافیلؑ کو قدرت نے حکم دیا ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کے آگے اس لوح محفوظ کو نصب کرے جس میں ہر شئے کا علم ہے اور اسرافیلؑ لوح محفوظ کے تمام مضامین کو پڑھ لے تو قطعاً علم الغیب میں وہ خدا کا شریک نہیں ہوسکتا علم عرضی محدود اور علم ذاتی مطلق کب یکساں ہوسکتے ہیں؟

کیف وأین کی قیود میں جکڑا ہوا علم بلا کیف وبلا أین کے مطلق علم کے کس طرح برابر ہو سکتا ہے؟ حادث ووقتی ازلی وابدی کا مقابلہ نہیں کرسکتا غیر سے حاصل شدہ علم کا اصلی اور سرمدی علم پر قطعاً قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ علم نبوی کو بھی قطعاً علم بشری کے برابر تصور نہیں کیا جاسکتا چونکہ دونوں کے طرق مختلف ہیں اور خصوصیات علیحدہ ہیں اگر چہ دونوں علم امکان وجودی کے اعتبار سے یکساں سہی مگر قیود مخصوصہ کے اعتبار سے آسمان وزمین کا فرق رکھتے ہیں بلکہ احکام شریعت کے معلومات میں ایک مجتہد اور ایک مقلد کا علم بھی برابر نہیں ہوسکتا اگر چہ مقلد احکام شریعت کی ایک معتد بہ مقدار سے واقف ہو چونکہ دونوں کے مبادیات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ پس علم غیب وعلم شہادۃ کم وکیف کی قید کے بغیر اصلی وذاتی ہونے کے لحاظ سے فقط پروردگار عالم کی صفات مخصوصہ میں سے ہے نہ کہ علی الاطلاق علم غیب وشہادۃ۔

چنانچہ آیات واحادیث میں جہاں جہاں نفی واثبات وارد ہیں اس توجہ سے ان میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اثبات اپنے مخصوص قیود کے اعتبار سے ہے اور نفی بلا کم وکیف کے اعتبار سے جیسے قدرت کا ارشاد ہے۔

﴿قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب إلّا اللّٰہ﴾ نمل ٦٥۔

کہہ دو اے رسول آسمانوں اور زمینوں میں سوائے خدا کے اور کوئی غیب نہیں جانتا۔

﴿إنّ اللّٰہ عالم غیب السماوات والارض إنّہ علیم بذات الصدور﴾ فاطر ٣٨۔

بیشک آسمانوں اور زمینوں میں غیب اللہ ہی جانتا ہے اور وہی سینے کے بھیدوں سے واقف ہے۔

﴿إنّ اللّٰہ یعلم غیب السماوات والارض واللّٰہ بصیر بماتعملون﴾ حجرات ١٨۔

اللہ ہی آسمانوں اور زمین کے غیب کو جانتا ہے اور تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

﴿ثمّ تردّون إلیٰ عالم الغیب والشہادۃ فینبئکم بماکنتم تعملون﴾ جمعۃ ٨۔

پھر تم عالم غیب وشہادۃ کی طرف پلٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں باخبر کرے گا کہ تم دار دنیا میں کیا کر رہے تھے۔

اور قدرت نے نوحؑ کے متعلق فرمایا ہے۔

﴿قل لا أقول عندی خزائن اللّٰہ ولا أعلم الغیب ولا أقول لکم انی ملک﴾ انعام ٥٠۔ ﴿ولا اقول لکم عندی خزائن اللّٰہ ولا أعلم الغیب ولا أقول انی ملک﴾ ھود ٣١۔ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں غیب نہیں جانتا اور میں نہیں کہتا کہ میں بادشاہ ہوں۔ اور ان کا قول ہے۔

﴿لوکنت أعلم الغیب لأستکثرت من الخیر﴾ الأعراف ١٨٨۔

اگر میں غیب جانتا ہوتا تو بہت سی اچھائی حاصل کر لیتا۔

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ کتاب وسنت میں اس مسئلہ میں جو اثبات ونفی وارد ہے ان میں سے ہر ایک ایک خاص پہلو کے پیش نظر ہے جہاں نفی وارد ہے وہ اس غیب کی ہے جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر اثبات ہے تو اس کے عطا کردہ غیب کے متعلق ہے۔

اہل بیت عصمت علیہم السلام سے وارد ہونے والی احادیث میں بھی دونوں گوشوں کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جیسا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یحییٰ بن عبداللہ کے جواب میں فرمایا جب انہوں نے پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ علم غیب جانتے ہیں آپ نے فرمایا سبحان اللہ ذرا اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھو میرا ہر بال کانپ اٹھا ہے خدا کی قسم یہ علم تو رسول اللہ سے وراثت میں ملا ہے (مجالس مفید ٣)

آئمہ معصومینؑ کا عالم غیب ہونا احادیث معتبرہ کی روشنی میں

١۔ مدینة المعاجز ص ٣٩٦ میں بحوالہ دلائل الامامة محمد بن جریر طبری (١) سے بسند

(١) بحار ج ١ ص ١٥ میں ہے۔ دلائل الامامة من الکتب المعتبرة۔ کتاب دلائل الامامة معتبر کتابوں میں سے ہے سفینتہ البحار ج ١ ص ١٥٤ میں ہے۔ محمد بن جریر من أعاظم علمائنا الامامیة ومن أجلّائهم و ثقاتهم۔ صاحب دلائل الامامة محمد بن جریر ملت امامیہ کے عظیم وجلیل ثقہ علماء میں سے ہیں نیز خلاصہ ص ٢٢٩ واحسن الفوائد ص ١٤ میں ہے ابوجعفر محمد بن جریر طبری علمائے امامیہ میں سے جلیل القدر عالم ومتکلم تھے۔

معتبر مروی ہے کہ یزید بن عبدالملک روایت کرتا ہے کان لی صدیق وکان یکثر الردّ علی من یقول انھمؑ یعلمون الغیب فدخلت علیٰ أبی عبداللّٰہ علیہ السلام فأخبرتہ بأمرہ فقال قل لہ إنیّ لا أعلم مافی السموات وما فی الارض وما بینھما۔

میرا ایک دوست تھا اور وہ اکثر ایسے لوگوں کی تردید کیا کرتا تھا جو آئمہ طاہرینؑ کو عالم الغیب کہتے ہیں میں نے جاکر امام جعفر صادق علیہ السلام کو بتلایا تو امامؑ نے فرمایا کہ جاکر اس کو کہہ دو کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ آسمانوں اور زمین کے اندر ان کے مابین کیا کیا چیزیں ہیں ”تم کون ہوتے ہو ہمارے عالم الغیب کے ہونے کی تردید کرنے والے“

راویوں کے متعلق ہماری تحقیق مندرجہ ذیل ہے

۱۔ابوالحسین محمد بن ہارون تلعکبری متوفی ۳۸۵ھ۔

سفینتہ البحار ج۱ ص۵ میں ہے ھو من أکابر المحدثین وہ اکابر محدثین امامیہ میں سے تھے۔

۲۔ہارون بن موسیٰ تلعکبری۔

آپ جلیل القدر وجیہ اور معتمد علیہ محدث جلیل تھے علماء اعلام کے نزدیک ان کی روایت میں طعن جائز نہیں ہے (خلاصۃ الاقوال ص ۸۷ تالیف علامہ حلی)۔

۳۔ابوعلی محمد بن ہمام اسکافی۔

خلاصہ ص ۷۱ میں ہے یہ جلیل القدر ثقہ راوی ہیں نیز نجاشی ص۲۷۳، الکنی والالقاب ج۲ ص۲۲، منتھی المقال ص۳٤۸،۲۹٤، سفینۃ البحار ج۱ ص۳۳۳ میں ہے جلیل القدر شیخ أصحابنا لہ منزلۃ عظیمۃ ۔ یہ جلیل القدر اور ہمارے اصحاب کے شیخ ہیں جو بڑی منزلت کے مالک ہیں۔

٤۔احمد بن حسین ابن ابی القاسم۔

خلاصہ ص۹ میں ان کو ثقہ لکھا گیا ہے۔

۵۔علی بن صالح ثقہ ہیں۔علماء اجلاء نے ان کی احادیث کو قبول فرمایا ہے (ملاحظہ ہو رجال ابی علی رجال مامقانی وغیرہ)

٦۔ بحار الانوار ج۲۲ ص ۷۳ میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی ایک زیارت ماثورہ کے کلمات ہیں۔

السلام علیك یا صاحب العلم المخزون و یا عارف الغیب المکنون ۔

اے علم مخزون کے صاحب اور اے غیب مکنون کے عارف آپ پر سلام ہو۔

شیخ صاحب کو لفظ عالم الغیب سے اختلاف ہے مگر یہاں تو امیر المومنین علیہ السلام کو عارف الغیب فرمایا ہے ظاہر یہ ہے کہ معرفت کا درجہ علم سے بلند تر ہے۔

۳۔بحار ج ۱۱ ص۸۸ ج ۱۵ ص۲۵، جلاء العیون ج ۲ ص۵۹٤، مدینۃ المعاجز ص۳۳٤، الدمعۃ الساکبۃ ص٤۱۸۔ کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ٦۰۰۔ **میں بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام کا مکالمہ مروی ہے۔**

سأل ھشام بن عبدالملك أنّ علیاً کان یدّ عی علم الغیب واللّٰہ لم یطلعہ علیٰ أحد غیرہ فمن أین إدّعیٰ ذلك فقال أبی إنّ اللّٰہ أنزل علیٰ نبّیہ کتاباً بیّن فیہ ما کا ن وما یکون إلیٰ یوم القیامۃ فی قولہ و أنزلنا علیك الکتاب تبیاناً لکل شئ وفی قولہ وکل شئی أحصیناہ فی إمام مبین وفی قو لہ ومافرطنا فی الکتاب من شئ وأوحیٰ أن لا یبقی فی غیبہ وسرّہ مکنون علمہ إلّاویناجی بہ علیاًؑ۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہشام بن عبدالملک نے ہمارے والد سے دریافت کیا کہ علی علیہ السلام عالم الغیب ہونے کا دعوی کرتے تھے حالانکہ اللہ نے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا انہوں نے یہ دعوی کہاں سے کرلیا؟ امام باقر علیہ السلام نے جواب دیا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ پر قرآن نازل کیا جس میں قیامت تک ہونے والے واقعات کی توضیح کردی جس پر اس کا یہ فرمان دالّ ہے کہ ہم

نے تجھ پر کتاب نازل کی جس میں ہر شئے کی توضیح ہے اور یہ فرمان بھی دلالت کرتا ہے ''ہم نے ہر شے کو امام مبین میں رکھ دیا ہے'' اور ایک مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ ''ہم نے کتاب میں کسی شے کے متعلق کمی نہیں کی'' پس اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وحی کی کہ اپنے علم غیب، راز اور پوشیدہ علم میں سے کچھ باقی نہ رکھیں اور سب کچھ علی علیہ السلام کو بتلا دیں۔ اس حدیث شریف میں واضح طور پر اس بات کی صراحت ہے کہ ''علی علیہ السلام نے عالم غیب ہونے کا دعوی کیا'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا علم غیب اور پوشیدہ علم علی علیہ السلام کو عطا فرمادیا۔ (کذافی ناسخ التواریخ ج ٤ ص ٥٠٠ فی تاریخ الباقر علیہ السلام بحوالہ دلائل الامامة و امان الاخطار۔)

٤۔ بحار الانوار ج ٧ ص ٣٣٥ بحوالہ تفسیر فرات بن ابراھیم میں امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک خطبہ یوں منقول ہے۔

أيّهـا الـنـا س إنّ أهـل بيـت نبّيكـم شـرّفهـم اللّٰه بكرامتـه وأعزّهـم بهداه وإختـصهـم لـديـنـه وفضّلهم بعلمه وإستحفظهم وأودعهم علمه على غيبه الـخ۔ اے لوگو اللہ نے تمہارے رسول کی اہل بیت کو اپنی کرامت کے ساتھ شرف عطا کیا اور ان کو اپنی ہدایت کے ساتھ اعزاز بخشا اور اپنے دین کے ساتھ مخصوص کیا اور اپنے علم کے ساتھ فضیلت دی اور ان کے اندر اپنا علم غیب رکھا اور اس پر ان کو محافظ قرار دیا اس حدیث مبارک سے بھی ثابت ہو گیا کہ معصوم نے آل محمد علیہم السلام کے علم کو علم غیب سے تعبیر فرمایا ہے۔

٥۔ بحار الانوار ج ٧ ص ٢٨١، مناقب ابن شھر اشوب ج ٥ ص ٣٩ میں ثقہ جلیل صفوان بن یحی (١) سے مروی ہے۔

---

(١) رجال نجاشی ص ١٤٨ میں اس راوی کے متعلق مرقوم ہے کہ ثقة عين روى عن الرضا وكانت له منزلة شريفة یہ کوفہ کے باشندے ہیں اور امام رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ بڑی عظیم منزلت کے مالک تھے۔ منتهى المقال ص ١٤٥ اور رجال کشی ص ٣١٢ میں ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا صفوان ہمارے گروہ سے ہے اللہ نے اس کو جنت میں داخل کردیا نیز رجال نجاشی ص ١٤٩، اور سفینته البحار ج ٢ ص ٣٨ میں ہے کہ صفوان بڑے عبادت گزار اور زاہد تھے ہر روز ایک سو پچاس رکعت نماز پڑھتے تھے۔

صفوان بن يحىٰ عن بعض رجاله عن الصادق علیہ السلام قال واللّٰه لقد أُعطينا علم الاوّلين والاخـريـن فـقـال لـه رجل من أصحابه جعلت فداك أعندكم علم الـغـيـب فـقـال لـه ويـحك إنـىّ لأعلم مافى أصلاب الرجال وأرحام النساء ويـحـكم وسعّوا صدوركم ولتع قلوبكم فنحن حجة اللّٰه فى خلقه ولن يسع ذلك إلّاصدر كل مؤمن قوّى قوته كجبال تهامة۔

صفوان نے اپنے بعض راویوں کی سند سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہم کو اولین اور آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے ایک صحابی نے دریافت کیا میں آپ پر فدا ہو جاؤں کیا آپ کے پاس علم غیب بھی ہے امامؑ نے فرمایا تمہارے لئے افسوس ہے'' کہ ایسے سوالات کرتے ہو'' ہمارے پاس اتنا علم غیب ہے کہ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ تمام مردوں کی پشتوں میں اور تمام عورتوں کے ارحام میں اللہ نے کیا رکھا ہے تم پر افسوس ہے ذرا تم اپنے سینوں کو کشادہ کرو اور تمہارے دل یہ بات یاد رکھیں کہ ہم ہی مخلوق میں اللہ کی حجت ہیں اور اس بات کو اس قوی مومن کا سینہ برداشت کر سکے گا جو قوت میں عرب کے بڑے بڑے پہاڑ تہامہ کی مانند ہو۔

حدیث مذکور سے بھی آئمہ معصومینؑ کا علم غیب بتصریح العبارۃ بلاتلویح واشارہ آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت ہو جاتا ہے۔

(نوٹ): بعض مریض القلب حضرات نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا تھا کہ ''صفوان بن یحی نے جس سے یہ روایت نقل کی ہے ان کا نام مذکور نہیں، کیا معلوم کہ وہ کوئی بچہ ہو یا کوئی غیر ثقہ ہو لہذا یہ روایت قابل اعتماد نہیں'' جواباً عرض یہ ہے کہ ایسا اعتراض کرنے والا شخص علم اصول الحدیث اور علم رجال سے ناواقف معلوم ہوتا ہے چونکہ علم اصول حدیث میں یہ امر مبرہن ہو چکا ہے کہ حدیث مرسَل کا مرسِل اگر ثقہ جلیل القدر ہو جس کے متعلق یہ یقین ہو کہ وہ جس روایت کا ارسال کر رہا ہے اس کے رواۃ ثقات ہوں گے تو غیر کی روایت مسند پر اس کی روایت کو ترجیح دی جائے گی۔

چنانچہ توضیح المقال فی علم الرجال ص ۴۳ اور بحار ج ۱ ص ۱۹۷ میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے پھر شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسیؒ کی کتاب العدۃ کے حوالے سے منقول ہے کہ

-سوّت الطائفة بين مايرويه محمد بن أبي عمير وصفوان بن يحي وأحمد بن محمد ابن أبي نصر وغيرهم من الثقات الذين عرفوا بأنّهم لايرسلون إلّا ممن يوثق به وبين ما أسنده غيرهم ولهذا عملوا بمرسلهم إذا إنفرد عن رواية غيرهم-

علماء اعلام نے محمد بن ابی عمیر صفوان بن یحی اور احمد بن محمد بن ابی نصر اور دیگر ثقات جو کہ ثقات ہی سے ارسال روایت کرتے ہیں اور ان کی مراسیل کو غیروں کی مسانید کے برابر قرار دیا ہے اور اگر ان کی روایت مرسل ہو جو کہ کسی اور سے مروی نہ ہو تو اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ شیخ طوسیؒ کا یہ فرمان حقیقت ترجمان معترضین کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

نیز شہید اوّل کتاب الذکری میں فرماتے ہیں۔

إنّ الاصحاب أجمعوا علىٰ قبول مراسيله -علماء نے ان کی مراسیل کو قبول کرنے پر اجماع کیا ہے اور تمام علماء اعلام نے ان کو ثقہ جلیل فرمایا ہے (منتهىٰ المقال ص ۲۴، ۱۴۵)

۶-بحارالانوار ج ۹ ص ۴۲۵ والدمعة الساكبة ص ۹۴ بحواله تفسير فرات بن ابراهيم میں جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے منقول ہے لقد إصطفاني ربيّ بالعلم والظفرولقد وفدت إلى ربي اثنى عشرة و فادة فعرّفني نفسه وأعطاني مفاتيح الغيب میرے رب نے مجھ کو علم اور کامیابی کے ساتھ برگزیدہ فرمایا ہے اور میں بارہ دفعہ اپنے رب کی طرف گیا پس اس نے مجھ کو اپنی معرفت دی اور علم غیب کی کنجیاں عطا فرمائیں۔

ان احادیث شریفہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے علم ما کان و ما یکون پر علم غیب کا اطلاق کیا جاتا ہے اور اس لحاظ سے ان کو عالم غیب یا عالم الغیب کہنا ممنوع نہیں ہے۔

باقی رہیں وہ روایات کہ جن سے ان ذوات مطہرہؑ سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے تو وہ اس لحاظ سے کی گئی ہے کہ یہ ذوات مقدسہؑ بغیر تعلیم و الہام معبود حقیقی سے مستغنی ہو کر اپنی کسبی قوت سے علم غیب

نہیں جانتے جیسا کہ اصول الشریعہ ص ۱۹۰ پر تحریر کیا گیا ہے کہ جہاں نفی وارد ہے اس سے حقیقی علم غیب کی نفی مراد ہے اور جہاں اثبات ہے وہاں علم غیب مجازی ظاہری کا اثبات مقصود ہے۔

نیز ہماری پیش احادیث سے یہ مسئلہ بھی طے ہو گیا کہ ان قوال آئمہؑ سے ان کو عالم الغیب کہنے کی نفی ہرگز ثابت نہیں ہے اس سلسلے میں اصول الشریعہ ص ۹۱، ۹۲ میں شیخ مفیدؒ اور شیخ طبرسیؒ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ "ان ذوات مقدسہ کے علم کو علم غیب سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا چونکہ علم الغیب کی وصف کا مستحق وہی ہو سکتا ہے جو کلی طور پر جملہ مغیبات کا جاننے والا ہو"۔

جواباً عرض یہ ہے کہ ان دو جلیل القدر علماء کا نظریہ کسی دلیل پر مبنی نہیں ہے اور نہ ہی کسی آیت یا حدیث سے مستنبط ہے۔

چنانچہ شیخ مفیدؒ اپنی دوسری مشہور تالیف الارشاد ص ۵۶ ط ایران میں جناب امیر المومنینؑ کے واقعہ کربلا کے متعلق پیشین گوئی کی روایت درج فرما کر لکھتے ہیں وكان ذلك من علم الغيب والخبر الكائن قبل كونه وهو المعجز الظاهر والعلم الباهر اس عظیم سانحہ کی پیشین گوئی کرنا جناب امیر المومنینؑ کے عالم الغیب ہونے کے سبب سے ہے اور ایک ہونے والے واقعہ کی قبل از وقوع خبر دی گئی ہے جو کہ امامؑ کا معجزۂ ظاہر اور علم غیب ہے۔

اسی طرح علامہ شیخ مفیدؒ صفحہ ۱۶۱ میں ایک واقعہ کے بعد فرماتے ہیں وكان خرق العادة لأمير المومنينؑ بما عددناه من علم الغيوب -

یہی واقعہ جناب امیر المومنینؑ کا ایک خارق العادۃ معجزہ تھا جس کو ہم نے آپ کے علم الغیوب میں شمار کیا ہے۔

علامہ طبرسیؒ کے اس نظریہ کے متعلق عالم جلیل سید محمد مہدی تنکابنی نے طوالع الانوار ص ۲۵۹ میں جناب امیر المومنینؑ کے متعلق فرمایا ہے وعلمه بالغيب هو مذهب الامامية ولاينكره إلّا الحاكم أبوسعيد من العامّة فى تفسيرقوله تعالى ﴿إنّك أنت علّام الغيوب﴾ وفى ذلك قدح للامامية وتبعد فى ذلك الشيخ

طبرسی فی تفسیرہ وھوخطاء ۔ آپ کا علم غیب مذہب شیعہ کے مسلمات میں سے ہے جس کا انکار سنی عالم حاکم ابوسعید نے اپنی تفسیر میں مندرجہ بالا آیت کے ذیل میں کیا ہے اور امامیہ پر قدح کی ہے اور شیخ طبرسیؒ نے تو بہت ہی بعد اختیار کر لیا ہے جو ان کی علمی مسامحت ہے ایسی مسامحات علماء اعلام سے ہو ہی جاتی ہیں۔

چنانچہ مسئلہ خلق ارواح اور عالم ذر کے متعلق شیخ طبرسیؒ شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰؒ وغیرہ نے شدت سے انکار کیا ہے۔ شیخ صاحب نے احسن الفوائد ص ۲۰۱ میں انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ان حضرات کی جلالت قدر و عظمت شان کچھ لب کشائی کرنے سے مانع ہے ورنہ تلمیحی کی یہ حقیقت ہے کہ ایسے معمولی شبہات پر اور استعجابات کی بنا پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و آل رسول علیہم السلام کی احادیث معتبرہ کا انکار کرنا یا بلاوجہ ان کی تاویل کرنا بہت بڑی جسارت ہے۔ الخ۔ اسی بنا پر ہم کیوں نہ کہیں کہ ان علماء کا علم غیب کی نفی کرنا ان کی مسامحات میں داخل ہے۔ (وھی مالا یتابع علیہ)

باقی رہیں وہ آیات جن سے علم غیب کی نفی ثابت ہوتی ہے اس سلسلہ میں مولف اصول الشریعہ کا ص ۱۹٤ پر بیان جواباً کافی ووافی ہے کہ ”ایک ظاہر بین انسان ان آیات قرآنیہ کو دیکھ کر یہ کہہ سکتا ہے جیسا کہ ایک گروہ کی طرف سے یہ کہا بھی گیا ہے کہ سوائے خدا کے علم غیب کسی مخلوق کے پاس نہیں ہے نہ ذاتی نہ وہبی نہ کسبی مگر ایسے لوگ جو صرف بعض مجمل آیات کو دوسری مفصل آیات سے صرف نظر کر کے ایک نظریہ قائم کر لیتے ہیں لیکن محقق انسان کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ کسی مسئلہ کے جملہ پہلوؤں پر غائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد کوئی نظریہ قائم کرتا ہے بنا بریں اس مسئلہ کے متعلق مندرجہ آیات مبارکہ دیکھنے کے بعد یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ یہ بزرگوار بتعلیم اللہ وہبی ولدنی طور پر بعض غیوب کا علم رکھتے ہیں“۔ یہاں تو مؤلف نے خود ان کو عالم غیب تسلیم کر لیا ظاہر ہے کہ جو شخص غیوب کا علم رکھے وہ عالم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟۔

علم غیب کے متعلق

منفی احادیث کی حقیقت اور ان کا حل

مندرجہ بالا حقائق سے مبرہن ہو گیا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام بتعلیم اللہ عالم غیب ہیں البتہ چند ایسی احادیث بھی وارد ہیں جن سے ظاہراً علم غیب کی نفی ثابت ہوتی ہے ان احادیث کے متعلق علماء و محققین کے نظریات زیر نظر ہیں۔

۱۔ **فاضل جلیل قدوۃ المحققین علامہ عبدالرزاق المقرم** اپنی بیش بہا تالیف مقتل الحسین ص ۲۲ ط نجف میں فرماتے ہیں۔

فالغیب المدعی فیھم غیر المختص بالباری تعالی یستحیل فی حقّھم فإنّہ فیہ تعالیٰ ذاتی وأمّا فی الائمة فمجعول من اللّٰہ سبحانہ فبواسطة فیضہ و لطفہ کانوا یتمکّنون من إستعلا م خواص الطبائع والحوادث فإذاً الغیب علیٰ قسمین منہ ما ھو عین واجب الوجود بحیث لم یکن صادراً عن علّة غیرذات فاطر السموات والارضین و منہ ما کان صادراً عن علّة و متوقفاً علیٰ وجود الفیض الالھی وھو ماکا ن موجود فی الانبیاء والاوصیاء [إلیٰ أن قال] ویشھد لہ ماجاء عن أبی جعفر الجواد فإنّہ لمّا أخبر اُم الفضل بنت المامون بما فاجأھا ممّا یعتری النساء عند العادة قالت لہ لا یعلم الغیب إلّا اللّٰہ قالؑ أنا أعلمہ من علم اللّٰہ۔ (بحارالانوار ج ۱۲ ص۱۲۹)۔

آئمہ معصومین علیہم السلام کے متعلق جس علم غیب کا ہم نے دعوی کیا ہے وہ وہ علم غیب نہیں جو معبود حقیقی کے ساتھ مخصوص ہے چونکہ اس کا ذاتی علم (تعلیم کے بغیر) ان ذوات مقدسہ کے لئے محال ہے چونکہ ان کا علم غیب اللہ کی طرف سے ہے اور اس کے فیض اور لطف کے واسطہ سے ان کو ملا ہے اور یہ حوادث خواص طبائع کے معلوم کرنے پر قادر تھے۔ اس بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ علم غیب کی دو قسمیں ہیں ایک قسم وہ ہے کہ جو واجب الوجود کا عین ہے اور خالق کون و مکان کے بغیر کسی علت

سے صادر نہیں ہوتا اور دوسری قسم وہ ہے جو علت سے صادر ہوتا ہے اور فیض الٰہی پر موقوف ہے اور یہی علم غیب انبیاءؑ و آئمہؑ میں ہوتا ہے۔

اس دعوی کی شہادت میں امام جوادؑ سے حدیث بھی مروی ہے کہ جب انہوں ام الفضل بنت مامون کو اس چیز کی خبر دی جو کہ (عادۃً) عورتوں کو عارض ہوتی ہے تو اس نے کہا کہ آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا غیب تو اللہ ہی جانتا ہے امامؑ نے جواب دیا کہ میں علم غیب کو اللہ کی تعلیم کی وجہ سے جانتا ہوں۔(بحار ج ۱۲ ص ۱۴۹)

۲۔قدوۃ المتبحرین خاتم المحدثین حضرت علامہ مجلسیؒ نے بحار ج ۷ ص ۲۹۶ میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے إنّھم لایعلمون الغیب ومعناہ۔باب اس بیان میں کہ آئمہ طاہرینؑ علم غیب کو نہیں جانتے اور اس علم غیب کا معنی ص ۳۰۰ پر فرمایا ہے قد عرفت عنھم انّھم لا یعلمون ذلك من أنفسھم بغیر تعلیمه تعالی بغیروحی وإلھام فظاھر أنّ عمدة معجزات الانبیاء والاوصیاء من ھذا القبیل وأحد وجوہ الاعجاز ۔الخ ۔ ہم کئی دفعہ بتلا چکے ہیں کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے عالم الغیب نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ علم غیب کو تعلیم خدا اور وحی والہام کے بغیر بالذات نہیں جانتے ورنہ ظاہر ہے کہ انبیاءؑ واوصیاءؑ کے عمدہ معجزات اس علم غیب کی قبیل سے ہیں اسی وجہ سے معجزہ کہلاتے ہیں۔ (بحار ج ۷ ص ۲۹۶۔کذا فی مرآۃ العقول ج۱ص۱۸۶)۔

۳۔قدوۃ المفسرین علامہ سید علی حائری تفسیر لوامع التنزیل ج ۱۵ ص ۴۱۱ میں فرماتے ہیں کہ انکار پیغمبر راز غیبی بود کہ علم آں مخصوص بہ جنا ب باری تعالی می باشد گویا کہ آں حضرت فرموند کہ ایں قسم کہ ازعلم غیب مخصوص بخداست من نمی دانم پیغمبرؐ کا انکار اس علم غیب سے تھا کہ جو اللہ کے ساتھ مخصوص ہے۔گویا کہ آپ کے فرمان کا مقصد یہ تھا کہ میں وہ علم غیب نہیں جانتا جو باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے ص ۴۱۰ میں فرماتے ہیں احدی از ملائکہ و انبیاء وخلفاء ایشاں بذواتھم المقدسة المطھرة علم غیب نمی دارند و ہمہ مقدا رکہ ایشاںؑ از

غیب دانسته اندوازا ں اطلاع داده اند ایشاں رامن اللّٰه حاصل شده ست وگرنه بانفاسم المقدسة ہرگز ایشاں بر علم غیب مطلع نه بوده اند ۔کوئی فرشتہ یا نبی یا خلفاء یا انبیاء بذات خود علم غیب نہیں رکھتے اور اتنا ہی علم غیب ان کو حاصل ہے اور اس کی انہوں نے اطلاع دی ہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل تھا ورنہ بنفسہ یہ حضرات بذات خود علم غیب پر مطلع نہ تھے۔

عام طور پر نفی کے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

مراۃ العقول ج ۱ ص ۱۸۶، بصائرالدرجات ج ۵ ص ۶۲ اور تفسیر برھان ۵۳۲ میں مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا یا عجباً لأقوام یزعمون إنّا نعلم الغیب مایعلم الغیب إلّا اللّٰہ لقد ھممت بضرب جاریتی فھربت منی فماعلمت وفی أیّ بیوت الدار ھی۔ایسے لوگوں سے تعجب ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم علم غیب جانتے ہیں غیب تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا میں نے اپنی کنیز کو مارنا چاہا تو وہ بھاگ گئی اور میں نہیں جانتا کہ وہ کس گھر میں جا چھپی۔قطع نظر اس کے کہ ہم اس روایت کے متعلق کوئی تاویل پیش کریں سندی لحاظ سے اس حدیث کی حیثیت ملاحظہ ہو۔

سلسلہ سند میں محمد بن سلیمان دیلمی ہے جس کے لئے منتھی المقال ص ۲۷۴، رجال نجاشی ص ۲۵۸ اور خلاصته الاقوال ص ۱۲۵ میں ہے ضعیف جداً لایعوّل علیه فی شئی ۔ یہ راوی بہت ہی ضعیف ہے اس کی کسی روایت پر اعتبار نہیں ہو سکتا۔

نیز علامہ جلیل سید عبدالرزاق المقرم اپنی تالیف منیف مقتل الحسین ص ۲۷ میں اس روایت کے متعلق اپنی رائے حصیف یوں فرماتے ہیں أمّاماوردعنھمؑ من نفی علمھم بالغیب کقول أبی عبداللّٰه یا عجباً لأقوام یزعمون إنّا نعلم الغیب فمحمول علیٰ التقّیة لحضور المجلس داؤد الرقی و یحی البزاز وأبو بصیر ولم یکن لھم قابلیة تحمل غامض علم أھل البیت فأراد أبو عبد اللّٰه بنفی علم الغیب

عنهم تثبيت عقيدة هولاء ويؤيده أنّ سدير الراوى لهذا الحديث دخل عليه فى وقت آخر و ذكر له إستغراب ما سمعه منه نفى العلم بالغيب فإطمئنّه بأنّه يعلم ماهوأرقىٰ من ذلك وهو العلم بالكتاب كلّه وماحواه من فنون المعارف وأسرارها علىٰ أنّ الحديث لم يعبأ به المجلسیؒ فى مرآة العقول ج ۱ ص ۱۸۶ لجهالة رواته يحتمل أن يريد بنفى العلم بمكان الجارية الرؤية البصرية لانكشاف الواقعى فقوله ماعلمت أى مارأيتهافى أىّ بيت دخلَت وإلّا فمن يقول فى صفة علمه لم يفتنى ماسبقنى ولم يغرب عنى ماغاب عنى لا يخفىٰ عليه أمر الجارية۔

تلخیص المقال اینکہ آئمہ معصومین علیہم السلام سے نفی غیب میں جواحادیث وارد ہیں مثلا امام صادق علیہ السلام کا قول ''کہ تعجب ہے ان لوگوں سے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم علم غیب جانتے ہیں حالانکہ علم غیب تو اللہ ہی جانتا ہے'' تا آخر واقعہ یہ روایت تقیہ پر محمول ہے۔ چونکہ وہاں پر داؤد رقی اور یحییٰ بزاز اور ابو بصیر موجود تھے جن کے اندر اہل بیت علیہم السلام کے علم غامض کو برداشت کرنے کی قابلیت نہ تھی پس امامؑ نے ان کے عقیدہ کی تثبیت کے لئے علم الغیب (ذاتی) کی نفی فرمائی۔

اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث کے راوی سدیر صیرفی دوسرے وقت میں امامؑ کے پاس گئے اور آپ کے علم غیب کی نفی سے تعجب کرتے ہوئے اس کا ذکر کیا تو امامؑ نے اس کو اطمینان دلایا کہ ان کا علم تو بہت ہی بلند ہے اور وہ کلام الٰہی کے مکمل فنون و معارف و اسرار سے واقف ہیں۔(۱) باوجودیکہ اس حدیث کو علامہ مجلسیؒ نے کوئی اہمیت نہیں دی چونکہ اس کے راوی مجہول الحال ہیں (کمافی مراة العقول ج ۱ ص ۱۸۶) اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ آپ یہ فرمارہے ہوں کہ میں اپنی ظاہری آنکھوں سے جاریہ کو نہیں دیکھتا کہ وہ کہاں ہے'' ورنہ جس امامؑ کا یہ دعوی ہے کہ گزشتہ حوادث مجھ سے پوشیدہ نہیں اور مجھ سے ہر غائب ہونے والی چیز دور نہیں ہے''

(۱) بصائرالدرجات ص ۶۲' تفسیر برھان ص ۵۳۲ اور بحار ج ۷ ص ۳۲۲ میں ہے کہ سدیر نے جا کر امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم تو آپ کو بڑا جلیل القدر عالم سمجھتے تھے مگر آج آپ نے......(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اس سے کنیز کا معاملہ کس طرح پوشیدہ رہ سکتا ہے۔(۱)

دوسری حدیث امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی توقیع ہے جو کہ احتجاج طبرسی ص ۱۸۸ سے نقل کی گئی ہے (فی اصول الشریعة ص ۱۹۶) کہ آنحضرتؑ نے فرمایا إنىّ برى إلىٰ اللّٰه وإلىٰ رسوله ممن يقول إنّانعلم الغيب۔الخ ۔میں اللہ اور رسولؐ کی بارگاہ میں ان لوگوں سے بیزاری چاہتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ ہم عالم غیب ہیں اس سے استدلال کرنا بھی مردود ہے چونکہ علامہ مجلسیؒ بحار ج ۷ ص ۲۴۵ ''باب نفى الغلو فى النبیؐ والآئمةؑ'' میں اس توقیع شریف کو نقل کر کے فرمایا ہے المراد من نفى علم الغيب انّهم لا يعلمون من غير وحى وإلهام أما ماكان من ذلك فلا يمكن نفيه ۔امام معصومؑ کا مطلب یہ ہے کہ ہم وحی والہام کے بغیر عالم الغیب نہیں ہیں لیکن جو ان کا علم غیب وحی والہام کے ذریعے ہے اس کی نفی کرنا ممکن نہیں۔اسی طرح باقی منفی احادیث کا صحیح حل موجود ہے لہٰذا یہ ہرگز درست نہیں ہے کہ

......(حاشیہ گزشتہ صفحہ) یہ کہہ دیا کہ مجھ کو کنیز کا پتہ نہیں ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اے سدیر تم نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ آصف بن برخیا کہ متعلق آتا ہے قال الذى عنده علم من الكتاب ۔اس کے پاس علم کتاب کا کچھ حصہ تھا میں نے کہا جی ہاں امامؑ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ جس کے پاس کتاب کا کچھ حصہ ہو وہ افضل ہے یا جس کے پاس کتاب کا مکمل علم ہو؟ میں نے کہا کہ مکمل علم والا امامؑ نے فرمایا آصف کا علم ہمارے علم کے مقابلے میں اتنا ہے کہ جتنا بے کراں سمندر میں ایک قطرہ، پھر اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا بخدا پورے قرآن کا علم یہاں ہے۔ علامہ مجلسیؒ بحار جلد ۷ ص ۳۱۶ میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں إنّ ما ذكرهؑ ليس لنقص علمهم بل كان للتقّية من المخالفين أو من ضعفاء العقول من الشيعة لئلا ينسبوهم إلىٰ الربوبيّة امامؑ کا یہ فرمانا کہ ہم غیب نہیں جانتے یہ ان کے نقص علم کی وجہ سے نہیں بلکہ مخالفین یا ضعیف العقل شیعوں کی وجہ سے تھا تا کہ وہ ان کو رب نہ سمجھ لیں۔ایک مقام پر فرمایا ہے إنّه قال توريةً لئلا ينسب إلىٰ الربّوبية امامؑ نے توریۃً ایسا فرمایا تا کہ ان کو ربوبیت کی طرف منسوب نہ کیا جاسکے۔(از مولف)

(۱) بصائر الدرجات طبع جديد ص ۲۶۶ اور بحارج ۷ ص ۳۱۱ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے أُعطيت خصالاً ما سبقنى بها أحد من قبلى علمت المنايا والبلايا فلم يفتنى ما سبقنى ولم يغرب عنى ماغاب عنى ۔مجھ کو چند خصال ایسے ملے ہیں جو پہلے کسی کو نہ ملے تھے میں جملہ اموات و بلیات سے آگاہ ہوں مجھ سے پہلے گزر جانے والے مجھ سے نہیں چھوٹے اور جو چیز مجھ سے بظاہر غائب ہے وہ مجھ سے بالکل دور نہیں ہے بلکہ میرے قریب ہے۔

صرف منفی احادیث پر اکتفا کر کے احادیث مثبتہ سے صرف نظر کر لی جائے۔

صدر العلماء علامہ عبدالحسین امینی اپنی تالیف ساطع وقاطع الغدیر ج ٥ ص ٥٨ میں علم غیب کی مکمل بحث کے آخر میں فرماتے ہیں۔ وبهٰذا التفصيل في وجوه العلم يعلم عدم التعارض نفياً و إثباتاً بين أدّلة المسئلة كتاباً وسنةً فكل من الادّلة النافية والمثبة ناظراًإلىٰ ناحية منها والموضوع المنفى من علم الغيب فى لسان الادّلة غيرالمثبت عنه وكذلك بالعكس وقد يوعز إلىٰ الجهتين فى بعض النصوص الواردة عن أهل البيت مثل قول أبى الحسن الكاظمؑ سبحان اللّٰه ضع يدك علىٰ رأسى فواللّٰه مابقيت شعرة فيه ولا فى جسدى إلّا قامت ثمّ قال لاواللّٰه ما هى إلّا وراثة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم۔ وجوہ علم کی اس تفصیل سے اس مسئلہ علم غیب کے منفی واثباتی پہلوؤں کا عدم تعارض بخوبی معلوم ہو جاتا ہے چونکہ کتاب وسنت میں منفی اور مثبت دلائل ایک مخصوص پہلو لئے ہوئے ہیں جہاں علم غیب کی نفی معلوم ہوتی ہے اس سے وہ علم غیب مراد نہیں جو کہ ثابت ہے۔ اسی طرح جہاں علم غیب کا ثبوت ملتا ہے اس سے منفی پہلو مراد نہیں ہے۔ بعض وارد ہونے والی نصوص میں دونوں پہلوؤں کی طرف اشارہ ہوتا ہے مثلاً جب یحیٰی بن عبداللہ نے امام موسیٰ کاظم ؑ سے پوچھا کہ آپ علم غیب جانتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا سبحان اللہ میرے سر پر ہاتھ رکھو لو بخدا میرے سر اور جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر فرمایا نہیں ہمارا علم (غیب ذاتی نہیں) بلکہ سب کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔ (امالی مفید ج ٣ ص ١٤) نیز اصول الشريعه ص ١٩٨ میں جہاں ابن قبہ کا قول درج کیا گیا ہے لايدّعى علم الغيب فى الائمة إلّا مشرك ۔ آئمہ ؑ کی غیب دانی کا دعویٰ وہی کرے گا جو مشرک ہو۔ یہ بھی بچند وجہ نہیں۔ اولاً ایں کہ ابن قبہ پہلے اہل سنت معتزلہ فرقہ کے قائل تھے (احسن الفوائد ص ١٣) بعد میں شیعہ ہوئے لہٰذا احادیث معتبرہ اور اقوال علماء محققین کے مقابلہ میں ان کا قول کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا اگر بالفرض اس کو مان بھی لیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ جو آئمہ طاہرین علیہم السلام کے متعلق بلا تعلیم والہام علم غیب کا قائل ہوگا وہ مشرک ہے۔ وهو مانحن لاننكره فلاتغفل ١٢

آنحضرتؐ اورآئمہ ؑ کے علم غیب کے متعلق بعض دیگر اقوال و احادیث

مندرجہ بالا حقائق قاہرہ سے جب ہمارا مدعا لائح ہو چکا تو اہل ایمان کے قلوب طیبہ کو جلاء مزید سے سرفراز کرنے کے لئے چند احادیث پیش کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے نظریہ صافیہ کی تائید مزید ہو سکے۔

١ ۔ تفسير برهان ص ٨٨٣، بحار الانوار ج٧ ص ٣٠٣، مدينة المعاجز ص ١١٥، طوالع الانوار ص ٢٦٤، ١٠٨، بحوالہ بصائرالدرجات والقطرة باب اول ص ٢٩ دربيان فضائل آنحضرت صلعم بحواله مصباح الانوار شيخ طوسىؒ و حقائق الاسرار ص ٢٩ **امام جعفر صادق ؑ کے جلیل القدر صحابی مفضّل** سے مروی ہے۔

دخلت على الصادق ؑ ذات يوم فقال لى يا مفضّل عرفت محمداًؐ وعليّاً وفاطمةؑ والحسنؑ والحسينؑ كنه معرفتهم؟ قلت ياسيدى ما كنه معرفتهم قال يامفضّل من عرفهم كنه معرفتهم كان مؤمناً فى السنام الأعلى قال قلت فعرّفنى ذلك ياسيدى قال يا مفضّل تعلم إنّهم علمواما خلق اللّٰه و ذره وبرّه وإنّهم كلمة التقوىٰ وخزّان السمٰوات والارضين والجبال والرمال و البحار وأنهارها وعيونها وما تسقط من ورقة إلّا علموها ولاحبّة فى ظلمات الارض ولارطب ولايابس إلّافى كتاب مبين وهو فى علمهم وقد علموا ذلك وعرفواكم فى السماء نجم وملك ووزن الجبال وكيل ماء البحار وقدعلموا ذلك فقلت ياسيدى قد علمت وأقررت به قال نعم يامفضّل يامكرّم نعم يا محبورنعم ياطيّب طبت وطابت لك الجنّة ولكل مؤمن بها ۔

کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق ؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو معصومؑ نے فرمایا اے مفضل کیا

تم نے محمد وعلی وحسن وحسین علیہم السلام کو ایسے پہچاننا چاہیے کہ ان کے پہچاننے کا حق ہے؟ میں نے عرض کی ''اے مولا! ان کے پہچاننے کا حق کیا ہے ؟'' امامؑ نے فرمایا جو ان کو بحق معرفت جانے گا وہ اعلیٰ درجے کا مومن ہوگا میں نے عرض کی کہ اے مولاؑ پھر ذرا مجھ کو پہچنوا دیں۔ امامؑ نے فرمایا! تم یہ جان لو کہ وہ اللہ کی تمام مخلوق کو جانتے ہیں اور تقوی کے کلمہ ہیں اور زمینوں اور آسمانوں، پہاڑوں، ریتوں، سمندروں، نہروں اور چشموں کے خازن ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آسمان میں کتنے ستارے اور کتنے فرشتے ہیں؟ اور پہاڑوں کا وزن اور نہروں، سمندروں چشموں کے پانیوں کا وزن جانتے ہیں اور کوئی پتہ نہیں گرتا جس کو وہ نہ جانتے ہوں اور زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور کوئی خشک وتر نہیں ہے جو کہ کتاب مبین میں نہ ہو یہ سب ان کے علم میں ہے۔ میں نے کہا کہ اے مولاؑ میں نے جان لیا اور اقرار کر لیا اور ایمان لے آیا۔ امامؑ نے فرمایا ہاں اے مفضل، اے مکرم اے طیب، اے خوش قسمت تیرے لئے جنت پاکیزہ ہوگئی اور ہر اس مومن کے لئے پاکیزہ ہوگئی جو اس پر ایمان لایا (کذافی غاية المرام ص ٥١٦)۔

٢ ۔ بصائر الدرجات ص ٥٣، تفسير برهان ص ٥٧٩ میں ہے کہ امام صادقؑ نے فرمایا ولدني رسول الله وأنا أعلم كتاب الله و فيه بدء الخلق وما هوكائن فيه خبر السماء وخبر الارض وخبر الجنّة وخبر النار و خبر ماهوكائن إلىٰ يوم القيامة أعلم ذلك كأنّما أنظر إلىٰ كفّي. مجھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنا اور میں کتاب اللہ کو جانتا ہوں جس کے اندر مخلوق کی ابتدا کا ذکر اور ہونے والے واقعات کا تذکرہ آسمان وزمین، جنت وجہنم اور قیامت تک کے حالات ہیں اور ان کو ایسے جانتا ہوں کہ گویا ہتھیلی کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

٣۔ بحار ج ٧ ص ٢٨١، مناقب ابن شهر آشوب ج ٥ ص ٣٩ میں امام صادقؑ سے مروی ہے والله إني لأعلم ما في السمٰوات وأعلم مافي الأرض وأعلم مافي الدنيا وأعلم مافي الآخره فرأى تغيّر جماعة فقال يا بكيراني أعلم ذلك من

كتاب الله إذ يقول وأنزلنا إليك الكتاب تبياناً لكل شئي۔ خدا کی قسم میں یہ جانتا ہوں کہ آسمانوں میں کیا ہے، زمین میں کیا ہے، دنیا میں کیا ہے اور آخرت میں کیا ہے؟۔ پھر آپ نے دیکھا کہ لوگوں کے چہرے بگڑنے لگے تو امامؑ نے فرمایا میں یہ سب کچھ کتاب اللہ سے جانتا ہوں جس میں اللہ کا ارشاد ہے کہ ہم نے تمہاری طرف کتاب نازل کی جس میں ہر شے کی وضاحت ہے۔

٤ ۔ بحار الانوار ج ١٤ ص ٦٣٣ و مدينة المعاجز ص ٣٩٥ میں امام صادقؑ کا فرمان درج ہے أعلم مافي المشرق ومافي المغرب ومافي السمٰوات والارض ومافي البرّ والبحر وعدد مافيهنّ ۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مشرق میں کیا ہے اور مغرب میں کیا ہے اور سمندر میں کیا ہے نیز ان کے اندر تمام اشیاء کی تعداد بھی جانتا ہوں۔

٥۔ حق اليقين ص ٣٨٩، بحار الانوار ج١٣ ص ٢١٢، مختصر البصائر ص ٣٤، تفسير برهان ص ٧٤٤ اور طوالع الانوار ص ٩٩ میں جناب امیر المومنینؑ سے مروی ہے أنا الذي أحصيت كلّ شئي عدداً بعلم الله الذي أودعنيه وسرّه الذي أسرّه إلىٰ محمد وأسرّه النبي إليّ أنا الذي أعطاني ربّي إسمه وكلمته و حكمته وعلمه وفهمه ۔ میں وہ علیؑ ہوں جس نے کائنات کی ہر چیز کو باعتبار عدد شمار کیا اپنے اس علم کی وجہ سے جو اللہ نے مجھ میں رکھا ہے اور اس راز کی وجہ سے جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مجھ کو بتلایا میں وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا نام اور اپنا کلمہ اور اپنا علم وحکمت عطا فرمایا۔

٦ ۔ بحار جلد ٧ ص ٢٢٣ میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے علم الانبياء في علمهم وسرّ الاوصياء في سرّهم و عزّ الاولياء في عزّهم كالقطرة في البحر والذرة في القفر۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے علم کے مقابلہ میں انبیاء کا علم ان کے رازوں کے مقابلے میں اوصیاء کا راز اور ان کی عزت کے مقابلہ میں اولیاء کی عزت اس طرح ہے جس طرح سمندر میں ایک قطرہ اور صحرا میں ایک ذرہ۔

چند اهم شبهات کا دفعیه

١۔مندرجہ بالا حدیث نمبر۵ میں امام معصومؑ نے آیہ مبارکہ ﴿کل شئی أحصیناه فی إمام مبین﴾ کی جانب اشارہ فرمایا ہے جو باجماع مفسرین شیعہ امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے مگر مولف اصول الشریعه ص ٢٠٢ پر شیعان حیدر کرار کی بصیرت پر خاک جھونکنے کی سعی لا حاصل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس امر میں شدید اختلاف ہے کہ امام مبین سے کیا مراد ہے؟ چنانچہ بعض نے لوح محفوظ مراد لی ہے بعض نے قرآن مجید بعض نے صحائف اعمال اور بعض نے امیر المومنین علیہ السلام۔ لہٰذا إذاجاء الاحتمال بطل الاستدلال اس مجمل آیت سے استدلال جائز نہیں''۔ پھر لکھتے ہیں ''یہی ہمارا ایمان ہے'' أوشتّان مابین قولیه جواباً عرض ہے کہ مولف نے یہاں کھلم کھلا افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ فاضل مؤلف کا فرض تو یہ ہے کہ وہ امام معصومؑ کی حدیث سے ثابت کر دکھائیں کہ اس آیت سے لوح محفوظ یا قرآن مجید یا صحائف اعمال مراد ہیں تو ہم ان کی تحقیقی قابلیت پر داد دیں گے بلکہ علمائے شیعہ کا اجماع ہے کہ اس آیت سے جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی مراد ہیں۔

ا۔چنانچہ علامہ نعمت اللہ جزائریؒ انوار نعمانیه ص ١٤ میں فرماتے ہیں قد تحقّق فی الاخبار من العامّة والخاصة ان قوله کلّ شی أحصیناه فی إمام مبین المراد به علی علیہ السلام سنی وشیعہ احادیث سے یہ امر پایہ تحقیق کو پہنچ چکا ہے کہ آیت ﴿کل شی أحصیناه فی إمام مبین﴾ سے مراد جناب امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

٢۔علامہ مجلسیؒ بحار ج ٩ ص ٨٢ میں جناب امیر علیہ السلام کے متعلق ایک باب قائم کرتے ہیں باب انه هوالامام المبین پھر فرماتے ہیں ذهب المفسّرون إلیٰ أنّ المراد بالامام المبین هواللوح المحفوظ لا نّه إمام لسائر الکتب ومافی الخبرهو المعتمد ۔مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ امام مبین سے لوح محفوظ مراد ہے چونکہ وہ تمام کتب کی امام ہے لیکن حدیث معصومؑ میں اس آیت کا شان امیر المومنین علیہ السلام میں نازل ہونا ہی معتمد علیه

اور معتبر ہے۔(نیز حیاة القلوب ص ١٩٩، بحار ج ٤ ص ٨٨)۔

٣۔علی بن ابراہیم بن ہاشم القمی استاد کلینیؒ۔

آپ نے اپنی تفسیر قمی ص ٥٤٩ میں یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں لکھی ہے، نیز جناب امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا أنا واللّٰه الامام المبین ۔بخدا میں ہی امام مبین ہوں پھر فرماتے ہیں کہ یہ آیت محکم ہے۔

٤۔ابن شہر آشوب مازندرانیؒ متوفی ٥٨٨ھ۔

آپ نے بھی یہ آیت مبارکہ امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں بتلائی ہے، ملاحظہ ہو مناقب آل ابی طالب ج ٣ ص ١٣٢ میں فرماتے ہیں کہ وفی القرآن ولارطب ولا یابس إلّافی کتاب مبین وعلم هذا الکتاب عنده قرآن میں جو آیت ہے کہ ہر خشک وتر امام مبین میں ہے اس کتاب کا علم جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پاس ہے نیز ص ١٤١ میں اس کا شان نزول علی علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے۔

٥۔شیخ جلیل محمد بن بابویہ الصدوقؒ متوفی ٣٨٠ھ۔

آپ نے معانی الاخبار ص ٣٣ میں متعدد روایات سے ثابت کیا ہے کہ اس آیت کا نزول امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں ہے۔

٦۔سید المفسرین علامہ سید ہاشم بن سلمانی بحرانی ١١٠٧ھ۔

آپ نے اپنی تالیف منیف مدینته المعاجزص ١١٥ میں فرمایا ہے إنّهٗ الامام المبین الذی أحصیٰ اللّٰه فیه علم کل شئی جناب امیر المومنین علیہ السلام ہی وہ امام ہیں جن میں اللہ تعالی نے ہر شئے کے علم کو جمع کر دیا ہے۔ نیز تفسیر برهان ص ٨٨٦ میں متعدد روایات سے اس کا شان نزول امیر المومنین علیہ السلام کے حق میں ثابت فرمایا ہے اسی طرح تالیف منیف غایة المرام ص ٥١٥ ط ایران میں بھی اس قسم کی متعدد روایات درج کی ہیں۔

٧۔قدوۃ المفسرین محمد بن عباس بن مروان بن ماہیار معاصر کلینیؒ۔

آپ نے اپنی تفسیر جلیل مانزل من القرآن فی أهل بیت النبی صلی اللّٰہعلیه وآله وسلم میں اس آیت کا نزول امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق بتلایا ہے۔ نیز صالح بن سہل نے روایت کی ہے کہ سمعت أبا عبداللّٰه یقول وکل شئی أحصیناه فی إمام مبین قال فی امیر المومنین ؑ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ یہ آیت جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہے (کمافی البرهان ص ۸۸٦، غایة المرام ص ٥١٦)۔

۸۔ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسیؒ متوفی ٤٦٠ھ۔

آپ نے مصباح الانوار میں عمار سے روایت کی ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا أماقرأت فی سورة یس وکل شئی أحصیناه فی إمام مبین قلت بلیٰ یامولائی قال أنا ذلك الامام المبین ۔ اے عمار کیا تو نے سورہ یٰس میں یہ آیت نہیں پڑھی کہ ﴿ کل شئی أحصیناه فی إمام مبین ﴾ میں نے عرض کی جی ہاں مولاؑ، فرمایا: پس میں ہی وہ امام مبین ہوں (غایة المرام ص ٥١٦ ط ایران)۔

۹۔ حافظ رجب بن علی بن رجب البرسی م ۸۰۰ھ۔

آپ نے مشارق الانوار میں بروایت ابن عباس اس آیت کا شان نزول یوں نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا هذا الذی أحصی اللّٰه فیه علم کل شئی۔ یہ وہ ہے جس کے اندر اللہ نے ہر چیز کے علم کو جمع کر دیا ہے (تفسیر برهان ص ۸۸۷)۔

۱۰۔ عالم جلیل علم بن سیف بن منصور نجفی متوفی ۹۳۷ھ۔

آپ نے کنز الفوائد و دفع المعاند میں بروایت صالح بن سہل آیت کا شان نزول امیر المومنین علی علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔ (بحار ج ۷ ص ۱۲۳)۔

۱۱۔ علامہ فیض بن محسن کاشانیؒ۔

آپ نے تفسیر صافی ص ٤٢١ میں بروایت تفسیر قمی اور احتجاج طبرسی اس آیت کو

امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے اور لوح محفوظ کے لئے ''قیل'' کہا جاتا ہے سے اس قول کے ضعف شدید کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۱۲۔ ابو منصور علی بن ابی احمد طبرسیؒ۔

آپ نے احتجاج ص ۳۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا معاشر الناس ما من علم إلّا وقد أحصاه اللّٰه فیّ وکل علم علمته فقد أحصیته فی إمام المتقین وما من علم إلّا علّمته علیاً وهو الامام المبین۔ اے لوگو اللہ نے ہر علم کو میرے اندر رکھ دیا ہے اور میں نے اپنے پورے پورے علم کو امام المتقینؑ میں جمع کر دیا ہے اور اپنا تمام علم علی علیہ السلام کو دے دیا۔ اور وہی امام مبین ہیں۔ یہی جملہ بحوالہ احتجاج تفسیر برهان ص ۲٦۸ اور تفسیر صافی ص ٤٢١ میں بھی منقول ہے۔ نیز آپ نے ص ۲۰٤ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے ﴿لا رطب ولا یابس إلّا فی کتاب مبین﴾ کا شان نزول بھی جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق نقل فرمایا ہے۔

۱۳۔ علامہ سید محمد مہدی تنکابنیؒ۔

آپ نے طوالع الانوار ص ۷۷ میں متعدد روایات سے اس آیت کو امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں ثابت کیا ہے۔

۱٤۔ علامہ ابو القاسم واعظ اصفہانی۔

آپ نے نفائس الاخبار ج ۱ ص ٤٢ میں مختلف روایات سے یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق بتلائی ہے۔

۱۵۔ علامہ قندوزی حنفی۔

آپ نے ینابیع للمودة ص ۷۷ میں متعدد روایات سے اس آیت کا نزول جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کے متعلق ثابت کیا ہے۔

۱٦۔ شاذان بن جبریل قمی استاد علامہ برسیؒ۔

آپ نے کتاب الروضہ ص ۲ میں اس آیت کا نزول امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

۱۷۔علامہ مرزا ابوالحسن الشریف۔

مرآۃالانوار ص ۵۷ میں اس آیت کا شان نزول جناب امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

۱۸۔محدث جلیل حسن بن سلیمان حلیؒ۔

آپ نے المختصر ص ۱۱۴ میں اس کا شان نزول بروایات کثیرہ امیر المومنین علیہ السلام کے حق میں درج فرمایا ہے۔

۱۹۔علامہ علی اکبر نہاوندی۔

آپ نے انوارالمواھب ج ۱ ص ۸۴ میں متعدد روایات سے اس آیت کا شان نزول امام المتقین علیہ السلام کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

۲۰۔علامہ سید اسماعیل نوری۔

آپ نے کفایۃالموحدین ج ۲ ص ۵۲۱ میں فرمایا ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کا علم طاقت بشری سے مافوق ہے بلکہ انبیاء ماسلف کے علم سے بھی مافوق ہے جیسا کہ ﴿کل شئی أحصیناه فی إمام مبین﴾ سے ثابت ہے چونکہ آیت مذکورہ آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ان حقائق قاہرہ کے باوجود مؤلف کا اس آیت کے جناب امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کے متعلق تشکیک پیدا کرنے کی سعی نا فرجام کرنا ادب دین، ادب مذہب اور ادب علم کے مخالف ہے۔ارباب عقل پر مخفی نہیں ہے کہ مفسرین کا کسی مسئلہ میں اختلاف کرنا حقائق مثبتہ کیلئے قادح نہیں ہوسکتا اور ہر اختلاف کے پیش نظر إذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال والے قاعدہ سے تمسک کریں تو ملت اسلامیہ کا ہر نظریہ غلط ثابت ہوتا ہے چونکہ دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں اختلاف نہ ہو یہ رکیک عذر کس قدر قابل رحم ہے۔

دیکھنا تو صرف یہ ہے کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام اس آیت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ ہمارے مسلک میں ان کے اقوال کے مقابلہ میں ہر غیر معصوم کا قول بول کے مصداق ہے اور ان ذوات مقدسہؑ سے آیت مذکورہ میں لوح محفوظ وغیرہ ثابت کرنے والی کوئی ضعیف سے ضعیف روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

باقی رہی وہ حدیث إنّ الامام إذا أراد أن یعلم شیئاً أعلمه الله امامؑ جب چاہے کہ کسی چیز کو جان لے تو اللہ اس کو بتلا دیتا ہے۔اس باب میں تین احادیث وارد ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے مرأۃالعقول ج ۱ ص ۱۸۹ میں ہر ایک کو ضعیف یا مجہول قرار دیا ہے۔

علامہ مقرم لکھتے ہیں لیس فیه دلالة علی تحدیدعلمهم فی وقت خاص بل الحدیث یدّل علیٰ اعمال تلك القوة القدسیة الثابتة لدیهم عند الولادة موقوف علیٰ إرادتهم المتوفقة علیٰ وجود المصلحة فی إبراز الحقائق المستورة وإظهارما عندهم من مکنون العلم علیٰ أن هذاالمضمون ورد فی أحادیث ثلثة ردّها المجلسی فی مرأة العقول بضعف بعضها وجهالة الاخرین۔ (مقتل ص ۲۹)۔ اس حدیث میں یہ دلالت نہیں کہ ان کا علم ایک مخصوص وقت میں محدود رہتا ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی اس قوت قدسیہ کو ولادت سے لے کر آخر عمر تک حقائق مستورہ کے اظہار کے لئے بمقتضائے مصلحت استعمال کرتے ہیں۔ باوجود یکہ اس مضمون کی کل تین حدیثیں ملتی ہیں جن میں سے ایک ضعیف ہے اور دو مجہول ہیں۔(مراۃ العقول ج ۱ ص ۱۸۹)۔

خطبۂ طارق بن شہاب کی وثاقت

اصول الشریعه ص ۲۰۳ میں مرقوم ہے تیسرا شبہ بروایت طارق بن شہاب فضائل امائمؑ میں جو خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے اس کے ضمن میں منجملہ صفات کے یہ بھی مذکور ہے المطّلع علیٰ الغیوب امام غیب پر مطلع ہوتا ہے الخ پھر اس سلسلہ میں حافظ رجب برسی پر قدح ثابت کی گئی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ خطبہ طارق بن شہاب پر قدح کرنا تحقیق نہ کرنے کا لازمی نتیجہ ہے۔

اس جلیل القدر خطبہ کو امام حسن عسکری علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حسن بن محمد بن جمہور عمی متوفی ۲۹۶ھ نے اپنی تالیف منیف ''کتاب الواحدۃ'' میں بعینہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے جن سے بحار میں منقول ہے کہ اس جلیل القدر شخصیت کا ذکر وثاقت کے ساتھ اکثر علماء رجال نے کیا ہے۔

چنانچہ رجال نجاشی ص ٤٦، خلاصه ص ۲۵ وبحار ج ۱۳ ص ۲۳۱ میں ان کو عظیم الشان ثقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ علامہ بحرانیؒ مدینة المعاجز ص ۱۸۹ میں کتاب الواحدۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں هو تصنيف حسن بن الجمهور وهو ثقة یہ حسن بن جمہور کی تصنیف ہے اور وہ ثقہ ہیں۔

مشہور رجالی ابن ندیم بغدادی اپنی کتاب فهرست ابن ندیم ص ۳۱۲ میں لکھتا ہے۔

إبن جمهور العمی إسمه محمد بن الحسن بن جمهور العمی البصری من خاصّة أصحاب الرضا علیه السلام له کتاب الواحدة فی الاخبار والمثالب جزّأهُ ثمانیة أجزاء۔ ابن جمہور عمی آپ کا نام محمد بن حسن بن جہور العمی البصری ہے آپ امام رضا علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے ہیں۔ آپ کی تالیف کا نام کتاب الواحدۃ ہے جو کہ اخبار و مثالب پر مشتمل ہے انہوں نے اس کو آٹھ جلدوں پر تقسیم کیا ہے۔ آپ کی اس تالیف سے علامہ طبرسیؒ اعلام الوریٰ میں اور علامہ ابن شہر آشوب مناقب میں اور سید ابن طاؤس کتاب النجوم میں اور حسن بن سلیمان مختصر البصائر میں اور ہاشم بحرانی مدینۃ المعاجز میں استفادہ فرماتے

ہیں۔ علامہ برسیؒ نے یہ خطبہ اسی کتاب کے حوالہ سے نقل کیا ہے چنانچہ مرأة الانوار ص ۵، ۵۰، ۲۲۰، ۲۳۰ اور متعدد مقامات میں منقول ہے کہ فی مشارق الانوار عن کتاب الواحدة، الخ۔ نیز علامہ مجلسیؒ کا اس کو بحار ج ۷ ص ۳۰٦ میں نقل کرنا ہی اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ علامہ کے نزدیک یہ خطبہ معتبر ہے۔

چنانچہ مقدمہ بحارالانوار ج ۱ ص ٦ میں فرماتے ہیں إنّما أخرجنا منه ما یوافق الاخبار الماخوذة من الاصول المعتبرة۔

ہم نے مشارق سے وہی احادیث نقل کی ہیں جو کہ معتبر اصول سے حاصل کردہ احادیث کے مطابق ہیں۔(۱)

پھر مولف کے ممدوح خاص سید اسماعیل نوری نے کفایة الموحدین ج ۲ ص ٦۳۱(۱) میں اس خطبہ کا بیشتر حصہ نقل کیا ہے اور کہیں بھی غلو یا مبالغہ آمیز ہونے کا اظہار نہیں فرمایا۔ نیز ہمیں یقین ہے کہ مولف کا حافظہ اتنا کمزور نہیں ہے کہ وہ سال دو سال کے واقعہ کو جلد فراموش کردیں۔

ماہنامہ المبلغ شمارہ ۸ ج ۷ ماہ ستمبر ۱۹٦۳ کا ص ۲۷ ہمارے سامنے کشادہ ہے علامہ خود اپنے مضمون میں اس خطبہ کے اکثر جملے نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں ''دوسرا خطبہ طارق

---

(۱) عمدۃ الفقہا علامہ مرزا فتاح شہیدی التبریزی نے ھدایت الطالب الی اسرار المکاسب کے مقدمہ میں فرمایا ہے لابد فی اعتبار الخبر وحجّیته من إجتماع أُمور ثلاثة **أحدها** کون الخبر مسنداً صحیحاً أو موثقاً أو حسناً **ثانیها** کونه فی کتاب متیقن الانتساب إلیٰ مصنفه بالتواتر وبطریق معتبر غیر التواتر **ثالثها** کون مصنف ذلك الکتاب ثقة ممیزاً بین صحیح الخبر وسقیمه فلا أقّل من إجتماع الأمرین الاخرین۔ حدیث کے معتبر اور قابل حجت ہونے میں تین باتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اول اینکہ حدیث مسند صحیح یا موثق یا حسن ہو۔ دوم اینکہ ایسی کتاب میں ہو جس کی نسبت مولف کی طرف تواتر یا غیر تواتر سے بطریق معتبر ثابت ہو۔ سوم اینکہ اس کتاب کا مصنف معتبر اور صحیح وغلط حدیث کی تمیز جانتا ہو۔ بہر حال کم از کم آخری دو شرطوں کا پایا جانا تو ضروری ہی ہے اس اصول کے پیش نظر اس خطبہ کا معتبر ہونا بالتصریح ثابت ہے جیسا کہ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے۔

بن شہاب سے مروی ہے جو کہ سند و اعتبار کے لحاظ سے اگر چہ پہلے خطبہ کو نہیں پہنچتا مگر پھر بھی عمدہ خطبہ ہے اس کے بھی چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں'' پھر عبارات اصلیہ کو نقل کر کے ان کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

''اے طارق امام کلمۂ خدا حجت خدا، وجہ اللہ، اللہ کا نور اور حجاب اکبر الٰہی اور آیت خدائی ہوتا ہے۔ اس کیلئے زمین سے آسمان تک نور کا ستون نصب کیا جاتا ہے جس سے لوگوں کے اعمال دیکھتا ہے اور اسے ہیبت و دبدبہ کا لباس زیب تن کرایا جاتا ہے اور یہ دل کا بھید جانتا ہے اور مشرق سے مغرب تک سب اشیاء کو دیکھتا ہے، عالم ملکوت کی کوئی شئی اس پر مخفی نہیں ہوتی اسے پرندوں کی بولی عطا کی جاتی ہے۔ اس کی اطاعت زندگی میں فرض اور مرنے کے بعد ذخیرۂ آخرت ہے۔ مومنین کیلئے عزت گنہگاروں کیلئے شفاعت محبوں کیلئے نجات اور تابعین کیلئے کامیابی ہے۔ کیوں کہ امام ہی رأس الایمان اور کمال ایمان اور معرفت حدود احکام ہے۔ آئمہ اہل بیت علیہم السلام مرکز دائرہ ایمان اور قطب آسیائے وجود اور آسمان سخاوجود اور شرف ہر موجود، آفتاب شرافت کی روشنی اور ماہتاب فضیلت کا نور ہے۔ امام خدا کی مخلوقات پر اس کا نگہبان اور حقائق پر اس کا امین ہے وہ جلال کبریاء کی شعاع اور زمین و آسمان کا شرف ہے۔ آل محمد علیہم السلام کا مقام اس سے کہیں اجل وارفع ہے کہ وصف کرنے والوں کی وہاں تک رسائی ہو یا کائنات میں کسی کا ان پر قیاس کیا جاسکے۔ اے طارق امام ایک فرشتہ بصورت بشری اور جسم سماوی، روح قدسی اور مقام علی (بلند) نور جلی اور سر خفی ہوتا ہے۔ پس وہ ملکی الذات الٰہی الصفات زائد الحسنات اور عالم المغیبات ہوتا ہے یہ سب کچھ خداوند عالم کی تخصیص اور رسول کریمؐ کی تنصیص سے ہوتا ہے آئمہ اہل بیت علیہم السلام باب ایمان اور اس کا کعبہ اور خدا کی حجتیں اور اس کے راستے ہیں۔ پس یہ کواکب عالیہ اور انوار علویہ ہیں جو آفتاب عصمت فاطمہؑ سے آسمان عظمت محمدیہ پر چمکتے ہیں اور یہ اسرار الٰہیہ ہیں جو اجسام بشری میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ یہی وہ پاک و پاکیزہ ذرّیت اور عزت ہاشمیہ ہیں جو ہادیہ مہدیہ ہے یہ بہترین خلائق اور یہی آئمہ طاہرینؑ اور عزت معصومین اور خلفائے راشدین علیہم السلام اور ذریت اکرمین ہیں۔ عرش الٰہی کو اس وقت تک قرار نہ آیا اور نہ قائم ہوا جب تک کہ اس پر کلمہ

طیبہ نہ لکھا گیا۔ لا إله إلّا الله محمّد رسول الله علی ولیّ الله سب نور کی تعریفیں ہیں اس خدا کیلئے جو عالمین کا پالنے والا ہے اور درود و سلام ہو سرکار محمد آل محمد علیہم السلام پر (سابع بحار و صراط وغیرہ) اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے حقیقی امام کی پہچان کیلئے کافی و وافی ہے''

مولانا کے اس مضمون کو بنظر غائر پڑھیے اور اس کے جملوں کا اصول الشریعہ کے موجودہ بیانات سے تطابق کریں۔

سابقہ عقیدہ۔ اس کے لئے زمین سے آسمان تک نور کا ایک ستون نصب کیا جاتا ہے جس سے بندوں کے اعمال دیکھتا ہے۔

اصول الشریعہ ص ۱۸۵ میں ہے ''عمود سے مراد ایک فرشتہ ہے جو لوگوں کے اعمال پیش کرنے پر مؤکل ہے۔''

سابقہ عقیدہ۔ (امام) مشرق سے مغرب تک ہر شئے کو دیکھتا ہے۔ عالم ملکوت کی کوئی شئے اس پر مخفی نہیں ہوتی۔

اصول الشریعہ ص ۱۷۹ میں لکھتے ہیں ''آئمہ طاہرین کا ہر شئے پر ناظر و نگران ہونا بایں معنی کہ عالم کا ہر جز و کل غرضیکہ عالم کا ذرہ ذرہ ہر وقت ہر لحظہ ان کے پیش نظر رہتا ہے اور کبھی نظر شریف سے اوجھل نہیں ہوتا یہ مطلب بھی آیات محکمہ اور روایات معتبرہ سے ثابت نہیں، الخ۔

سابقہ عقیدہ۔ امام ایک فرشتہ ہے بصورت بشری۔ یہ وہ اسرار الٰہیہ ہیں جو اجسام بشری میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

اصول الشریعہ ص ۴۱ سے ص ۵۶ تک ان کو بشر محض بشر حقیقی ثابت کیا گیا ہے۔

مولانا صاحب اپنے سابقہ مضمون کے آخر میں مندرجہ بالا حقائق کے بعد رقمطراز ہیں کہ ''حقیقی امام کی پہچان کیلئے کافی و وافی ہے''۔

ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اگر حقیقی امام کی شان وہی ہے جو ڈھکو صاحب نے اپنے مضمون میں ثابت کی ہے تو اصول الشریعہ میں بیان کردہ شان آخر کس امام کی ہے کیا آئمہ اطہار علیہم السلام کی

حقیقت چند سالوں میں تبدیل ہو چکی ہے؟

باقی رہا مولانا صاحب کا آخری عذر کہ "اطلاع علی الغیب اور ہے عالم الغیب ہونا اور ہے" (اصول ص ۲۰۴)۔

لغوی اعتبار سے اطلاع وعلم میں فرق کرنا علم لغت عربیہ سے تغافل برتنے کا لازمی نتیجہ ہے۔

المنجد ص ٤٧٠ میں موجود ہے إطّلع علىٰ الشئی علمه اطلاع اور علم ہم معنی لفظ ہیں۔

پس ہم مولانا صاحب کے اس جملہ کے پرخچے بخوبی اڑا چکے ہیں۔

"اگر مدعیان اثبات غیب میں جرأت ہے تو کوئی ایک ہی ایسی مستند روایت پیش کر دیں جس میں نبی یا امام علیہما السلام کے عالم الغیب ہونے کا اطلاق ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے قیل وقال ختم ہو جائے"۔

الحمد اللہ ہم بے شمار مستند روایات پیش کر چکے ہیں جن کی وثاقت بھی پیش کر دی گئی ہے۔

نیز امید ہے کہ مولانا صاحب اس سلسلہ میں اب قیل وقال ختم کرنے کا اعلان فرما دیں گے۔

ہمارے دلائل قاطعہ کی تائید مزید میں

علامہ حسین بخش صاحب کا بیان حقیقت ترجمان

علم غیب کے ثبوت میں وارد ہونے والے دلائل ساطعہ وقاطعہ کی تاب نہ لاتے ہوئے مؤلف اصول الشریعہ کے ہم نظریہ جناب حسین بخش صاحب نے اپنی تالیف لمعة الأنوار ص ۲۰۰ سے ۲۰۳ تک میں علم غیب کا وجود ثابت کیا ہے۔

صرف چند مختصر اقتباسات بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

"نبات کے مقابلہ میں حیوان کے پاس علم غیب کا ایک بے پناہ ذخیرہ موجود ہے جس کا روح نباتی تصور تک نہیں کر سکتی، عام انسان کے ذہن کے سامنے ان کا یعنی انبیاء کا علم معلومات غیبیہ کا خزانہ موجود ہے جس طرح حیوان کے مقابلہ میں انسان "عالم الغیب ہے"۔ جہاں فرمایا ہے کہ سوائے میرے اور کوئی غیب نہیں جان سکتا اس سے مراد وہ غیوب ہیں جو شعور نبوتی کی حدود سے بالاتر ہیں اور ذات اقدس الٰہیہ کے شایان شان ہیں اور وہ ہر چیز پر محیط ہے"

علامہ کے ان جمل مبنی بر حقائق سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ علم غیب یا عالم الغیب کا اطلاق نباتات حیوانات اور انسانوں پر بھی ہو سکتا ہے نیز ص ۲۰۲ پر آخر میں اپنی بحث کو یوں ختم کرتے ہیں "دور حاضر میں علم غیب کا مسئلہ خواہ مخواہ "جہال" نے اچھال رکھا ہے ورنہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے، نبی کا علم اس قدر وسیع ہے کہ عام انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا اور خدا کے علم کا اندازہ نبی کے علم کے تصور سے بالاتر ہے کیونکہ خدا کا علم اس کی عین ذات ہے اور اس کی انتہا کو جاننا محالات میں سے ہے پس نبی یا امام کو عالم غیب کہنا اس لحاظ سے کہ خداوند کریم نے ان کو بعض غیب چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے جو اس کی مشیت کا تقاضا ہے، درست ہے۔"

ممکن ہے کہ موصوف کے اس تبصرہ میں قدرے شدت ہو چونکہ علم غیب کے مسئلہ کو اچھالنے والوں کی فہرست میں محمد حسین صاحب کا نام بھی برسر فہرست ہے۔ فاضل مؤلف کی ساری تحقیق اور اس کا وزن پیش کیا جا چکا ہے۔

جی چاہتا ہے کہ منکرین علم غیب کی مزید تسلی کے لئے آنحضرت وحضرات آئمہ طاہرین علیہم السلام کے جلیل القدر اصحاب امجاد کی علمی وسعتوں کی بھی چند نصوص معتبرہ پیش کر دوں تاکہ ان حضرات پر بخوبی واضح ہو جائے کہ اگر نباتات اور حیوانات عالم الغیب ہو سکتے ہیں تو آئمہ معصومین کے اصحاب اجلاء کو اس مزیت سے عاری وعاطل قرار دینا ایک قسم کی حق تلفی شمار ہوگی۔

حضرت سلمان محمدیؓ کا علم غیب

خانوادۂ عترت نبویہ کے اس جلیل القدر عقیدت مند کی عظمت کا اندازہ کیونکر لگایا جا سکتا ہے جس کے متعلق جناب امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان عالی موجود ہے إنّ سلمان باب اللّٰه فی الارض من عرفه كان مؤمنا ومن أنكره كان كافراً وإنّ سلمان منّا أهل بيت (رجال كشی ص ۱۰) سلمان زمین میں اللہ کا دروازہ ہیں جو ان کی معرفت رکھے گا وہ مومن ہوگا جو ان سے انکار کرے گا کافر ہوگا۔ یہ سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں وہ سلمان محمدی جن کی رگ رگ میں جوش معرفت آل محمد علیہم السلام موجزن تھا اور برسر عام اعلان کیا کرتے تھے لوحدّثتكم بكل ما أعلم من فضائل أمير المومنينؑ لقالت

طائفة منکم هو مجنون وقالت أُخری اللّٰهم إرحم قاتل سلمان ۔(احتجاج طبرسی ص ٦٧' مراۃ العقول ج ١ ص ٣٠٠) اگر تم کو فضائل امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق اپنے تمام معلومات سے آگاہ کردوں تو تم میں سے بعض لوگ یہ کہہ دیں گے کہ یہ تو دیوانہ ہے اور بعض یہ کہہ دیں گے کہ اللہ سلمان کے قاتل پر رحم کرے۔

اسی سلمانِ آل محمدؑ کے حق میں علامہ شیخ عباسی قمیؒ متوفی ١٣٥٩ھ اپنی تالیف بیش بہا منتهی الآمال ج ١ ص ١١٠٥ ور مفاتیح الجنان ص ٤٣٩ میں فرماتے ہیں ازروایات مستفاد می شود که آنجناب اسم اعظم می دانست واز محدثین بوده وازبرائے ایمان ده درجه ست و اورا درجه دہم بوده وعالم بغیب ومنایابوده روایات سے مستفادہوتا ہے کہ آنجناب کے پاس اسم اعظم کا علم تھا اور آپ محدثین میں سے تھے(١) اور ایمان کے دس درجات ہیں آپ دسویں درجہ فائز تھے اور موتوں کا علم اور علم غیب آپ کے پاس موجود تھا۔

علامہ قمیؒ کے اس کلامِ حقیقت سے واضح ہوگیا کہ علم غیب اور اطلاع علی الغیب میں کوئی فرق نہیں ہے۔انبیاو آئمہ طاہرین علیہم السلام تو درکنار ایک صحابی کو بھی عالم غیب کہا جاسکتا ہے۔

حیاۃ القلوب ج ٢ ص ٨٠٠ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سلمان معرفت کا ایک سمندر ہیں جو ختم نہیں ہوتا اور علم کا ایک خزانہ ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔حیاۃ القلوب ج ٢ ص ٧٩٦ میں بحوالہ استیعاب مروی ہے کہ سلمان فارسی لقمان حکیم کی مانند ہیں۔

بصائر الدرجات ج ١ باب ٩ میں ہے کہ سلمان خیر من لقمان سلمان لقمان حکیم سے افضل ہیں۔

حیاۃ القلوب ج ٢ ص ٧٧٤ میں ہے کہ سلمان علم کے بحر بے کراں ہیں جن کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا ہے اللہ سلمان کے دوست کو دوست رکھتا ہے اور ان کے دشمن کو دشمن رکھتا ہے۔

---

(١)نفس الرحمان فی فضائل سلمان علامہ نوریؒ باب ٦ اور رجال کشی ص١٣ بحار جلد ٦ ص ٢٩١ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سلمان فارسی محدث تھے اور محدث وہ ہوتا ہے جس کے پاس فرشتہ آئے اور کان میں باتیں کرے اور دکھائی نہ دے مابعد کی احادیث میں مرتبہ تحدیث کی تشریح آرہی ہے۔

بحارالانوار ج ٦ ص ٧٤٩ میں منصور بن بزرج سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام فرمایا کرتے تھے لا تقل سلمان الفارسی ولٰکن قل سلمان المحمدی۔سلمان کو سلمان فارسی مت کہو بلکہ سلمان محمدی کہا کرو۔

بحار الانوار ج ٦ ص ٧٥٥ اور نفس الرحمان باب ٣ ص ٣٧ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

إنّ اللّٰه تعالی أمرنی أن أطلّعه علیٰ علم البلایا والمنا یاوالانساب اللہ تعالی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں سلمان فارسی کو مصائب وآلام اور موتوں اور آنے والے لوگوں کے حسب ونسب کے علم سے آگاہ کردوں۔(حیاۃ القلوب ج ٢ ص ٧٩٩)۔

مرزا حسین نوری نفس الرحمان فی فضائل سلمان ص ٥٠ میں ایک روایت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

یأتی فی باب علمه بالغیب۔ یہ روایت حضرت سلمان کے علم کے غیب کے بیان میں آئے گی۔گویا کہ اس صحابی جلیل کے علم کو علم غیب سے تعبیر کیا ہے۔

نفس الرحمان باب ٦ ص ٦٥ میں جابرؓ سے منقول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لکلّ أُمّة محدّث ومحدّث هذه الأُمّة سلمان فقیل یارسول اللّٰه ما معنی المحدّث قال الذی ینبّئ بماغاب عن الناس مما یحتاجون إلیه فقیل له کیف یارسولؐ اللّٰه قال لأنّه قد علم علمی ماهو فی قلبه من علم ماکان وما هوکائن۔

ہر امت کے لئے ایک محدث ہوتا ہے اس امت کے محدث سلمان فارسی ہیں لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ محدث کیا چیز ہے؟ فرمایا محدث اس کو کہتے ہیں جو کہ لوگوں سے غائب ہونے والی اشیاء کی خبر دے جن اشیاء کی لوگوں کو حاجت ہوتی ہے، پھر لوگوں نے کہا یارسولؐ اللہ وہ کس طرح؟ آپ نے فرمایا چونکہ ان کو میرے علم میں سے کچھ حصہ عطا کیا گیا ان کے دل میں گزشتہ و آیندہ

واقعات وحوادث کاعلم ہے۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا علم غیب

آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر صحابی اور آل محمد علیہم السلام کے شیدائی تھے مسعودی تاریخ مروج الذہب میں لکھتا ہے کہ جب جناب امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت کی گئی تو یہ کوفہ میں علیل تھے لوگوں سے کہا کہ مجھ کو مسجد لے چلو پس آپ منبر پر تشریف لائے لوگوں کو مخاطب کیا۔ **أيّها النّاس بايعو اعلياً فعليكم بتقوى اللّٰه وانصرواعلياً واستعدّوا فواللّٰه إنّه لعلىٰ الحق** ۔الخ۔ اے لوگو آگاہ ہو جاؤ اور علی علیہ السلام کی بیعت کرو۔ میں تم کو تقوی خدا کی نصیحت کرتا ہوں تم ان کی نصرت پر مستعدر ہو خدا کی قسم وہ حق پر ہیں چنانچہ چندروز بعد آپ کا انتقال ہو گیا اور آپ کے دو صاحبزادے سعید اور صفوان آپ کی وصیت کے مطابق جنگ صفین کے دوران حیدر کرار علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہوئے (رضی الله عنهم)

ابوادریس راوی ہے۔

سمعت حذيفة بن اليمان يقول واللّٰه إنّى لأعلم النّاس بكل فتنة كا ئنة فيما بينى وبين الساعة۔

میں نے حذیفہ بن یمان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں قیامت تک ہونے والے فتنوں اور فتنہ پرور لوگوں کو جانتا ہوں۔ (صحيح مسلم كتاب الفتن ۔مسند احمد بن حنبل جلد ٥ ص٣٨٦، تاريخ ابن عساكر دمشقى جلد ٤ ص٩٤،الاصابة فى معرفة الصحابة ص٢١٨ خلا صة التهذيب ص٦٣،التاج الجامع للأصول فى احاديث الرسول جلد٥ ص٣٢٤ طبع مصر، تيسير الاصول ج ٤ ص٢٤١ طبع مصر)۔

حضرت رشید ہجریؓ کاعلم غیب

آپ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے خاص محبّ تھے امام المتقینؑ نے آپ کو فرمایا تھا **أنت معى فى الدنيا والاخرة** (رجال كشى ص ٥٠)۔اے رشید دنیا و آخرت میں تم میرے ساتھ رہو گے۔ تاريخ كوفه ص ٢٩١ ط نجف، بصائر الدرجات ج ٦ باب ١ اور رجال کشی ص ٥١ میں ہے **كان اميرالمومنينؑ يسمّيه رشيد البلايا وكان قد ألقىٰ إليه علم البلايا والمناياوكان إذا ألقىٰ الرجل قال له أنت تموت بميتة كذا وتُقتل أنت يافلان بقتلة فيكون كمايقول رشيد** (٢)۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ان کو رشید البلایا کہا کرتے تھے اور آپ نے ان کو موتوں اور مصیبتوں کا علم دے دیا تھا جب یہ کسی سے ملاقات کرتے تھے تو کہتے تھے اے فلاں تم اس طرح مرو گے اے فلاں تم اس طرح قتل ہو گے پس اسی طرح ہوا کرتا تھا جس طرح کہ رشید فرمایا کرتے تھے۔

بحار الانوار ج ٩ ص ٦٢٨ میں ہے کہ جب آپ کو عبید اللہ بن زیاد کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس ملعون نے آپ کو امیر المومنین علیہ السلام سے بیزار ہونے پر مجبور کیا تو آپ نے سختی سے انکار کرتے ہوئے فرمایا **أخبرنى خليلى صلوات اللّٰه عليه إنّك لتدعونى إلىٰ البراءة منه فلا أتبرء منه فتقدمنى فتقطع يدى ورجلى ولسانى** ۔مجھ کو میرے خلیل صلوات اللہ علیہ نے بتلایا تھا کہ تو مجھ کو ان سے بیزار ہونے پر مجبور کرے گا جب میں بیزار نہ ہوں گا تو تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ دیگا۔ اس نے کہا کہ میں علی علیہ السلام کی پیشین گوئی غلط قرار دوں گا پس اس نے زبان چھوڑ دی اور ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جب آپ کو گھر لایا گیا تو آپ نے بڑی بشاشت سے فرمایا۔ **أتونى بصحيفة ودواة أذكر لكم ما يكون ممّا علمنّيه مولاى أمير المومنينؑ فأتوه بصحيفة ودواة فجعل يذكر ويملى عليهم أخبار الملا حم والكائنات ويسندهما إلىٰ أميرالمؤمنينؑ** ۔

قلم دوات اور کتاب لاؤ تا کہ میں تم کو مولاؑ کا بتلایا ہوا علم لکھوادوں چنانچہ وہ کاغذ قلم دوات لائے

تو آپ نے جب امیر علیہ السلام کی سند سے واقعاتِ آئندہ اور حوادث لکھوانا شروع کر دیئے جب ابن زیاد کو معلوم ہوا تو اس نے آدمی بھیج کر آپ کی زبان کٹوادی۔ (رجال کشی ص ۵۱، تاریخ کوفة ص ۲۹۳، الانوار علویة ص ۳۳۳، مدینة المعاجز ص ۱۲۱، النصائح الکافیة ص ۱۷۶، بن عقیل علوی شرح ابن أبی حدید جلد ۱ ص ۲۱۱)۔

حضرت قنبرؓ کا علم غیب

بحارالانوار میں مرقوم ہے کہ جب آپ کو گرفتار کر کے حجاج بن یوسف لعنۃ اللہ علیہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا أخبر نی أمیر المومنینؑ أن میتتی یکون ذبحاً وظلماً بغیر الحق۔ مجھ کو امیر المومنین علیہ السلام نے بتلا دیا تھا کہ میری موت ناحق اور ظالمانہ طور پر ذبح کیساتھ ہوگی پس اس ملعون نے آپ کو ذبح کرادیا۔ (کشف الغمہ ص ۸۱، ارشاد ص ۱۵۴)۔

حضرت میثم تمارؓ کا علم غیب

شرح ابن أبی الحدید ج ۱ ص ۲۱۰ و بحارالانوار جلد۹ ص ۶۲۹ تاریخ کوفہ ۲۹۰ رجال کشی ص ۵۶ و کشف الغمة ص ۸۱ منتهیٰ المقال ص ۳۱۵ الانوار العلویة فی الاسرار المرتضویة ص ۳۳۲ میں مرقوم ہے۔

جب آپ کو گرفتار کر کے ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام سے بیزار ہونے پر مجبور کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں بیزار نہ ہوا تو کیا ہوگا اس نے کہا کہ خدا کی قسم قتل کردوں گا آپ نے فرمایا۔ أما لقد کان یقول لی إنّك ستقتلنی علیٰ باب عمرو بن حریث فإذا کان الیوم الرابع إبتدء منخرای دماً۔

کہ تو مجھ کو قتل کرے گا اور عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے پر سولی دے گا اور چار دن بعد میرے نتھنوں سے خون بہہ پڑے گا۔

اس ملعون نے جب آپ کو سولی دی تو سولی پر آپ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ سلونی

قبل أن أُقتل فواللّٰه أخبر تکم بعلم ما تکون إلیٰ أن تقوم الساعة من الفتن

مجھ سے پوچھو لو تم قبل اس کے کہ مجھ کو قتل کر دیا جائے خدا کی قسم میں تم کو قیامت تک ہونے والے فتنے بتلانے کیلئے تیار ہوں۔ ابن زیاد نے یہ ماجرا دیکھا تو حکم دیا کہ اس کے منہ پر لگام لگادی جائے۔

علامہ نقدیؒ فرماتے ہیں۔

کان أوّل خلق اللّٰه أُلجم فی الاسلام۔ اسلام کے اندر آپ پہلے شخص تھے جن کے منہ پر لگام لگائی گئی۔ (انوار علویہ ص ۳۳۲، علامہ تنکابنی طوالع الانوار ص ۲۰۹ میں اس واقعہ کو تحریر فرما کر فرماتے ہیں۔

علم من هذاالحدیث أنّه أعطاه اللّٰه علم الغیب وعلم البلایا والمنایا۔ اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ اللہ نے اس صحابی جلیل کو علم غیب اور علم اموات ومصائب عطاء فرمادیا تھا۔

عقلمند کے لئے اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے

درخانہ اگر کس است — یك آواز بس است

علم الغیب تو آل محمد علیہم السلام کے ادنیٰ غلاموں کو بھی حاصل تھا مگر آہ قسمتِ آل محمد علیہم السلام آج کل کے شیعوں میں سے دعویداران علم وفضل آل محمد علیہم السلام سے علم الغیب کی نفی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

فلا وربك مافازوا وما ظفروا

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

بعض اہل علم کا یہ خیال ہے کہ ''جس کا علم غیب مستفاد ہو اس کو علم غیب نہ کہنا چاہیے بلکہ اطلاع علی الغیب کہنا چاہیے''۔ یہ خیال بھی درست نہیں ہے چونکہ ظاہری الفاظ اور باطنی معانی میں بڑا فرق ہوتا ہے قرآن مجید میں اللہ نے کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ رؤوف، رحیم یہ خدا کے اسماء میں سے ہے اور یہ لفظ متعدد بار اللہ کے لئے وارد ہوا ہے مگر پارہ ۱۱ رکوع ۵ میں اللہ تعالی نے سرور کائنات کے لئے فرمادیا کہ و بالمومنین رؤوف رحیم۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومنین کے لئے رؤوف رحیم ہیں تو کیا یہاں سرور کائنات کو رؤوف رحیم کہنا شرک قرار پایا؟۔ سمیع بصیر کئی مقام پر اللہ تعالی ہی کے لئے آیا ہے مگر پــــارہ ۲۹ رکــوع ۱۹ میں اللہ تعالی کا انسان کے متعلق ارشاد ہے ﴿وجعلـنـاه سميعاً بصيرا﴾۔ کیا انسان اس صفت میں خدا کا شریک قرار پایا۔ مالكم كيف تحكمون ۔

''ربّ'' اللہ تعالی کے اسماء خاصہ میں ہے لیکن متعدد مقامات میں آئمہ اطہارؑ کے لئے آیا ہے نیز سورہ یوسف میں آتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اپنے ساتھی سے کہا ﴿ أذكـر نـى عند ربّك ﴾ اپنے آقا کے پاس میرا ذکر کرنا۔ (پارہ ۱۲ ع ۱۵)۔

آئمہ اطہار علیہم السلام کے لئے
لفظ ربّ کا استعمال

﴿وأمّـا مـن ظـلـم فسـوف نـعـذ بّه ثـمّ يـرد إلـىٰ ربّه فيعذ بّه عذاباً نكرا ﴾ (پـارہ ۱۶ ع ۲) جو نافرمانی کریگا ہم عنقریب اس کو عذاب دیں گے اور پھر وہ اپنے رب کی طرف پلٹا جائے گا اور وہ اس کو انوکھا عذاب دے گا۔

بحارالانوار ج ۷ ص ۱۴۵ اور مراۃ لانوار ص ۴۱ میں ہے يـردّ إلىٰ أميرالمؤمنينؑ یعنی امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف پلٹایا جائے گا۔

114

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں۔

الـمـراد بـالـربّ أميـرالمؤمنينؑ لأنّه الذى جعله اللّٰه لتربية الخلق فى العلم والـكـمـالات رب سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں چونکہ اللہ نے ان کو علم وکمالات میں مخلوق کی تربیت کے لئے مقرر فرمایا ہے ﴿وسـقـاهـم ربّهم شراباً طهورا﴾ (پارہ ۲۹ ع ۱۹) یعنی ان کو ان کا رب شراب طہور سے سیراب کریگا۔

مراۃ الانوار ص ۴۱ پر مرزا ابوالحسن شریف لکھتے ہیں

أى سيّد هـم أميرالمؤمنينؑ رب سے مراد ان کے سردار امیر المومنین علیہ السلام ہیں ﴿اشـرقت الأرض بنورربّها﴾ پارہ ۲۴ رکوع ۴۔ اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی۔

مراۃ الانوار ص ۴۱ اور تفسیر قمی ص ۵۸۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

زمین کا رب زمین کا امام ہے۔ ﴿ربّ الـمـشـرقيـن والـربّ المغربين﴾ پارہ ۲۷ رکوع ۱۱۔ وہ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا ربّ ہے۔

تفسیر مراۃ الانوار ص ۱۳۵ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے رب سے مراد اوصیاء ہیں۔

ص ۴۱ پر جناب امیر المومنین علیہ السلام کا قول منقول ہے۔

أنـــاربّ الارض الـــذى يسـكـن إليـــه میں زمین کا رب ہوں جس سے سکون حاصل کیا جاتا ہے۔ (اربعین مجلسی ص ۱۲۶)

لیجیے تو ان حضرات کی نظر میں ہمارے امام بھی معاذ اللہ غالی قرار پائے۔

اگر مخصوص معانی میں آئمہ اطہار علیہم السلام کو ربّ کہا جاسکتا ہے تو مخصوص معانی میں عالم الغیب کہنا کیوں واضح البطلان ہے؟۔ ظاہر ہے خدا کا علم غیب اصلی اور بلاکم وکیف ہے اور آئمہ اطہارؑ کا محدد وموہوب ہے۔

جیسا کہ حجۃ الاسلام سرکار امینی نے فرمایا ہے۔

فالعلم بالغيب علىٰ وجه التأصل والاطلاق من دون قيد بكم وكيف كالعلم

بالشهادة يختصان بذاته لامطلق العلم بالغيب والشهادة (الغدير ج ٧ ص ٥٧) پس علم غیب وشہادت کم وکیف کی قید کے بغیر تاصلاً ومطلقاً خدا کے ساتھ مخصوص ہے نہ صرف علم غیب وشہادت۔

مسئلہ علم غیب اور علماء شیعہ

۱۔شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۱ھ الارشاد ص ١٥٦ ط ایران **میں امیرالمومنین علیہ السلام کے ایک معجزہ کو ذکر** کرنے کے بعد فرماتے ہیں وكان ذلك من علم الغيب ۔امامؑ کا قبل از وقت واقعہ کی خبر دینا آپ کے علم غیب میں سے تھا۔(وکذاقال فی ص ١٦١ علم الغیوب)

۲۔علامہ حسین بن عبدالصمد عاملی متوفی ۹۸۴ھ۔

امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں ومولى الأنام بنصّ الغدير مجلىّ الكروب عليم الغيوب نقى الجيوب بقول الخبير۔(الغدیر ج ١١ ص ١٢٧) آپ نص غدیر کی وجہ سے مخلوقات کے مولا ہیں مشکلات ٹالنے والے ہیں اور علیم الغیوب ہیں اور اللہ کے فرمان کے مطابق پاک دامن ہیں۔

۳۔علامہ مجلسیؒ بحار ج ٩ ص ٥٧٢ **میں جنگ صفین کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے اور راستہ** میں ایک کنواں کھودنا اور راہب کا اسلام لانا نقل کرتے ہیں في هذا الخبر ضروب من المعجزة أحدها علم الغيب اس واقعہ سے چند قسم کے معجزات ہیں ان میں سے ایک امیرالمومنین علیہ السلام کا عالم الغیب ہونا بھی ہے۔(کذافی الدمعة الساكبة ج ١ ص ١١٩ عن البحار)

۴۔علامہ مرزا حسین نوری نے نفس الرحمن باب ٥ **میں جناب سلمان فارسی کے علم کو علم غیب** سے تعبیر کیا ہے۔

۵۔علامہ سید محمد مہدی الحسینی طوالع الانوار ص ١١٥ میں فرماتے ہیں۔ ثمّ ان القول بالغيب لايوجب الغلو ولا يوجب كونهم إلهاً لما علم صراحة علمهم بالغيب إمّا التوفيق بين هذه الأخبار الدّالة علىٰ علمهم بالغيب و بين قوله

تعالىٰ لا يعلم الغيب إلّا هوماذكرناه مراراً أنّ عدم العلم لهم به و إنّماهو بدون تعليم من اللّٰه وإنّ علمهم به بتعليم منه ومن رسوله فلا منافات۔ (ص ٢٥٩) پھر یہ جاننا چاہئے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام کو عالم الغیب کہنا غلو کا موجب نہیں ہے اور اس سے یہ ثابت نہیں کہ وہ خدا ہیں چونکہ ان کا علم غیب صراحتاً معلوم ہو چکا ہے باقی ان احادیث اور آیہ مبارکہ میں موافقت قائم کرنے کے متعلق ہم کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں کہ ان کے عالم الغیب نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعلیم من اللہ کے بغیر عالم غیب نہیں اور ان کا علم غیب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حاصل ہے جن سے کوئی منافات نہیں ہوتی۔

۶۔علامہ شیخ عباس قمی نے مفاتیح الجنان ص ٤٣٩ اور منتهیٰ الآمال ج ١ ص ١٠٥ میں جناب سلمان فارسی کو عالم بالغیب فرمایا ہے۔

۷۔علامہ عبدالرزاق المقرم النجفی نے اپنی تالیف جلیل مقتل الحسین ص ٢٢ تا ٢٤ **میں آئمہ** اطہار علیہم السلام کا علم غیب ثابت کیا ہے۔ جن کی عبارت کو ہم نقل کر آئے ہیں۔

۸۔علامہ سید محمد سلطان الواعظین شیرازی جن کی تقریرات ومناظرات نے پشاور کے کئی سنی علماء کو مذہب حقہ کی طرف راغب کیا آپ کے ان مناظرات کی مفصل کیفیت خورشید خاور ترجمہ شبہائے پشاور کے نام سے مکتبہ اصلاح کھجوہ اور مکتبہ الحمد انی سرگودھا سے شائع ہو چکی ہے آپ خورشید خاور ج ٢ ص ٦٧٦ میں فرماتے ہیں ''علم غیب امور عالم کے باطنی حالات سے واقفیت کو کہتے ہیں جس کے عالم الغیوب یعنی اللہ تعالیٰ کے افاضات سے انبیاء واوصیاء علیہم السلام تھے البتہ ہر ایک کو غیبی امور پر ایک حد تک آگاہی ملی جوان کے مناسب تھی'' نیز ص ٦٨١' ٦٨٣' ٦٩٠ تک مختلف عنوانات میں فرمایا ہے کہ انبیاء واوصیاء عالم غیب تھے علی علیہ السلام عالم الغیب تھے۔

۹۔فخر العلماء المحققین علامہ سید سبط حسن ہنسوی سابق عضو كلية منتدى النشر (كلية الفقة) نجف اشرف وادارۂ تحقیقات اسلامیة طهران منهاج نهج البلاغه ص ١٧٩ ط کهجوه میں فرماتے ہیں۔صحاح اہل سنت میں بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں جن سے رسولؐ اللہ کا عالم الغیب ہونا اور قیامت تک ہونے والے واقعات بیان کرنا ثابت ہے (إلى أن قال) حذیفہ بن

یمان کہتے ہیں واللّٰہ إنیّ لأعلم الناس بکلّ فتنة ھی کائنة فیما بینی وبین القیامة ۔ جب حذیفہ رسول اللہ کے بتائے ہوئے امورِ غیب پر مطلع ہیں تو امیر المومنین علی علیہ السلام کے عالم غیب ہونے میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے علی علیہ السلام وہ ہیں جن کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے علوم کا محافظ قرار دیا ہے۔

۱۰۔ فخر العلماء الزاہدین مولانا عبدالعلی الساقیؒ متوفی ۱۸ شوال ۱۳۸۳ھ۔

آپ نے علم غیب کے مسئلے پر تین جلدوں میں ایک مبسوط کتاب تالیف فرمائی ہے جو اپنے موضوع میں ایک نادر ترین پیش کش ہے اگر معبود حقیقی کی توفیق شامل حال ہوگی تو انشاء اللہ اس جلیل القدر تالیف منیف کو منصۂ شہود پر لایا جائے گا۔

۱۱۔ فخر المحققین علامہ عبدالحسین امینی۔

آپ نے اپنی تالیف الغدیر ج ٥ ص ٥٢ میں ۷ اوراق پر مشتمل طویل بحث میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کا عالم غیب ہونا ثابت کیا ہے نیز ج ۷ ص ۷۰ میں فرماتے ہیں من الذین إستأسرھم الھویٰ وتدّھور بھم الجھل إلیٰ ھوّة التیه والضلّال عدواً من الغلو الفاحش القول بعلم الغیب فیھم۔ جن لوگوں کو خواہشات نفسانی نے اپنا اسیر بنالیا ہے اور جہالت نے ان کو گمراہی کے عمیق گڑھے میں دھکیل دیا ہے ان کا قول ہے کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے علم غیب کا عقیدہ رکھنا غلو فاحش ہے۔

ہمارے ان پیش کردہ حقائق قاہرہ کی روشنی میں فاضل مؤلف اصول الشریعہ کا ص ۲۳۳ پر پیش کردہ الزام نافرجام بھی باطل وعاطل قرار پایا کہ ”علم غیب کی بحث اور آئمہ طاہرینؑ کو بتعلیم اللہ عالم الغیب کہنا شیخیہ کا طبع زاد نظریہ ہے“ اگر اس مفروضہ فارغہ کو تسلیم کرلیں تو ماننا پڑے گا کہ آئمہ اطہار علیہم السلام اور تیرہ سو سال کے علماء شیعہ سب شیخیہ تھے۔

وان ھذا الاختلاق وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین

باب پنجم

مسئلہ استمداد از نبی اکرمؐ وآئمہ امجاد علیہم السلام

پروردگار عالم کا ارشاد ہے ﴿أمن یجیب المضطر إذا دعاه ویکشف السوء﴾ (پ ۲۰ ع ۱) کون ہے جو کہ مضطر اور مجبور کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی تکلیف کو رفع کرتا ہے۔ اھل ایمان پر یہ حقیقت منکشف ہے کہ کائنات عالم کا مدبّر کل وہی معبود حقیقی ہے جس نے ہر شئے کو اپنے ارادہ و مشیت سے خلق کیا اس کے جملہ اختیارات میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے مگر اس کی مشیت کا تقاضا یہی ہے کہ اس نے کائنات عالم کے ہر امر کو اسباب و علل کو بیڑیوں سے جکڑ دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حدیث صحیح موجود ہے کہ حضرات معصومین علیہم السلام نے فرمایا إنّ اللّٰہ ان یجری الاشیاء إلّا بالاسباب۔(بحار ج ۱ ص ۳۱٦' بصائر الدرجات ج ۱ باب ۳ ص ٦ و ص ۵۰۵ ط تبریز' مختصر البصائر ص ۵۷) اللہ نے یہی چاہا کہ تمام اشیاء کو اسباب ہی کے ذریعے سے جاری کرے۔ اس میں کیا قباحت ہے کہ یہ ذوات مقدسہؑ ہماری حاجات کو بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت سے سرفراز فرمادیں اور اس معبود حقیقی کی مشیت کے مطابق بنفس نفیس بحسب مصلحت ہماری فریادرسی کو پہنچیں۔ ہر مومن اثنا عشری اسی معنی میں ان ذوات مقدسہ سے مدد مانگتا ہے۔

استعانت کی اس قسم کا جواز خود اصول الشریعہ ص ۱٤۸ میں تفسیر بلاغی سے منقول ہے الاوّل ھو الاستغاثة بالوسائل المجعولة من اللّٰه لنیل المقصود ھی ومافیھا من التسبیب من جعل اللّٰه وخلقه ۔ پہلی قسم استعانت کی بصورت جواز یہ ہے کہ خدا کے مقرر کردہ اور خلق کردہ وسائل اور اسباب سے حاصل کی جائے جو مقصد براری کے لئے مقرر ہیں۔

چنانچہ معتبر طرق و اسانید سے یہ مروی ہے کہ بندوں کی راہنمائی کے لئے اللہ نے ایک جن کو بھی مقرر کیا ہے جو کہ ہر بھولے بھٹکے کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

احمد بن خالد برقی متوفی ۲۷٤ھ۔(۱)

آپ بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ معصومؑ نے فرمایا إذا ضلّلت فی الطریق فناد یاأبا صالح یاأبا صالح إرشدونا إلیٰ الطریق رحمکم اللّٰه جب تم کبھی راستہ بھول جاؤ تو یہ پکارو اے ابو صالح اے ابو صالح خدا تم پر رحم کرے ہمیں راستہ بتلاؤ۔

عبد اللہ بن حسین زرندیؒ۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم راہ بھول گئے تو ہمارا ایک آدمی ایک جانب کو چلا گیا اور بآواز بلند یہی الفاظ کہے تو غائبانہ طور پر آواز آئی الطریق یمینة راستہ تمہاری داہنی جانب ہے۔(بحار الانوار ج ۱٦ ص ٦٤ ط کمپانی)

نیز کتاب المحاسن میں عمر بن یزید سے مروی ہے۔(۲) ضللناسنة من السنین ونحن فی طریق مکة فأقمنا ثلٰثه أیّام نطلب الطریق فلم نجده فلمّا ان کان فی الیوم الثالث وقد نفدماکان عندنا من الماء عمد نا إلیٰ ماکان معنا من ثیاب الاحرام و من الحنوط فحنطنا وتکفنّا بإزاء إحرامنا فقام رجل من أصحابنا ونادیٰ یاصالح یاأباالحسین فأجابه مجیب من بعید فقلنا من أنت یرحمك اللّٰه فقال أنامرشد الضّالة إلیٰ الطریق (اخذنا بقدر الحاجة) ایک سال ہم راستہ بھول گئے جب کہ ہم مکہ جارہے تھے ہم تین دن تک راستہ تلاش کرتے رہے

---

(۱) احمد بن محمد بن خالد البرقیؒ امام رضا علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی ہیں، الکنی والالقاب جلد ۲ ص ٦۹، منتھی المقال ص ۲۷۲ اور سفینة البحار ج ۱ ص ۷۲ میں ان کے حالات موجود ہیں۔ آپ کی کتاب المحاسن احادیث الشیعہ کی کتب و مجامع میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ نیز علامہ مجلسیؒ نے اس کو اصل معتبر سے تعبیر فرمایا ہے (مقدمہ بحار) آپ کی وفات ۲۷٤ھ میں ہوئی ہے۔

(۲) عمر بن یزید بیاع سابری کوفی امام جعفر صادق اور امام موسی کاظم علیہما السلام کے جلیل القدر صحابی ہیں تفسیر برھان ص ۱۸۰ و سفینته البحار جلد ۲ ص ۲۷۳ میں ہے کہ معصوم نے ان سے فرمایا۔ یابن یزید أنت واللّٰه منّا أھل البیت۔ اے ابن یزید تم بخدا تم ہم اہل بیت میں سے ہو۔ کذافی الرجال الکشی ص ۲۱۲ و بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۰۷ طبع کمپانی۔ علامہ مجلسیؒ حلیته المتقین ص ۳۵۹ میں فرماتے ہیں از ثقات اصحاب آئمہؑ ست یعنی آئمہ اطہارؑ کے ثقہ اصحاب میں سے ہے۔

مگر کامیاب نہ ہوسکے تیسرے روز ہمارا پانی ختم ہوگیا تو ہم نے احرام کے کپڑے پہنے اور کافور کیساتھ حنوط کیا اور کفن پہن لیا چونکہ ہم زندگی سے مایوس ہو گئے تھے پس ہمارا ایک ساتھی کھڑا ہوگیا اور بآواز بلند کیا اے صالح اے ابوالحسین چنانچہ دور سے آواز سنائی دی ہم نے کہا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو اس نے کہا کہ میں بھولے بھٹکوں کو سیدھا راہ دکھانے والا ہوں۔ (کذافی بحار ج ۱۵ ص ۴۶، حلیة المتقین ص ۳۵۹)

نیز حلیة المتقین ص ۳۵۹ اور لئالی الاخبار ج ۱ ص ۱۰۹ **میں ہے** از حضرت امیر المومنینؑ منقول ست که ہر که درسفرراه گم کند فریاد کند یاصالح اغثنی بدرستیکه از بردران مومن شما از جنیاں شخص ست که صالح نام دارد واز برائے خدا در شہرہامیگردد وچوں صدا شما رامی شنود جواب می گوید وراه نمائی می کند۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر سفر میں راستہ بھول جاؤ تو یاصالح اغثنی کہہ کر فریاد کرو چونکہ تمہارا ایک جن مومن بھائی ہے جو برائے خدا شہروں میں پھرتا ہے اور جب تمہاری آواز سنتا ہے تو جواب دیتا ہے اور تمہیں سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں واضح ہوگیا کہ ایک جن اللہ کی عطاء کردہ قوت کے ذریعے ہر فریادی کی فریاد سن لیتا ہے اور مدد کرسکتا ہے تو امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کا اور آئمہ باقی اطہار علیہم السلام کا مدد کو پہنچنا اور اپنے شیعوں کی فریاد رسی کرنا کیونکر لاحقیقت سمجھا جاسکتا ہے کہ کیا آئمہ اطہار علیہم السلام کی قوتِ قدسیہ ایک جن کی قوت سے کم ہوسکتی ہے؟۔

خاتم المحدثین والمتکلمین حضرت علامہ مرزا حسین نوری متوفی ۱۳۲۰ھ۔ آپ متاخرین علماء شیعہ میں ایک بلند ترین عظمت کے مالک ہیں اپنی تالیف النجم الثاقب ص ۴۲۱ ط قم میں فرماتے ہیں "ایں مطلب معہود بودمیان شیعہ وازگم شدن راہ چارہ ہرکار فہمیدند که درآں حال امام ولی خودبایں نام خواندند وجائز ست که سائر آئمة علیہم السلام درتمام ایں منقبت یا بعض ازاں شریک باشند

پس معلوم شدکه راہنمائے در بیابان ورستگیرِگم شدگان اباصالح ہماں امام غوث اعظم ولی عصر صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ست" یہ مطلب شیعان حیدر کرار میں معروف ومشہور ہے کہ جب وہ راستہ بھول جائیں (یا کسی دوسری مشکل میں پھنس جائیں) تو ہر کام کا چارہ وحیلہ یہی سمجھتے ہیں کہ اپنے ولی وامام کو مدد کے لئے پکاریں اور یہ جائز ہے کہ باقی آئمہ اطہار علیہم السلام یا بعض اس منقبت میں شریک ہوں۔

پس معلوم ہوگیا کہ بیابان کے اندر راہنمائی کرنے والا اور بھولے بھٹکوں کا غوث اعظم، ابوصالح وہی امام العصر ہے ان پر اللہ کے درود وسلام ہوں۔

امام زمانہؑ ہر قسم کی مصیبت کو ٹالنے پر قادر ہیں اور فریاد رسی فرماتے ہیں

ثقة الاسلام علامہ مرزا حسین نوریؒ النجم الثاقب ص ۴۵۰ میں اور علامہ جلیل شیخ عباس قمیؒ منتہی الامال ج ۲ ص ۵۵۳ میں فرماتے ہیں ہشتم از تکالیف عامه رعایائے حضرت صاحب الامر استمداد واستعانت واستکفاء واستغاثة بآنجناب ست درہنگام شدائد واہوال وبلایا وامراض واو آوردن شبہات وفتنه ازاطراف وجوانب واقارب واجانب وندیدن راه چاره وطریق افتادن درتنگنائی مضیق وخواستن از جنابش حل شبه ورفع کربه و دفع بلیه وسدّخله ونشان دادن راه بمقصود بآن نحویکه خود صلاح داند وتواند بآں متوسل و مستغیث برساند حسب قدرت الہیه و علوم ربّانیه راکه ولرائے ست و برحال ہرکس در ہر جا داناوبر اجابت مسئولش توانا وفیض عام واز نظر درامور رعایا خود غفلت نکرده ونمی کند وخود آنجناب در توقیعی که برائے شیخ مفیدؒ فرستادند مرقوم ست که فرمودند علم ما محیط ست بخبر ہائی شماوغائب نمی

شودازعلم ماہیچ چیز ازخبار شماومعرفت ببلائیکه به شمامی رسد۔
امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی رعایا کی تکالیف عامہ میں سے آٹھویں تکلیف یہ ہے کہ وہ مصائب وآلام احوال وامراض کے وقت جملہ اطراف وجوانب واقارب واجانب کی طرف سے لاحق ہونے والے شبہات وفتن میں اور تنگی وتکلیف کی راہ میں گر پڑنے کے وقت امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف سے مدد واستعانت وکفایت طلب کریں اور آنحضرتؑ سے درخواست کریں کہ وہ شبہات کو حل کریں اور مصائب کو ٹالیں اور تنگ دستی کا سد باب فرمائیں اور جس طرح بہتر سمجھیں راہ مقصود کی طرف رہنمائی فرمادیں اور اللہ کی عطاء کردہ طاقت کے مطابق اور علوم لدنیہ کے موافق جتنا ہو سکے مستغیث ومتوسل کو سرفراز فرمادیں چونکہ آنجنابؑ ہر جگہ اور ہر وقت ہر شخص کے حالات سے واقف ہیں اور اس کے سوال کو پورا کرنے پر قادر ہیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امور رعایہ سے غافل نہیں ہیں اور نہ ہوں گے جیسا کہ خود آنحضرتؑ نے شیخ مفید کی طرف ارسال کردہ توقیع میں فرمایا ہے کہ ہمارا علم تمہاری خبروں کو گھیرے ہوئے ہے اور ہمارے علم سے تمہاری کوئی خبر اور تم کو پہنچنے والی کسی مصیبت کا حال غائب نہیں ہے۔

نیز علامہ شیخ عباس قمیؒ منتهی الآمال ج ۲ ص ۵۵۵ **فرماتے ہیں۔**

امام قادر بر کشف بلایا عالم بأسرار وقضایا۔ امام مصائب رفع کرنے پر قادر ہیں اور پوشیدہ باتوں اور رازوں کو جاننے والے ہیں۔

مصائب و آلام میں بندوں کی فریاد رسی فرمانا امامؑ کا منصب الٰہی ہے

علامہ مرزا حسین نوری فرماتے ہیں۔(النجم الثاقب ص ۴۲۰) تکلیف مضطرّ ودرمانده و بیچاره ودرمانده استغاثه بآنجناب ست اغاثه و فریادرسی درماندگاں از مناصب الٰہیة آنجناب خواہد بودواگربجہت کثرت إضطراب متمکن نه شود درمانده و مضطرازاستغاثه بآنجناب

بزبان مقال ودعائے ماثور کفایت می کند اورابرائے قابلیت استغاثه آنجناب سوال بلسان حال واستعداد داشتن مقام تولّا واقراربولایت وامامت وانحصار دانستن مرّبی وساطت فیض الہٰی درآں وجود مقدس درظلماتیه غیبت پس معلوم شد که درماندگان رادرحکایات سابقه خصوصاً درسفرطاعت جوں حج وزیارت بودند جز غوث زمان کسی نجات نه داده واز جمله شواہد برایں مطلب آنکه از القاب خاصه آنحضرتؑ ست غوث که درزیارات معتبره واردشده ومعنی آں فریادرس ست وحقیقت معنی ایں لقب الہٰی که مجرّد اسم نیست محقّق نه شود تاآنکه حضرت صاحب آں دارائے قوت سامعه باشد که ہرکس ودرہرجا بہرلسان در مقام استغاثه برآید بشنود بلکه دارائے علمی که بحالات درماندگان احاطه کرده باشد که بے استغاثه وتوسل ازحالش آگاه باشد چنانکه درفرمانیکه برائے شیخ مفیدؒ نوشتند بایں مقام تصریح فرمودند ودارائے قدرت توانا باشدکه اگر صلاح دانست درمانده مستغیث بلسان حال یامقال رانجات دہدواز گرداب بلا واآورد وایں مقام شائستگی نه دارد جز کسی که دارائے مقام امامت و پادربساط ولایت گزارده باشد ونیزمؤید ایں مقال ست آنچه درمیان جمیع عربہا وحضر واہل بادیه اشتہاردارد ازتعبیرکردن ازآں ذات مقدس با بوصالح و در توّسلات واستعانات وند بہا وشکایتہا جزایں اسم آں حضرتؑ رانه.
خوانند(ایجازالمقال اینکه) مجبور ومضطر اور بیچارہ درماندہ کی تکلیف شرعی یہ ہے کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف سے استغاثہ کرے چونکہ درماندگان کی فریاد رسی کرنا آنحضرت کے مناصب الٰہیہ میں داخل ہے اور اگر اضطراب کی شدت سے مجبور ومضطر انسان زبان مقال

یادعائے ماثورہ کے ساتھ استغاثہ کرنے سے قاصر ہوتو اس کو چاہیے کہ زبان حال سے استغاثہ کرے اور آنحضرتؑ کی ولایت ومقام تولی کی استعداد رکھتا ہواور غیبت کی گمراہی کی ظلمات میں فقط حضور ہی کو مربّی اور فیض الٰہی کا واسطہ جانے۔

پس معلوم ہوگیا کہ جن حکایات کو ہم نے لکھا ہے ان کے اندر درماندہ ومجبور حضرات کوخصوصا سفر طاعت بمثل حج وزیارات میں نجات دینے والے امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے سوا کوئی نہ تھا۔اس دعویٰ کے شواہد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرتؑ کے القاب خاصّہ میں سے ایک لقب غوث بھی ہے جیسا کہ زیارات معتبرہ میں وارد ہوا ہے جس کے ''معنی فریادرس'' کے ہیں اور اللہ کے عطاء کردہ اس لقب کا مفہوم اس وقت تک ثابت نہ ہوسکے گا جب تک کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کو تمام خلائق کی فریاد سننے کے لئے قوت سامعہ حاصل نہ ہوتا کہ ہر جگہ ہر زبان میں استغاثہ کرنے والے کی سن سکیں بلکہ تمام درماندگان کے حالات کا احاطہ علمی بھی رکھتے ہوں کہ اس کے استغاثہ وتوسل کے بغیر بھی اس کے حالات کو بخوبی جانتے ہوں ۔جیسا کہ آپ نے شیخ مفیدؒ کی طرف ارسال کردہ توقیع میں اس کی تصریح بھی فرمائی ہے نیز یہ بھی ضروری ہے کہ قادر اور توانا بھی ہوں کہ بحسب مصلحت زبان حال یا مقال کیساتھ استغاثہ کرنے والے کونجات دے سکیں اور گرداب مصیبت سے بچالیں اور اس منصب کی لیاقت سوائے اس ہستی کے کوئی نہیں رکھ سکتا جو کہ مقام امامت کا مالک ہواور بساط ولایت پر گامزن ہو اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تمام عرب کے شہروں اور دیہاتوں میں اس ذات اقدس کو ابوصالح کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور توسّلات واستغاثات شکایات ومصائب میں آنحضرتؑ ہی کو اسی لقب سے پکارا جاتا ہے۔نیز آپ نے اس نظریہ کا اظہار ص ۳۱ ص ۴۱۸ میں بھی فرمایا ہے اور جنۃ الماویٰ کے آخر میں بھی فرمایا ہے۔

معصومین علیہم السلام سے

طلب استعانت کا جواز احادیث کی روشنی میں

جیسا کہ علامہ عابد حسین انصاری رسالہ یا علیؑ مدد ص ۱۰ ط دھلی ۱۹۱۸ء میں فرماتے ہیں کہ ''ان کو (بوقت مصیبت) پکارنا بدرجہ اولی جائز اور درست ہے ان میں خدا کے فضل وکرم اور اس کے حکم سے تمام مخلوق سے بدرجہا لیاقت اور قابلیت زیادہ ہے اور بہت کچھ قدرت اور طاقت ہے اور بعد مردن بھی وہ حضرات مظہر عجائب ہیں بڑے بڑے کام ان کی ارواح طیبہ سے ظہور میں آئے اور آتے ہیں اور ہمیشہ ایسے کاموں میں اپنے خادموں کی خبر لیتے ہیں اور اعانت فرماتے ہیں اور اسکے انکار سے صدہا روایات ومعجزات کا انکار لازم آتا ہے اور احادیث کا وثوق جاتا ہے نہ اس میں کوئی شرک ہے نہ غلو بلکہ انصاف سے دیکھئے تو ان کی شان مکان کے فی الجملہ منافی ہے اور ہم خادموں کی گستاخی ہے کہ بات بات میں ان کو پکاریں اور ان سے نوکروں اور فرمانبرداروں کا کام لیں البتہ اس بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ معین مجازی سمجھے معین حقیقی نہ سمجھے تا کہ إيّاك نعبد وإيّاك نستعين کا حصر بنا رہے اور اسلامی حدود سے تجاوز نہ ہو''

ہم اس حقیقت کو آشکارا کرنا چاہتے ہیں کہ ان ذوات مقدسہ سے استعانت لی جاسکتی ہے جس پر احادیث وادعیہ وزیارات ماثورہ شاہد ہیں مگر پھر بھی ان کو اسباب ووسیلہ قرار دیا جائے گا نہ کہ معین کلی مستقلی۔اگرچہ علامہ نوری اور علامہ قمی جیسے جلیل القدر علمائے اعلام کی تصریح کے بعد ہمیں اس مطلب پر مزید خامہ فرسائی کی ضرورت تو نہ تھی مگر پھر بھی ان کے فرمان کی تائید میں چند نصوص صریحہ دیگر پیش کی جاتی ہیں تا کہ دعوی مذکورہ کی مزید تائید ہوسکے۔

مسئلہ استمداد میں اصحاب آئمہ علیہم السلام کا طریق کار

معتبر نصوص سے ثابت ہے کہ حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کی حیات میں بھی مشکلات کے دوران ان کے اصحاب اجلاء ان کو مدد کے لئے پکارتے تھے اور یہ ذوات مقدسہؑ ان کی فریادرسی فرمایا کرتے تھے اور کبھی بھی حضرات معصومین علیہم السلام نے ان پر شرک وغلو کا فتویٰ نہ لگایا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق، حضرت امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا علیہم السلام کے جلیل القدر صحابی جناب داود بن کثیر رقی جن کو شیخ مفیدؒ نے الارشـــــاد ص ۳۰٤ میں آئمہؑ کے خواص اصحاب ثقاۃ اور اہل زہد وتقویٰ میں شمار کیا ہے روایت کرتے ہیں۔

خرج اخوان لی یریدان المزار فعطش أحدهما عطشاً شدیداً حتی سقط عن الحمار و سقط الاخر فی یده فقام وصلی ودعا الله و محمداًو أمیرالمؤمنین والائمة علیهم السلام کا ن یدعوا واحداً واحداً حتی بلغ إلیٰ آخرهم جعفر بن محمد فلم یزل یدعوه ویلوذ به فإذا هو برجل قد قام علیه وهو یقول یاهذا ما قصّتك فذکر له حالته فناوله قطعة عود وقال ضع هذا بین شفتیه ففعل فإذا هوقد فتح عینیه وإستوی جالساً ولاعطش به فمضی حتی زار القبر فلما إنصرفاإلیٰ الکوفة فأتی صاحب الدعاإلیٰ المدینة فدخل علیٰ الصادق علیه السلام فقال له إجلس ماحال أخیك أین العود فقال یاسیدی إنیّ لمّا أصبت بأخی فاغتممت غماً شدیداً فلمّا ردّ الله علیه روحه نسیت العود من الفرح فقال الصادق علیه السلام أماأنه ساعة صرت إلیٰ غمّ أخیك فأتانی أخی الخضر فبعثت إلیك علیٰ یدیه قطعة عود من شجرة طوبیٰ ثمّ التفت إلیٰ خادم له فقال علیّ بالسفط فأتی به ففتحه و أخرج قطعة العود بعینها ثمّ أراها إیّاه حتی عرفها ثمّ ردّها إلیٰ السفط ۔ علامہ مجلسی

بحار الانوار ج ۱۲ ص ۱٤٤ میں علامہ ابن شہر آشوب مازندانی مناقب آل ابی طالب ج ۵ ص ۳۵ طبع بمبئی میں بحوالہ بصائر الدرجات تالیف سعد بن عبداللہ قمی متوفی ۳۰۱ھ داؤد رقی فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ میرے دو بھائی زیارت کرنے کے لئے نکلے اثناء راہ میں ایک کو اس قدر شدید پیاس لگی کہ وہ تاب نہ لاتے ہوئے اپنے گدھے سے گر گیا اور دوسرا انتہائی پریشان ہوا اور کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور مدد کیلئے اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنینؑ اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کو پکارا ہر امام کا نام لے لے کر پکارتا رہا جب اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام کا نام لیا اور ان سے استغاثہ کیا اور مدد طلب کی تو اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور کہنے لگا اے شخص بات کیا ہے؟ میرے بھائی نے اس کو صورت حال سے آگاہ کیا تو اس نے ایک لکڑی کا ٹکڑا دیا اور کہا کہ اس کو اپنے بھائی کے لبوں پر رکھ دو جب اس نے ایسا کیا تو اس کے بھائی نے آنکھیں کھول لیں اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور اس کو کوئی پیاس وغیرہ کی شکایت نہ تھی وہ شخص غائب ہو گیا اور دونوں بھائی زیارت کو چلے گئے جب دونوں واپس کوفے آئے تو جس نے امامؑ کو مدد کے لئے پکارا تھا وہ مدینہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت آیا اور امامؑ نے فرمایا بیٹھو بتلاؤ تمہارے بھائی کا کیا حال ہے اور وہ تر لکڑی کہاں گئی میں نے کہا اے مولا جب میرے بھائی کو تکلیف ہوئی تو مجھ کو بے حد غم ہوا اور جس وقت اللہ نے اس کی روح کو واپس پلٹا دیا تو فرط مسرت سے مجھ کو اس تر لکڑی کا خیال تک نہ رہا اور شاید وہ ہیں رہ گئی۔

امامؑ نے فرمایا جب مجھ کو تیرے بھائی کی تکلیف کا علم ہوا تو میرے بھائی جناب خضر علیہ السلام آ گئے اور میں نے ان کے ہاتھ جنت کے شجر طوبیٰ کی ایک تر لکڑی کا ٹکڑا تمہاری طرف بھیج دیا امامؑ نے ایک خدمتگار سے فرمایا کہ فلاں تھیلی لے آؤ چنانچہ جب وہ لے آیا تو امامؑ نے اس سے وہی ٹکڑا نکالا حتی کہ میرا بھائی اس کو پہچان گیا اور امام نے پھر اس کو تھیلی میں ڈال دیا۔

ارباب بصیرت پر اس واقعہ کی روشنی میں یہ حقیقت بخوبی آشکارا ہو سکتی ہے کہ آئمہ

طاہرین علیہم السلام کے اصحاب کا معمول تھا کہ وہ ہر مشکل میں اپنے امام زمانہ ہی کو پکارتے تھے اور ان سے مدد طلب کرتے تھے اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ان کی فریادرسی کرتے تھے۔ اس حیثیت سے مسئلہ استمداد، متقدمین ومتاخرین اہل شیعہ کے اعتقادات کا ایک جزو لاینفک کہا جاسکتا ہے اور علماء نے اس واقعہ کو بلارڈ وقدح اپنی کتب معتبرہ میں درج فرمایا اور ان کو کسی مقام پر بھی اس سے شرک وکفر کی بو نہ آئی۔

جنگ تبوک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امیر المومنینؑ کو مدد کے لئے پکارنا

اس حدیث جلیل القدر کو مندرجہ ذیل علماء شیعہ نے ارسال المسلّم کی طرح نقل فرمایا ہے۔

۱۔ علامہ محدث سید ولی بن نعمۃ اللہ الحائری معاصر شہید ثانیؒ متوفی ۹۷۶ھ۔ امل الآمل ص ۷۳، روضات الجنات ص ۷۲۵ میں ہے کہ کان عالماً فاضلاً محد ثاً آپ عالم وفاضل و محدث تھے آپ نے اس حدیث کو اپنی تالیف منیف درر المطالب میں نقل کیا ہے۔

۲۔ عمدۃ المحد ثین علامہ سید ہاشم بن سلیمان بحرانی متوفی ۱۱۰۶ھ۔

آپ نے اس حدیث جلیل کو مدینۃ المعاجز ص ۹۳ میں نقل فرمایا ہے جن کی ذات ستودہ صفات محتاج تعارف نہیں ہے۔

۳۔ عمدۃ الاصولیین والفقہاء علامہ سید اسماعیل طبرسیؒ۔

آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف منیف کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ۵۲۶ ط قم میں تحریر فرمائی ہے۔ آپ کی ذات ستودہ صفات کے متعلق مولف احسن الفوائد ص ۳۰ کا فرمان کفایت کرتا ہے کہ یہ بزرگوار فقہ واصول وکلام میں مشہور فاضل جلیل ہیں انہوں نے دیگر فنون کے علاوہ علم کلام میں بھی ایک نہایت جلیل القدر کتاب موسوم بہ کفایت الموحدین تصنیف فرمائی ہے جو کہ ایران میں کئی بار چھپ کر عوام وخواص کے لئے مورد استفادہ بنی ہوئی ہے۔

۴۔ سند المورخین علامہ شیخ جعفر بن محمد ربعی۔

آپ نے یہ عظیم المرتبہ حدیث اپنی بیش بہا تالیف الانوار العلویہ فی لاسرار المرتضویہ ص ۸٤ میں نقل فرمائی ہے۔

۵۔ علامہ آقائے سید رضی الدین تبریزی۔

آپ نے یہ حدیث اپنی تالیف القطرہ من بحار المناقب النبی و العترۃ ج ۱ ص ۱۱۰ ط نجف میں نقل فرمائی ہے۔

۶۔ فخر العلماء الزاہدین والاعلام مولانا عبدالعلی الساباقی قبلہ مرحوم۔

آپ نے یہ حدیث جلیل اپنی تالیف منیف مواعظ المجالس ج ۲ ص ۱٤۷ (قلمی نسخہ) میں درج فرمائی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے۔

۷۔ علامہ شیخ علی اکبر نہاوندی۔

آپ نے اس واقعہ کو مجملاً اپنی کتاب انوار المواہب ج ۳ ص ٤۸ میں درج فرمایا ہے۔

۸۔ علامہ سید محمد الباقر کنجویؒ۔

آپ نے یہ واقعہ مزا میر الاولیاء جلد دوم مجلس اول میں نقل کیا ہے۔

ان تمام علماء محدثین نے بالفاظ مختلفہ باتحاد المعنی جنگ تبوک کا واقعہ لکھتے ہوئے ذکر فرمایا ہے۔

كان من أمرهٖ أنّه لمّا تقابل الفريقان وإشتبك الضرب والطعان تعاهد الكافرون علىٰ الموت وهجموا علىٰ أصحاب النبیؐ فإنكسر جيش رسول اللّٰه فهبط جبريل الامين فقال يا محمد العلیّ الاعلیٰ يقرئك السلام ويقول إختر إحدىٰ الحالتين إمّا الملائك تهبط إليك وإمّاابن عمّك على بن ابى طالب فاختار النبى علياً فقال جبرئيل يا رسول اللّٰه حوّل وجهك نحوالمدينة و نادِ يا أباالغيث أغثنى ياعلى أدركنى فقام رسول اللّٰه وحوّل وجهه نوح المدينة و نادىٰ ياأباالغيث يا على أدركنى قال سلمان كنت مع أمير المؤمنين فى حديقة له وقدصعد النخلة يقلع منها الحطب والكرب

اليابس وأناأجمعه من تحتها فسمعته يقول لبّيك لبّيك يارسول اللّٰه فانحدر وهويبكى فسألته عن ذلك فقال ياسلمان قد إنكسر جيش رسول اللّٰه وسمعته يستغيث بى قال فاتىٰ عليه السلام دارفاطمةؑ وأخبرهابالخبر ثمّ قال يافاطمه ايتينى بلاتة حربى فأتته بها فإشتمل بلاتة حربه ثمّ قال يا سلمان أتحبّ أن تمضى معى قلت نعم يا سيدى قالؐ إجعل قدمك موضع قدمى حذو النعل بالنعل ولا تخرم منه شيئاً قال سلمان فجعلت قدمى خلف قدمه فواللّٰه ماعددت إلّاسبعة عشرخطوة وإذانحن بين الصفين فحمل ابوالحسن حملة الغضب المعروفة بين قبائل العرب فاندهش القوم وهويضرب بسيفه وإنهزم القوم وولّوالدبر الخ ـ بلفظ الانوار العلوية۔

آنخضرتؐ کا حال یہ تھا کہ جس وقت دونوں گروہ (مسلمانان وکفار) آمنے سامنے ہوئے اور شمشیر زنی اور نیزہ زنی کے ساتھ جنگ کی گرم بازاری شروع ہوئی تو کافر ڈٹ گئے اور اصحاب رسول پر پُر زور حملہ کر دیا پس اسلامی لشکر کے قدم اکھڑنے لگے اتنے میں جبرائیلؑ نازل ہوئے اور فرمایا رسول اللہ حق تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب دو حالتوں میں ایک حالت اختیار کریں یا ملائکہ آکر جنگ کریں یا آپ اپنے بھائی حیدر کرار کو پکاریئے پس آپ نے علیؑ کو بلانا پسند فرمایا اور جبرئیلؑ نے کہا یا رسول اللہ مدینہ کی جانب رُخ فرما کر باآواز بلند پکاریئے اے مشکل کشا اے علیؑ مدد کو پہنچئے اور فریاد رسی کیلئے آیئے رسول اللہ کھڑے ہوئے اور مدینہ کی جانب رُخ مبارک کر کے آواز دی۔ اے مشکل کشا اے علی فریاد رسی کو پہنچئے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں اس وقت امیر علیہ السلام کے ساتھ ایک باغ میں موجود تھا اور آپ کھجور کے درخت پر چڑھ کر جلانے کیلئے خُشک شاخیں توڑ رہے تھے اور میں نیچے سے جمع کر رہا تھا میں نے سنا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا لبیک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ روتے ہوئے نیچے اُتر آئے اور بتلایا کہ اے سلمان حضور کے لشکر کو شکست ملی ہے اور انہوں نے مجھ کو مدد کیلئے پکارا ہے پس آپ دولت سرا

میں تشریف لائے اور جناب سیدہؑ کو بتلایا اور جنگ کی زرہ منگوائی اور اس کو پہن کر باہر تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ اے سلمان میرے ساتھ چلو گے؟ میں نے عرض کی جی ہاں مولا۔

پس آپ نے فرمایا کہ اے سلمان میرے قدم کے نشان پر قدم رکھتے آنا اور پاؤں کو ادھر ادھر نہ ہونے دینا سلمان کہتے ہیں کہ خدا کی قسم میں نے ۱۷ (سترہ) قدم گنے ہی تھے کہ ہم دونوں صفوں کے بیچ میں آگئے اور امیر المومنین علیہ السلام اپنے مشہور و معروف غضبناک حملہ کے ساتھ کافروں کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور قوم مدہوش ہوگئی اور آنخضرت علیہ السلام نے تلوار چلانی شروع کی کافروں کو شکست ہوئی۔

کلام علامہ سید ولی اللہ رضوی

علامہ موصوف اپنی کتاب درر المطالب میں حدیث مذکور کو درج فرما کر تحریر فرماتے ہیں۔

وأبان اللّٰه من معجزة فى هذا الموطن بما عجز عنه جميع الامّة وكشف من فضله الباهر وأتيانه من المدينة شرّفه اللّٰه فى سبعة عشر خطوة وسماعه نداء النبى علىٰ بُعد المسافة وتلبيته من اعظم المعجزات وأدّل الايات علىٰ عدم نظيره فى الامّة۔

اللہ نے اس مقام پر ایسا معجزہ ظاہر فرمایا جس سے پوری اُمت عاجز آگئی اور امیر المومنین علیہ السلام کی فضیلت کو ظاہر فرمایا اور آپکا ۱۷ قدموں میں مدینہ منورہ سے تشریف لانا اور دور سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کو سن کر لبیک فرمانا عظیم معجزات میں سے ہے اور اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ اُمت کے اندر آپ کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

جناب امیر المومنینؑ کا انبیاءؑ کی نصرت فرمانا

امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہور ومعروف فرمان موجود ہے۔ بعث اللہ علیاً مع الانبیاء سراً ومعی جهراً۔ اللہ نے علی علیہ السلام کو انبیاء کے ساتھ پوشیدہ طور پر ارسال فرمایا اور میرے ساتھ ظاہراً ارسال فرمایا۔

یہ حدیث مسلمات ومشہورات میں سے ہے جس کو علمائے شیعہ خلفاً عن سلف نقل فرماتے آئے ہیں اور ہماری تحقیق کے مطابق اس کو مندرجہ ذیل علماء اعلام شیعہ نے نقل فرمایا۔

۱۔ ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین الصدوق متوفی ۳۷۰ھ۔

آپ کے حوالہ سے طوالع الانوار میں منقول ہے۔ (طوالع الانوار ص ۳۴)۔

۲۔ علامہ احمد بن محمد المقدس الاردبیلی متوفی ۹۹۳ھ۔

سفینة البحار ج ۱ ص ۳۰۴ میں ہے أمره فی الثقة والجلالة الفضل والنبالة والزهد والورع والديانة أشهر من أن يحيط به قلم آپ کا معاملہ وثاقت، جلالت، فضیلت، شرافت، زہد، نیک سیرت اور دیانت میں اس قدر مشہور ہے کہ قلم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ آپ نے یہ حدیث حدیقة الشیعہ میں نقل فرمائی ہے (کمافی الطوالع ص ۱۰۳)۔

۳۔ علامہ سید ہبۃ اللہ ابو محمد حسن الموسوی مرحوم۔

معاصر شہید اول، آپ کی جلالت ودیانت اظہر من الشمس ہے آپ نے اس حدیث کو اپنی تالیف منیف المجموع الرائق منقبت ۹۵ میں ذکر فرمایا ہے آپکی اس تالیف سے علامہ امینی نے الغدیر میں کافی استفادہ کیا ہے۔

۴۔ صدر المحققین علامہ سید نور اللہ شوستریؒ شہید ثالث۔

آپ کی جلالت سے کوئی شیعہ ناواقف نہیں ہے آپ نے اپنی تالیف شریف مجالس المومنین ص ۲۶۵ میں اس کو "حدیث مشہور" کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

۵۔ علامہ عارف جلیل حافظ رجب بن علی بن رجب البرسی م ۸۰۰ھ۔

آپ نے اپنی اسانید سے یہ حدیث مشارق انوار الیقین فی اسرار امیر المومنین میں نقل فرمائی ہے۔

۶۔ قدوۃ المفسرین علامہ فتح اللہ کاشانیؒ۔

آپ نے یہ حدیث اپنی مشہور ومعروف تفسیر منهج الصادقین ج ۷ ص ۱۵ ط ایران میں اس طرح نقل فرمائی ہے کہ پیغمبر با امیر المومنین گفت که یا علی تو با پیغمبران بودی به پنهانی و بامن آشکارا ودراخبار وضوح پیوسته که آنحضرت دربهمه از منه بامر الٰهی بهر صورتی که خواست متمثل می شدو امور عجیبه ازوی بظهور می آمد ومویداینست قصه دشت ارژن باسلمان فارسی ازایں مقوله ست و لهذا ملقب شده مظهر العجائب والغرائب۔ پیغمبرؐ نے امیر المومنین علیہ السلام کو فرمایا کہ اے علیؑ تم انبیاء کے ساتھ پوشیدہ تھے اور میرے ساتھ ظاہر ہو اور احادیث واخبار سے واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرتؐ ہر زمانہ میں جس صورت میں چاہتے تھے بامر الٰہی ظاہر ہوتے تھے اور آپ سے بڑے عجائب وغرائب ظاہر ہوتے تھے جیسا کہ دشت ارژن میں حضرت سلمان فارسی کے واقعہ سے ظاہر ہے اسی وجہ سے آپ کا لقب مظہر العجائب والغرائب ہے۔

۷۔ صدر المفسرین والمحدثین علامہ سید ہاشم بن سلمان بحرانیؒ م ۱۱۰۶ھ۔

آپ نے اس حدیث کو تفسیر برهان ص ۷۹۱، مدينة المعاجز ص ۲۰ اور نزهةالابرار فی ذکر الجنة والنار ص ۲۱ میں نقل فرمایا ہے۔

۸۔ علامہ سید نعمۃ اللہ الجزائری م ۱۱۱۲ھ۔

آپ نے اس حدیث کو انوار نعمانیہ ص ۱۲ میں درج فرمایا ہے۔ نیز لکھتے ہیں۔ الحادی عشر مارواه صاحب القدسيات وهو من اعظم محققى الجمهور عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم أن الله قال لى يامحمد بعثت علياً مع سائر الانبياء باطناً ومعك ظاهراً (إلىٰ قوله) وقدروى مضمونه فى أخبار أهل البيت عن علىؑ وهوإشارة إلىٰ سرّإلٰهى فى الغاية القصوىٰ من التحقيق

وهوأنّه قدروی أنّه قال فی جواب من سأله عن فضله وفضل من تقدمه من الانبياء مع أنّهم قد حازواغاية الاعجاز أمّا ابراهيم فقد نجاه اللّٰه من نار نمرود وجعلها عليه برداً وسلاماً ونوح نجاه من الغرق و موسیٰ من فرعون و آتاه التوراة وعلّمه إيّاه وعيسیٰ أتاه النبوة فی المهد وأنطقه بالحكمة والنبوة وسليمان الذی سخّرله الرّياح والجن والانس وجميع المخلوقات قال واللّٰه لقد كنت مع ابراهيم فی النار وأنا الذی جعلتها عليه برداً وسلاماً وكنت مع نوح فی السفينة فأنجيته من الغرق و كنت مع موسیٰ فعلّمته التوارة أنطقت عيسیٰ فی المهد وعلّمته الانجيل و كنت مع يوسف فی الجبّ فأنجيته من كيد إخوته وكنت مع سليمان علیٰ البساط وسخّرت له الرّياح۔

گیارھویں دلیل فضیلت آئمہ ؑ پر انبیاء ماسلف کی وہ حدیث ہے جس کو صاحب کتاب القدسیات نے لکھا ہے جو کہ اہل سنت کا بڑا محقق عالم ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا مجھ کو اللہ تعالیٰ نے کہا اے محمد میں نے علی ؑ کو باقی انبیاء کے ساتھ پوشیدہ طور پر بھیجا اور تیرے ساتھ ظاہراً بھیجا۔

علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

اس حدیث کا مضمون اہل بیت علیہم السلام کی احادیث میں امیر المومنین ؑ سے بھی منقول ہے جو کہ انتہائی تحقیقی اعتبار سے اللہ کے راز کی جانب اشارہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا جس نے خود آنحضرتؐ اور باقی گزشتہ انبیاء کے مناقب کے متعلق دریافت کیا کہ ان کو انتہائی طور پر معجزات دیئے گئے حضرت ابراہیمؑ کو اللہ نے نمرود کی آگ سے نجات دی اور اس کو ان پر سرد و سلامت قرار دیا نوحؑ کو غرق ہونے سے بچایا موسیٰؑ کو فرعون سے نجات دی اور ان کو تورات عطا کی اور پھر اس کی تعلیم بھی دی۔

حضرت عیسیٰؑ کو گھوارے میں نبوت دی اور حکمت و نبوت کو ان کی زبان پر جاری کیا اور حضرت سلیمانؑ کیلئے ہواؤں اور جنوں اور تمام مخلوقات کو مسخر کیا تو اس کے جواب میں امیر المومنین ؑ

نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ہی حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ آگ میں تھا اور اس کو ان پر سرد و باعثِ سلامت بنایا اور میں ہی کشتی کے اندر حضرت نوحؑ کے ساتھ تھا اور ان کو نجات دی اور میں ہی حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھا اور ان کو تورات کی تعلیم دی اور میں ہی گھوارہ میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ تھا اور ان کو انجیل پڑھائی اور میں ہی حضرت یوسفؑ کے ساتھ کنویں میں تھا اور ان کو ان کے بھائیوں کے مکر و فریب سے بچایا اور میں ہی تخت سلیمانؑ پر ان کے ساتھ تھا اور ہواؤں کو ان کے لئے مسخر کیا۔(۱)

۹۔**علامہ سید محمد مہدی بن جعفر الحسینی التنکابنیؒ** نے اس حدیث جلیل کو مختلف طرق و اسانید سے طوالع الانوار ص ۳۴، ۱۰۳، ۱۳۴ میں نقل فرمایا ہے۔(۱)

۱۰۔**علامہ سید رضی الدین تبریزیؒ** نے القطرة ص ۱۰۷ میں اس حدیث کو بحوالہ خلاصة المنہج نقل فرمایا ہے۔

۱۱۔**علامہ مرزا حسین نوریؒ۔**

آپ نے یہ حدیث نفس الرحمن ص ۲۸ میں درج فرمائی۔

۱۲۔**علامہ دربندیؒ۔**

آپ نے اکسیر العبادات ص ۴۳۶ میں نقل فرمائی ہے۔ (مواعظ المجالس ج ۲ ص ۱۵۰ مخطوط)

۱۳۔**علامہ علی اکبر نہاوندیؒ معاصر شیخ عباس قمیؒ۔**

آپ نے یہ حدیث بطرق متعددہ انوار المواهب ج ۳ ص ۱۵۳، ۱۵۴ میں درج فرمائی ہے۔

---

(۱)احسن الفوائد ۲۸ میں ہے کہ علامہ جزائری بہت بلند پایہ کے عالم و فاضل محقق نبیل اور متکلم عدیل تھے۔(کذافی امل الآمل ص ۷۳)

دربار سلیمانؑ میں تخت بلقیس کو
امیر المومنینؑ نے حاضر کیا

تفسیر منہج الصادقین ج ۷ ص ۱۵‘ القطرۃ ص ۱۰۷ اور انوارالمواہب ج ۳ ص ۱۵۶ میں مروی ہے۔

عن عبداللہ بن سلام أنّہ سأل النبی من الذی أتیٰ بعرش بلقیس من السباء وأحضرہ عند سلیمان فقال لہ النبی أحضرہ علی بن بی طالب بإسم من أسماء اللہ العظام۔

عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ تخت بلقیس کو ملک سباء سے اُٹھا کر جناب سلیمان بن داوٗد کے دربار میں کس نے حاضر کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اللہ کے اسماء میں سے ایک اسم کے ذریعے حاضر کیا۔

قوم عاد و ثمود اور فرعون کو بحکم خدا
ہلاک کرنے والے جناب امیر المومنینؑ تھے

تفسیر برھان ص ۷۴۴ و طبع جدید ج ۳ ص ۱۴۹‘ مختصر البصائر ص ۳۳ اور طوالع الانوار ص ۹۹ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول شدہ خطبہ ربعہ میں جناب امیر المومنین علیہ السلام کے یہ جملے ہیں۔ أنا الذی هلکت عاداً و ثموداً وأصحاب الرس و قروناً بین ذلک کثیر ا وأناالذی ذللت الجبابرة وأنا صاحب مدین ومهلک فرعون ومنجی موسیٰ۔ میں ہی وہ علیؑ ہوں جس نے قوم عاد وثمود اصحاب رس اوران کے مابین بہت سی اقوام کو ہلاک کیا اور میں نے ہی جابروں کو ذلیل کیا۔ میں ہی قوم مدین کا صاحب ہوں اور فرعون کو ہلاک کرنے والا ہوں اور موسیٰ کو نجات دینے والا ہوں۔

سلسلة الاسناد

۱۔ابو محمد حسن بن جمہور البصری م ۲۹۶ھ۔

امام رضا علیہ السلام کے صحابی خاص اور ثقہ جلیل ہیں (فهرست ابن ندیم ص ۳۰۲)

۲۔محمد بن حسین بن عبداللہ الاطروش الکوفی۔

امام رضا اور امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کے صحابہ اجلاء میں سے ہیں۔

۳۔جعفر بن محمد بن اسحاق البجلی۔

آپ ثقہ جلیل ہیں۔(رجال نجاشی ص ۸۸)

۴۔احمد بن محمد بن خالد البرقی۔

آپ مشہور صحابی امام رضا علیہ السلام اور ثقہ ہیں۔ (ان کے حالات اسی کتاب کے حاشیہ ص ۱۴۰ پر گزر چکے ہیں)

۵۔عبدالرحمان بن ابی تجران۔

کان ثقة معتمداً علیٰ ما یرویه۔ ثقہ ہیں اور اپنی روایات میں معتمد علیہ ہیں۔(نجاشی ص ۱۶۳‘ منتهى المقال ص ۱۷۳)

۶۔عاصم بن حمید الحناط الکوفی۔

ثقة عین صدوق رویٰ عن أبی عبدالله ۔ (رجال نجاشی ص ۲۱۳)

آپ ثقہ وراست گو ہیں اور جناب ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں۔

۷۔حسن بن سلیمان بن خالد الحلی متوفی ۸۰۲ھ۔

فاضل فقیه له مختصر بصائر الدرجات۔ آپ فاضل فقیہ ہیں اور صاحب مختصر بصائر الدرجات ہیں۔ (امل الامل ص ۳۸ و مقدمه کتاب المحتضر ط نجف)

اکسیر العبادات ص ۴۳۶ میں امیر المومنین علیہ السلام کے یہ کلمات مروی ہیں۔

کنت مع ابراهیم فی نارنمرود و جعلته علیه برداً و سلاماً وکنت مع موسیٰ و علّمته التورٰة و مع عیسیٰ و علّمته الانجیل و مع سلیمان و

سخرّت له التمودة من الشياطين و قال جبريل إن الله بعث علياً مع الانبياء باطناً ومعك ظاهراً۔

میں ہی نارنمرود میں ابراہیمؑ کے ساتھ اوران پرآگ کوسرد وسلامت قرار دیا۔ میں ہی موسیٰؑ کے ساتھ تھااوران کوتورات کی تعلیم دی اور جناب عیسیٰؑ کے ساتھ تھااوران کوانجیل پڑھائی اور جناب سلیمانؑ کے ساتھ اوران کے لئے سرکش جنات کومسخر کیا جبریلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ اللہ نے علیؑ کو باقی انبیاء کے ساتھ باطناً مبعوث کیااور آپ کے ساتھ ظاہراً۔

امیر المومنینؑ کا زمانہ حضرت سلیمانؑ میں ایک سرکش جن کو سزا دینا

تفسیر برهان ص ۷۲۹، مدینة المعاجز ص ۲۰، انوار نعمانیہ ص ۱۳، نزهة الابرار ص ۲۱ میں مروی ہے۔

(وفی الروايات الخاصة واللفظ من الانوار النعمانية) أنّ النبی كان يوماً جالساً و معه جن يسأله عن أشياء من أحكام الدين فد خل على فتصاغرالجن خوفاً حتى صار كالعصفو رفقال يا رسول الله اجرنی من هذا الشاب فقال النبی لما تخافه فقال لا نیّ تمردت علیٰ سليمان وسلكت البحار فأرسل إلیّ جماعة من الجن والشياطين فلم يقدرواعلیّ وأتانی هذاالشاب وبيده حربة فضر بنی بها علیٰ كتفی وإلی الآن أثر جراحة۔

خاص روایات میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک جن بیٹھا تھا جو آپ سے احکام دین کے مسائل دریافت کر رہا تھا اتنے میں علی علیہ السلام آئے تو وہ گھٹ کر چڑیا کی طرح ہوگیا اور آنحضرتؐ سے کہا مجھے اس جوان سے پناہ دیجئے حضور نبویؐ نے دریافت فرمایا کہ اس جوان سے کیوں ڈرتے ہو۔اس نے کہا چونکہ میں نے حضرت سلیمانؑ پر سرکشی کی تھی اور سمندروں کی طرف چلا گیا اور کوئی مجھ کو گرفتار نہ کر سکا اتنے میں یہ جوان ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں ایک حربہ تھا اس نے مجھ کو مارا اور

اب تک اس کے زخم کے نشان باقی ہے۔

ان روایات معتبرہ سے شرک کا احتمال کسی حالت میں بھی پیدا نہیں ہوسکتا جیسا کہ خود اصول الشریعہ ص ۱٤۷ پر یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی عالم ارواح میں سیداولیاء کو بھیج کر اپنے کسی برگزیدہ نبی کی مدد فرمائی ہو۔

آنحضرتؐ کا آئمہ اطہارؑ سے استغاثہ کرنے کا حکم فرمانا

بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۹۲، ج ۱۹ ص ۷۱، تحفة الزائر باب ۱۱ فصل ۲ روایت ۱۳، منتهیٰ الآمال ج ۲ ص ۲۹۲، جنة الماویٰ میں ایک طویل روایت میں بسند معتبر ابوالوفا شیرازی سے منقول ہے کہ میں ابوالیاس کرمانی کی قید میں تھا اور نہایت ہی تنگی اور پریشانی کی حالت میں تھا پس میں نے اللہ کی طرف شکایت کی اور اپنے آئمہ اطہارؑ کی طرف استغاثہ کیا تو خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو دیکھا کہ حضور نے مجھے فرمایا۔

تستشفع بی وبأولادی الحسن والحسين لأمر من امور الدنيا وهذا أبو الحسن ينتقم لك من أعدائك قلت يارسول الله كيف ينتقم لی من أعدائی وقد لبب الحبل فی عنقه فلم ينتصروغصب حقه فلم يقتدرفنظر إلیّ متعجباً وقال ذلك عهد عهدته إليه ووفی بی (إلیٰ قوله) وأمّا صاحب الزمان فإذا بلغ السكين منك هكذا وأومی إلیٰ حلقه فقل يا صاحب الزمان أغثنی أدركنی قال فصحت فی نومی يا صاحب الزمان أغثنی يا صاحب الزمان أدركنی فانتبهت والمؤكّلون ياخذون قيودی۔

مجھ سے اور میرے بیٹے حسنؑ و حسینؑ سے امور دنیا کیلئے شفاعت طلب کرو اور یہ ابوالحسنؑ تمہارے دشمنوں سے انتقام لیں گے میں نے کہا یا رسول اللہ یہ میرے دشمنوں سے کیسے انتقام لیں گے حالانکہ خود ان کی گردن میں رسی ڈالی گئی اور یہ غلبہ نہ حاصل کر سکے ان کا حق غصب کیا گیا اور یہ اس

کو لینے پر قادر نہ ہوئے یہ سن کر آنحضرتؐ نے میری طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا کہ وہ میرے عہد کی وجہ سے خاموش رہے لیکن امام زمانہ پس جس وقت چھری تمہاری گردن تک آ پہنچے تو یوں کہو اے امام زمانہ میری مدد کریں اے صاحب زمانہ مجھ کو بچائیں پس میں خواب میں ہی یہ الفاظ کہتا رہا اور جب وہ جاگا تو زندان بان میری بیڑیاں کھول رہے تھے۔

روایت مذکورہ نجاشی سے بھی منقول ہے جس کے متعلق بحار ج ٤ ص ٧١ میں ہے۔ کان شیخاً بهیاً ثقة صدوق اللسان یہ نہایت ہی خوبصورت معتبر اور راست گو بزرگ تھے۔ نیز یہ روایت علامہ تلعکبری اور ابوالحسن سلیمان بن حسن صہرشتی اور راوندی جیسے عظیم القدر علماء اعلام سے بھی مروی ہے۔

باقی رہا یہ اعتراض کہ یہ واقعہ خواب میں بتلایا گیا لہٰذا معتبر نہیں ہے اس کے جواب میں امام حسن عسکریؑ سے مروی ہے۔ إنّ کلا منا فی النوم مثل کلا منافی الیقظة کہ ہمارا خواب میں بتلایا ہوا کلام بیداری میں بتلائے ہوئے کلام کی طرح ہے۔ رجال کشی ص ٥٥، مدینة المعاجز ص ٥٧٩، بحار ج ١٤ ص ٤٥٣ میں ہے کہ آئمہ اطہارؑ خواب میں اپنی حقیقی صورت میں نظر آتے ہیں شیطان ان کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

زائرین کربلا معلی سے امیر المومنینؑ مصائب و آلام رفع کرنے کے ضامن ھیں

بحار الانوار ج ٢٢ ص ١٤٩ میں بحوالہ تہذیب الاحکام امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جب زائر غسل کر کے زیارت امام حسینؑ کا قصد کرتا ہے۔

فناداه أمیر المومنین أنا ضامن لقضاء حوائجکم ودفع البلاء عنکم فی الدنیا و الاخرة ثمّ اکنفهم النبیؐ و علیؑ عن ایمانهم و عن شمائلهم حتی ینصر فوا إلیٰ أهالیهم۔

تو جناب امیر المومنینؑ ندا دیتے ہیں کہ میں دنیا و آخرت میں تمہاری حاجات کے پورا کرنے

اور تم سے تمام مصائب دور کرنے کا ضامن ہوں پھر جناب امیر المومنینؑ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دائیں بائیں ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں تک پہنچ جاتے ہیں۔

چنانچہ مختلف ادعیہ ماثورہ میں امیر المومنینؑ کیلئے یہ جملے مروی ہیں السلام علیٰ المفترع فی الملّمات و مجلّی الکربات (بحار ج ٢٢ ص ٣٧٩) سلام ہو مصائب میں پناہ دینے والے اور غموں کو دور کرنے والے پر۔

علامہ ابن شہر آشوب مازندانی۔

آپ مناقب آل ابی طالب ج ٢ ص ١٥٩ میں فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کا لقب **کاشف النقم کشاف الکروب** اور حلال المشکلات ہے۔ (کذافی بحار ج ٢٢ ص ٧٤) الجواهر السنیة ص ٢١١ میں ایک حدیث قدسی میں اللہ کا ارشاد امیر المومنینؑ کے متعلق یوں ہے۔ علی حصنی الذی من لجاء إلیه حصنه من مکروه الدنیا والاخرة۔

علیؑ میرا ایک قلعہ ہے جو شخص دنیا و آخرت کی تکالیف و مشکلات سے فرار ہو کر اس کی طرف پناہ لے گا علیؑ اس کو بچالیں گے۔

امام زمانہ (عج) کی دعا ماثورہ میں آنحضرتؐ اور امیر المومنینؑ سے مدد طلب کرنے کا حکم

النجم الثاقب علامہ نوری ص ٢٦٨، بحارالانوار ج ١٨ ص ٩٦٠، ج ١٩ ص ٢٣٧، منتهیٰ الآمال ج٢ ص ٥١٩ میں بسند معتبر ابوالحسین ابن ابی البغل الکاتب سے مروی ہے۔

ابو منصور بن صالحان اور میرے مابین کچھ ایسی کشیدگی واقع ہوئی جس کی وجہ سے مجھ کو چھپنا پڑ گیا چنانچہ جمعہ کی شب میں مقابر قریش کی جانب چلا گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ ساری رات وہاں پر گریہ وزاری کروں گا اور اعمال بجالاؤں گا چنانچہ اس رات کافی بارش تھی میں نے داروغہ مقابر قریش کو کہا کہ میں جب اندر چلا جاؤں تو تم باہر سے دروازے بند کر دینا میں تنہائی میں اعمال

بجالانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ رات بھر بارش اور تیز ہوا جاری رہی نصف شب کو میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مزار کے پاس آہٹ سنی پس میں نے دیکھا کہ ایک آدمی انبیاء اولی العزم کے نام لے لے کران پر سلام پڑھ رہا ہے پھر اس نے آئمہ اطہار علیہم السلام میں سے ہر ایک کا نام لے لے کران پر درود وسلام پڑھنا شروع کیا مگر جس وقت بارھویں امام کے نام کی باری آئی تو وہ خاموش ہوگئے میں نے بڑا تعجب کیا کہ یہ کس عقیدہ کا ماننے والا ہے۔ پھر وہ امام علی نقی علیہ السلام کے مزار مبارک کی طرف آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت اور سفید پوش نوجوان ہے اور تحت الحنک والا عمامہ باندھے ہوئے ہے میرے قریب آ کر کہا اے ابوالحسنؑ تم دُعاء الفرج کیوں نہیں پڑھتے میں نے کہا اے میرے سردار دُعا فرج کون سی ہے انہوں نے فرمایا کہ دو رکعت نماز پڑھو اور دُعا فرج پڑھ کر اپنے داہنے رخسارے کو زمین پر رکھو اور سو دفعہ یوں کہو۔

یا محمدؐ یا علیؑ یا علیؑ یا محمدؐ إکفیانی فإنّکما کا فیان أنصرانی فإنّکما ناصران پھر بائیں رخسار کو زمین پر رکھ کے کہو أدرکنی أدرکنی أدرکنی الغوث الغوث۔

اے محمدؐ اے علیؑ اے علیؑ اے محمدؐ تم میری کفالت کرو چونکہ تم کافی ہو اور میری مدد کرو چونکہ تم مدد کرنے والے ہو، میری مشکل کو پہنچو میری مشکل کو پہنچو۔

اسی طرح کی ایک دوسری دُعا بھی مفاتیح الجنان ص ۱۱۲ میں بحوالہ البلد الامین امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف سے مروی ہے جس کے چند کلمات میں یہی الفاظ مروی ہیں۔ یا محمدؐ یا علیؑ یا علیؑ یا محمدؐ انصرانی فإنّکما ناصران۔الخ۔ جس سے بالتصریح ان ذوات مقدسہؑ کا ناصر و کافی ہونا ثابت ہے۔

دُعائے مذکور پر مولف اصول الشریعہ کا اعتراض اور اُس کا تحقیقی جواب

مولانا صاحب نے اپنی کتاب اصول الشریعہ ص ۱۶۳ میں دشمن علماء نجف خالص امریکی جاسوس المعروف بہ "خالصی" کے حوالہ سے لکھا ہے اس دُعا کا پڑھنا حرام ہے اگر اسے پڑھنے والا بقصد درود شرعی پڑھے گا تو امر حرام کا مرتکب ہوگا اور یہ دعا خواب میں بتلائی گئی ہے۔الخ۔

فاضل مولف کو معلوم ہونا چاہیے کہ دعا فرج کے راوی کفعمی نہیں ہیں جیسا کہ انہوں نے ان کے مقتدیٰ خالصی نے گمان کیا ہے بلکہ ہمارے پیش کردہ واقعہ سے بالتصریح معلوم ہوگیا کہ اس میں کہیں بھی خواب کا ذکر نہیں ہے بلکہ صراحتہ بیداری میں بتلائے جانے کا ذکر ہے قبل اس کے کہ ہم خالصی کے حالات کا پوسٹ مارٹم کریں اس دُعا کے جملہ راویوں کو پیش کرنا ضروری ہے تا کہ خالصی کے جھوٹ کا اندازہ لگ سکے کہ وہ خواب جو کفعمی نے نقل کیا ہے عقائد حقہ کا معارضہ نہیں کر سکتا۔

۱۔ محمد بن ہارون بن موسیٰ تلعکبریؒ متوفی ۳۷۵ ھ۔

سفینة البحار ج ۱ ص ۵ میں ہے هو من أكابر المحدثین یہ جلیل القدر اکابر محدثین میں سے ہیں۔

۲۔ محمد بن جریر بن رستم طبریؒ۔

رجال نجاشی ص ۲۶۶ میں ہے جلیل من أصحابنا کثیر العلم ثقة فی الحدیث جو ہمارے اصحاب میں سے جلیل القدر بزرگ اور بڑے جید عالم اور حدیث میں ثقہ تھے۔

۳۔ شیخ مفید محمد بن محمد البغدادی متوفی ۴۱۳ ھ۔

آپ نے اس دُعائے جلیل القدر کو اپنی تالیف مناسک المشاہد میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو بحار الانوار ج ۲۲ ص ۲۶۷، مفاتیح الجنان ص ۵۲۳)

٤۔سندالمفسرین فضل بن حسن الطبرسیؒ م ٥٤٨ھ۔

آپ نے یہ دُعائے عظیم القدر اپنی تالیف کنوز النجاح میں درج فرمائی ہے اور یوں فرمایا ہے۔

دعاء علّمه صاحب الزمانؑ أباالحسن محمد بن أحمد بن أبي الليث في بلدة بغداد و كان قد هرب إلىٰ مقابر قريش وإلتجاء إليه من خوف القتل فنجيٰ منه ببركة هذاالدعاء۔

یہ ایک دُعا ہے جو کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف نے ابوالحسن محمد بن احمد بن ابی لیث کو مقابر قریش بغداد میں بتلائی جب کہ یہ قتل کے خوف سے وہاں جا کر پناہ گزیں ہوئے تھے اور اسی دُعا کی برکت سے نجات یافتہ ہوئے۔(ملاحظہ ہو جنة الماویٰ حکایت ٤٥) حضرات ناظرین بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ آیا واقعہ مذکورہ میں خواب کا ذکر ہے یا بیداری کا۔

٥۔ابوعبداللہ محمد بن جعفر بن علی بن جعفر المشہدی متوفی ٥٧٢ھ۔

آپ نے یہ دعا اپنی مشہور کتاب المزار الکبیر میں نقل فرمائی ہے۔(ملاحظہ ہو بحار ج ٢٢ ص ٢٥٨)

٦۔السید علی بن طاؤس الحلیؒ متوفی ٦٦٤ھ۔

آپ کی ذات گرامی کے فضائل میں یہی کافی ہے کہ آپ کو متعدد بار امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف سے شرف ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔آپ کے مفصل حالات روضات الجنات ص ٣٨٢، امل الامل ص ٥٥ اور الکنی والالقاب ج ١ ص ٣٢٧ میں مرقوم ہیں آپ نے یہ دُعا مبارک اپنی تالیف جمال الاسبوع نقل فرمائی ہے۔(کمافی البحار ج ١٨ ص ٧٧٧، ج ٢٢ ص ٢٢٠، مفاتیح الجنان ص ٤٦)

٧۔علامہ تقی الدین ابراہیم بن علی العاملی الکفعمی متوفی ٩٠٥ھ۔

آپ کے حالات اعیان الشیعہ ج ٥ ص ٣٣٦، امل الامل ص ٥، روضات ص ٧، نفخ الطیب ج ٤ ص ٣٩٥، الفوائد الرضویہ ج ١ ص ٧ میں ملاحظہ ہوں۔آپ کے متعلق حر عاملیؒ نے فرمایا ہے " فاضل، عالم، فقیہ، محدث، ثقۃ" آپ نے یہ دعا البلدالامین میں نقل فرمائی

ہے۔(مفاتیح الجنان ص ١١٢)

٨۔شمس الدین محمد بن مکیؒ شہید اول متوفی ٧٨٦ھ۔

آپ نے اس دُعا عظیم کو "المزار" میں درج فرمایا ہے۔(کما فی البحار ج ٢٢ ص ٢٥٨)

آپ کی ذات گرامی کے تعارف کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ فقہ اثنا عشری کے مشہور متن اللمعۃ الدمشقیہ کے مولف ہیں۔

٩۔علامہ محمد بن محمد تقی باقر مجلسیؒ متوفی ١١١٠ھ۔

آپ نے اس عظیم الشان دعا کو متعدد حوالہ جات سے بحار ج ١٨ ص ٧٧٧، ج ٢٢ ص ٢٦٧، ص ٢٢٠، تحفة الزائر باب ١٠ فصل ٢ میں نقل فرمایا ہے۔

١٠۔السید عبداللہ شبر الکاظمی متوفی ١٢٤٦ھ۔

آپ نے اس دُعا کو اپنی تالیف جلیل جامع المعارف والاحکام کے جلد ١٤ فی الزیارات اور تحفة الزائرین وزادالزائرین میں نقل فرمائی ہے آپ علامہ مجلسیؒ کے پایہ کے محدث ہیں۔

١١۔علامہ حسین بن محمد تقی النوری الطبرسیؒ متوفی ١٣٢٠ھ۔

آپ نے اس دعا کو نجم الثاقب ص ٢٦٢، ٢١٦، ١٢٦٨ ورجنةالماویٰ ص ٢٧٦ مع غیبة البحار میں نقل فرمایا ہے۔

١٢۔علامہ شیخ عباس بن محمد رضا قمی متوفی ١٣٥٩ھ۔

آپ نے اس دعا کو مفاتیح الجنان ص ٤٦، ١١٢، ٥٣٣ میں نقل فرمایا ہے۔

فرماتے ہیں۔ ایں دُعائے شریفی ست سزاوارست خواندن آں در آنجا ودر غیر آں مکان۔ یہ ایک مبارک دعا ہے جس کو مقام سرداب کے علاوہ بھی ہر جگہ پڑھنا چاہیے۔

١٣۔خاتم المجتہدین علامہ سید محمد جواد تبریزی متوفی ١٣٨٧ھ۔

آپ کا شمار علماء اساتذہ ومجتہدین میں ہوتا ہے مولف اصول الشریعہ آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔آپ اپنے ایک جواب استفتاء میں فرماتے ہیں۔گفتن یا علی مدد درموارد مذکور

در سوال بے اشکال بلکه از دعائے معروف که جمله فقراتش ایں ست یامحمدؐ یا علیؑ یا علیؑ یا محمدؐ إکفیانی فإنّکما کافیان وانصرانی فإنّکما ناصران ظاهرمی شود که توسل با نها و طلب یاری نمودن در مشکلات و مواقع مستحب ست۔

منقول ازمضمون مولوی غلام حیدر کلّوؔ شہید لاهور ج ۱۶ شماره ۱۱ ص۸ بابت ۲۰ مارچ ۱۹۶۸ء لاهور ۔سوال کے مذکورہ مقامات میں یاعلی مدد کہنا بے اشکال ہے بلکہ دعائے معروف یامحمدؐ یاعلیؑ۔الخ۔سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان ذوات مقدسہ کووسیلہ بنانا اور مشکلات میں ان سے مدد مانگنا مستحب ہے۔

۱۴۔علامہ سید اسماعیل نوری۔

آپ نے یہ دعا کفایۃ الموحدین ج ۲ ص ۸۱۸ میں درج فرمائی ہے۔

ان چودہ علماء اعلام کی تحریرات عالیہ کے بعد مولف اصول الشریعہ کا کسی خالصے کے قول پر سہارا الیناکس قدر قابل رحم ہے۔وہی شیخ خالصا (خالصی) جو اپنے فتوئی میں مجتہد اعظم اعلم دوراں آقائے السید محسن الطباطبائی الحکیم کو مشرک کہتا ہے وہ خالصی جو آئمہ اطہار علیہم السلام کو ابوحنیفہ وشافعی کی طرح ایک مجتہد سمجھتا ہے۔ان علماء اعلام و مجتہدین عظام کے فرمان کو چھوڑ کر ایسے خالصے کے قول کو حجت پیش کرنا کس شیعہ عالم کا رویہ ہوسکتا ہے؟

بریں عقل و دانش بباید گریست

ہم آخر کتاب میں اس شیخ الشیاطین خالصے کے حالات کو بے نقاب کریں گے اور اس کے بے ربط و بے ہنگم ہونے پر دلائل پیش کریں گے تا کہ مولف اصول الشریعہ کے تارِ عنکبوت سے بھی رکیک تر عذر کی حقیقت معلوم ہوسکے۔

نیز بحار ج ۱۹ ص ۷۳ میں ایک دعائے ماثورہ منقول ہے۔

من لی إلاّأنت فیما دنت واعتصمت بك یا وقایة الله أغثنی أغثنی

أدرکني۔

اے مولاؑ میرے عقیدہ میں آپ کے سوا کون ہے اے اللہ کی طرف سے ہماری جائے پناہ میں نے آپ پر بھروسہ کیا میری مدد کریں میری مشکل کو حل کریں۔

حضرت امیر المومنین اور آئمہ اطہار علیہم السلام

باذن الله کائنات کے محافظ ھیں

اس معنی پر متعدد نصوص معتبرہ میں تصریح کی گئی ہے۔

۱۔اصول الشریعہ ص ۲۳۹ میں صفتِ امام میں امام رضاؑ سے منقول ہے۔ مفزع العباد فی الداهیة الناد۔اور بندوں کا فریادرس ہے مصائب وآلام میں۔

۲۔ مصباح کفعمی ص ۳۴۱' بحار ج۱۹ ص ۷۵ میں امام جعفر صادقؑ سے منقول زیارت سرور کائناتؐ اور جناب امیرؑ میں آتا ہے۔

إسترعیة عبادك وجعلته علم الهدی وباب التقیٰ والعروة الوثقیٰ والشاهد علیهم والمهیمن علیهم۔

اے اللہ تو نے آنحضرتؐ کو بندوں کا نگہبان قرار دیا اور ان کو ہدایت کا علم وتقویٰ کا دروازہ اور مضبوط رسی اور ان کا شاہد اور محافظ قرار دیا ہے۔

۳۔بحار ج ۲۲ ص ۲۱۹ میں بروایت ابن طاؤس زیارت امام موسیٰ کاظمؑ میں وارد ہے۔إسترعاکم خلقه وآتاکم کتابه اللہ نے آپکو اپنے بندوں کا نگہبان قرار دیا اور اپنی کتاب عطا کی۔

۴۔بحار ج ۲۲ ص ۲۸۰ میں منقولہ زیارت ماثورہ میں آیا ہے۔

أشهدأنکم أبواب الله ومفاتیح رحمته و مقالید مغفرته وحرسة خلائقه۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ حضرات ہی اللہ کے دروازے اور اس کی رحمت و مغفرت کی کنجیاں اور اس کی مخلوقات کے محافظ ہیں۔

٥۔ بحار ج ٦ باب ١١ اور مراۃ الانوار ص ١٠٤ **میں امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔**

ومنّا الرقيب علىٰ خلق اللّٰه۔ **اللہ کی طرف سے مخلوقات پر نگہبان ہم میں سے ہے۔**

٦۔بحار ج ١٩ ص ٧١' ج ٢٢ ص ٢٩١ **میں قم کے بعض جلیل القدر علماء کا فرمان منقول ہے۔**

إستعن بصاحب الزمان واتخذه لك مفزعاً فإنّه نعم المعين وهوعصمة أوليائه المومنين۔

امام زمانہ علیہ السلام سے مدد طلب کرو اور ان کو ہی اپنے لئے جائے پناہ بناؤ وہی بہترین مددگار ہیں اور اپنے مومنین دوستوں کے لئے مصائب وآلام سے بچنے کا ذریعہ ہیں۔

٧۔ **آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک لقب ہے** ''الکاف''جس کے معنی روکنے والے کے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ بحارالانوار ج ٩ باب ٦' **باب فى بيان علل اسمائه** میں فرماتے ہیں۔

لأنّه يكفّ عن الناس البلايا والشرور فى الدنيا والعذاب فى الاخرة

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ لقب اس لئے ہے چونکہ آپ دنیا میں لوگوں سے ہر قسم کے مصائب و آلام دور کرتے ہیں اور آخرت میں عذاب کو دفع کریں گے۔

٨۔بحار ج ٧ ص ٣٣٦ **میں بحوالہ کتاب الاختصاص میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے۔**

أنا ملجاء كلّ ضعيف ومأمن لكلّ خائف میں ہر ضعیف کی جائے پناہ اور ہر خوف زدہ کیلئے جائے امن ہوں۔

صاحب رسالہ حقائق الاسرار فی شرح زیارت جامعہ ص ٨٥ میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ففى الاخبار الكثيرة أنّ كل نبى ووصى وملك لمّا ضعف عن العبادوعن معارضة الاعداء وكذاحين ماخافوا من اللّٰه أو من كيد الاشقياء إلتجأوا إلىٰ ولىّ الاولياء واستامنوا من سيد الأوصياء وهوّ يقوّى الضعفاء ومأمن الخائف فى جميع الامم وهو قول رسول اللّٰه لعلى يا على كنت مع الانبياءّ سراً

ومعى جهراً۔

بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ ہر نبی اور ہر وصی اور ہر بادشاہ جب بندوں کے مقابلہ سے کمزور پڑ گئے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے یا اسی طرح جب وہ خدا سے ڈرے یا اشقیاء کے مکرو فریب سے خائف ہوئے تو وہ ولی اولیاء اور سید الاوصیاءؑ کی بارگاہ میں پناہ گزیں اور امن کے طالب ہوئے اور حضور ہی ضعیفوں کو قوت دیتے ہیں اور تمام اُمتوں میں خوف زدہ کیلئے جائے امن ہیں اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو آنحضرتؐ نے امیر المومنینؑ کے متعلق ارشاد فرمائی اے علیؑ آپ ہی انبیاءؑ کے ساتھ پوشیدہ طور پر تھے اور میرے ساتھ ظاہر ہیں۔

٩۔افقہ المحدثین علامہ سعید بن ہبۃ اللہ راوندیؒ م ٥٧٣۔(١)

اپنی بیش بہا تالیف الخرائج و الجرائح ص ٢٦٣ میں فرماتے ہیں

إنّ اللّٰه قد طوىٰ الارض لائمة الهدىٰ فى أوقات مختلفة فكم من رجال فى الحاجّ كانو يضّلون فى البادية فأنقذهم اللّٰه من الهلاك بمهدى الزمان و فأرشدهم وإنّ كتبنا مشحونة بذلك فإنّ كثيراً منهم إنقطعوا عن القافلة أيّامًا ويئسوا من الحياة فإذا بصاحب الزمان أخذبأيديهم وسقاهم وبعث معهم من يطوى لهم الارض فيوصلهم إلىٰ العمران فى أسرع زمان منهم أنّ رجلاً من همدان قد تقدّم ذكره وله بهمدان نسل كثير ويقال لهم بنوراشد منهم من يروى ذلك عن جدّهم أنّه قال أنّ المهدى ناولنى صرّة فيهاخمسون ديناراً وكان لجماعة كثيرة مثل ذلك من طى الارض لهم قبله كمن ضلّ وتخلص مع زين العابدين والصادق والكاظم

(١)الکنی والالقاب جلد ٣ ص٥٨ میں اس عالم جلیل کیلئے العالم المتبحر الفقیہ المحدّث المفسّر المحقق الثقۃ الجلیل کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں محمد حسین ڈھکو صاحب نے احسن الفوائد ٣٨ میں ان کیلئے فرمایا ہے'' آپ بلند پایہ عالم و فاضل اور جامع الفنون تھے آپ نے مختلف علوم وفنون میں متعدد کتب نافعہ ورائقہ تصنیف فرمائیں''۔اس عالم اجل کی شان اوران کے حالات معلوم کرنے کیلئے لسان المیزان جلد ٤ ص ٤٨ رجال مامقانی ج ٢ ص ٢٢ مستدرک نوری جلد٣ ص ٤٨٩،روضات ص ٣٠١ بھی ملاحظہ فرماویں۔

والتقی وآباء هم وأبنائهم علیهم السلام۔

اللہ تعالیٰ نے مختلف اوقات میں امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کیلئے زمین کو طے کر دیا کتنے ہی حاجی لوگ جو کہ صحراؤں میں بھٹک گئے اللہ نے ان کو امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے ذریعے بچایا اور ان کی فریاد رسی کی ہماری کتب ایسے واقعات سے پُر ہیں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو کئی دنوں تک قافلوں سے منقطع ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو اچانک امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف نے ان کی دستگیری کی اور ان کو سیراب کیا اور ان کے ساتھ ایسے لوگ بھیجے جو جلد از جلد ان کو زمین طے کر کے آبادی تک پہنچا آئیں۔

چنانچہ ہمدان شہر کے ایک آدمی کے ساتھ بھی ایسا واقعہ پیش آیا جس کی نسل اب تک موجود ہے اور بنی راشد کہلاتی ہے اور شیعہ ہے بعض ان میں سے روایت کرتے ہیں کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف نے اس کو ایک تھیلی دی جس میں پچاس درہم تھے اور انسے قبل بھی بہت سے لوگوں کیلئے اس قسم کے واقعات پیش آئے اور ان میں سے کوئی راستہ بھول گئے اور امام زین العابدین اور امام جعفر صادق اور امام موسیٰ کاظم اور امام محمد تقی علیہم السلام اور ان کے آباء واجداد اور انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ان کو چھٹکارا ہوا۔ نیز ص ۲۶۳ میں امام صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کے متعلق فرماتے۔

ولـه نوريرى به الاشياء من بعيد كما يرى من قريب ويسمع من بعيد كما يسمع من قريب وإنّه يسير فى الدنيا كلّهاويأتى علىٰ دفع البلايا والرزاياعن البلاد والعباد شرقاً وغرباً۔

امامؑ کیلئے ایک نورانی قوت ہے جس کے ذریعے وہ اشیاء کو دور سے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح قریب سے دیکھتے ہیں اور دور سے اس طرح سنتے ہیں جس طرح قریب سے سُنتے ہیں اور ساری دنیا میں گشت کرتے ہیں اور مشرق و مغرب میں بندوں اور شہروں سے مصائب وآلام کو دفع کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ جلیل و مورخ نبیل علی بن عیسیٰ الاردبیلی متوفی ۶۴۲ ھ۔ اپنی تالیف کشف الغمہ ص ۳۳۲ میں فرماتے ہیں۔

وإنّه قدرأه جماعة إنقطعوافى طريق الحجازوغيرهافخلصّهم إلىٰ ماأرادوا۔

امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کو اسی طرح حجاز کے راستہ میں کئی بھولے بھٹکوں نے دیکھا اور امام نے ان کو مصائب وآلام سے نجات دی اور ان کو مقامات مقصودہ تک پہنچایا۔

ارباب دانش کیلئے اس قدر نصوص واضحہ اور علماء اعلام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ مشکلات وآلام میں حضرات آئمہ اطہار علیہم السلام کو اللہ کے برگزیدہ اور متصرف بندے سمجھ کر ان سے مدد طلب کرنا اور ان سے استغاثہ کرنا مستحب بلکہ علماء اعلام کے عمل کے موافق ہے اور بلا شک وشبہ یہ ذوات مقدسہ بامر الٰہی مشکلات وآلام میں بندوں کی اعانت فرماتے ہیں اور ان کی اعانت بطور وسیلہ بھی ہوتی ہے اور بطور سبب وذریعہ بھی اور وہ لوگوں کو پریشان کن امور میں نجات دلاتے ہیں جس کا انکار متعدد معجزات وواقعات کا انکار ہے۔

واللہ ولی التوفیق

آئمہ اطہار علیہم السلام کی فریاد رسی کے چند معتبر شواهد

اس سلسلہ میں ہم صرف شیعہ علماء اعلام کے نقل کردہ چند ایسے واقعات کو نقل کرتے ہیں جن سے ہمارے دعویٰ کی تائید مزید ہوتی ہے اور آئمہ اطہار علیہم السلام کی قوت قدسیہ کا اندازہ لگا کر صاحبان عرفان کے قلوب نور یقین کے سطعات سے منور ہوتے ہیں۔

۱۔ علامہ جلیل محمد باقر بن عبدالکریم الدہرشتی البہبہانیؒ۔

اپنی تالیف منیف الدمعة الساکبة ج ۴ ' اللمعة الاولیٰ النور السادس (نسخۂ مخطوط) میں فرماتے ہیں۔

کہ ''گزشتہ ایام میں ہمارے نور نظر اور میوہ دل علی محمد سخت بیمار پڑ گئے اور دن بدن ان کے مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارا درد دل اور رنج والم بھی کافی حد تک پہنچ گیا۔

علماء طلبہ اور شرفاء وسادات مجالس عزا اور نماز پنجگانہ کے بعد برابر دعاء فرماتے رہے جب بیماری کو
گیارہویں رات ہوئی تو ان کے مرض نے شدت پکڑی اور بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو ہم نے
مجبور ہو کر امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی طرف رجوع کیا اور ہم کمرے سے نکلے اور مکان کی
چھت پر چڑھ گئے ہماری طبیعت بہت مضمحل تھی دل میں رنج والم کی آگ بھڑک رہی تھی اور نہایت
ہی خضوع وخشوع سے اپنے امامؑ کو مدد کیلئے پکارا اور برابر یہ الفاظ کہے: یاصاحب الزمان
أغثني یاصاحب الزمان أدركني اور بہت ہی گریہ زاری کرتا اور خاک میں لوٹتا رہا پھر
جب نیچے اترا اور دیکھا کہ بچے کی سانس درست ہو چکی تھی اور حواس ٹھیک ہو چکے تھے اور وہ پسینہ
میں شرابور تھا۔ پس میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

۲۔بحار ج ۱۳ ص۱۲۳، منتهى الآمال ج ۲ ص ۵۲۳، سفينة البحار ج ۱ ص ۳۴۳
میں منقول ہے کہ حلہ شہر کے اندر ابوراجح حمامی نامی ایک مومن اثناعشری تھا جس کے متعلق مرجان
الصغیر حاکم وقت کے پاس یہ الزام لگایا گیا کہ یہ صحابہ رسولؐ پر سب وشتم کرتا ہے بادشاہ وقت نے
اس کو بلایا اور حکم دیا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں چنانچہ اس کو اتنا مارا گیا کہ اس کے دانت ٹوٹ گئے
ناک زخمی ہو گئی اور نکیل ڈال کر اس کو شہر میں پھرایا گیا پھر حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے جب اس کو قتل
کیا جانے لگا تو اس کے اعزاء واقارب نے مزاحمت کی یہ ضعیف العمر ہے زخم شدید ہیں جن کی تاب
لانا دشوار ہے یہ خود ہی مر جائے گا چنانچہ اس کا خون آلود جسم اٹھا کر اس کے گھر لے گئے دوسرے روز
لوگوں نے اس کو بالکل صحیح وسالم دیکھا جس کے جسم پر زخموں کے نشان تک نہ تھے۔ حتی کہ دانت بھی
درست تھے لوگوں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا کہ جب میں نے موت کو دیکھا تو بہت ہی دکھ ہوا
زبان نہ تھی کہ جس کو حرکت دیتا اور کلام کرتا چنانچہ میں نے دل ہی دل میں اللہ کو یاد کیا اور امام زمانہ
صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کو مدد کیلئے پکارا جب رات ہوئی تو یکا یک کمرہ میں روشنی پھیل گئی اور میں نے
دیکھا کہ امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف تشریف لے آئے اور میرے چہرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا
جاؤ اپنے اہل وعیال کے لئے کماؤ اللہ نے تم کو عافیت دے دی پس میں اب تندرست ہو گیا ہوں۔

۳۔ كشف الغمّة ص۳۳۲، منتهى الآمال ج ۲ ص۵۱۲، تحفة المجالس ص۲۱۳،

النجم الثاقب ص ۲۳۹ تالیف علامه نوریؒ م ۱۳۲۰ ھ میں ہے کہ علامہ اربلیؒ نے فرمایا
کہ مجھ کو باقی بن عطوة العلوی الحسینی نے بتایا کہ ان کے والد عطوة زیدی المذہب تھے اور اپنے
شیعہ بیٹوں کو مذہب شیعہ سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تب شیعہ ہوں گا جب تمہارا بارہواں
امامؑ آئے اور مجھ کو میری مرض سے شفاء دے دے اور بار بار یوں کہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ہم عشاء
کے وقت بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے والد زور زور سے چلانے لگے اور ہمیں پکارنے لگے ہم جلدی
جلدی گئے تو وہ کہنے لگے جاؤ جلدی جاؤ تمہارے امامؑ ابھی ابھی باہر نکل گئے ہیں ہم نے دیکھا تو
وہاں کوئی نہ تھا پھر انہوں نے ہمیں بتلایا کہ ایک شخص اندر آیا اور مجھ سے کہا
یاعطوة أناصاحب بنيك جئت لأ برئك ممّا بك ثمّ مدّ يده فعصّر قروتي
ومددت يدي فلم أرلها أثراً۔
اے عطوة میں تمہارے بیٹوں کا امامؑ ہوں اور تمہیں تمہارے مرض سے شفاء دینے آیا ہوں پھر
انہوں نے ہاتھ بڑھایا اور میرے زخم کو چھوا میں نے دیکھا تو زخم کا نام ونشان تک نہ تھا۔

٤۔ بحار ج ۱۳ ص ۱٤۸، منتهى الآمال ج ۲ ص ۵۱۷ اور النجم الثاقب ص
۲۹۷ میں بحوالہ ضیاء العالمین وغیرہ علامہ مجلسیؒ سے مروی ہے۔
آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے والد بزرگوار علامہ محمد تقی مجلسیؒ نے بیان کیا کہ ہمارے زمانے میں
نہایت ہی نیک سیرت شریف اور عبادت گزار بزرگ تھے جن کو امیر اسحاق استر آبادی کہا جاتا تھا
ان کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور تھی کہ ان کیلئے زمین خود بخود طے ہو جاتی ہے اور انہوں نے
چالیس حج کئے ہیں اور تھوڑی دیر میں دور دراز کا سفر طے کر لیتے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ ہمارے شہر
اصفہان میں تشریف لائے اور میں جا کر ان سے ملا اور میں نے سبب دریافت کیا کہ آپ کے
متعلق یہ شہرت کیوں ہے؟
انہوں نے مجھے بتلایا کہ ایک مرتبہ میں حاجیوں کے ساتھ مکہ جا رہا تھا جب ہم لوگ مکہ
سے سات یا نو منزل دور ایک مقام پر پہنچے تو بعض وجوہات کی بنا پر میں قافلہ سے بچھڑ گیا اور قافلہ

چلا گیا اور میں ادھر اُدھر بھٹکتا رہ گیا بہت پریشان ہوا پیاس نے غلبہ کیا حتی کہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا پس میں نے بآواز بلند استغاثہ کیا۔

یاأباصالح إرشدونا إلیٰ الطریق یرحمکم اللّٰه

اے امام زمانہؑ خدا آپ پر رحم کرے مجھ کو راستہ بتلایئے اتنے میں مجھے دور سے ایک شخص دکھائی دیا اور چشم زدن میں وہ میرے پاس آ پہنچا میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت گندم گوں اور نہایت ہی پاکیزہ لباس میں ملبوس ایک جوان تھا اور شکل و شباہت سے معلوم ہوتا تھا کہ کسی شریف ترین گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اور اونٹ پر سوار تھا اور اس کے ساتھ ایک برتن تھا میں نے سلام کیا اور انہوں نے مجھ کو جواب دیا اور کہا آپ پیاسے ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں پس انہوں نے مجھ کو اس برتن سے پانی پلایا اور کہا کیا آپ قافلہ کے پاس پہنچنا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض کی جی ہاں پس انہوں نے مجھ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور چل دیئے۔ میری عادت تھی کہ میں ہمیشہ دعائے حرز یمانی پڑھا کرتا تھا چنانچہ میں نے وہ دعا پڑھنی شروع کی تو وہ جگہ جگہ میری اصلاح کرتے گئے تھوڑی دیر گزری کہ انہوں نے مجھ سے کہا پہچانتے ہو کون سا مقام ہے؟ میں نے دیکھا تو وہ وادیٔ مکہ تھی پس انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اب اتر جاؤ میں اترا تو وہ اچانک غائب ہو گئے تب میری سمجھ میں آیا کہ وہ امام آخرالزمان صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف تھے اور ان کی مفارقت پر میں بہت غمگین ہوا ساتویں روز قافلہ بھی وہاں پہنچ گیا جب انہوں نے مجھ کو مکہ میں دیکھا تو وہ حیران ہو گئے حالانکہ وہ میری زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے میرے متعلق یہ مشہور کر دیا کہ زمین میرے لئے خود بخود طے ہو جاتی ہے۔

۵۔ **علامہ جلیل مرزا حسین نوری**۔ جنۃ الماویٰ حکایت ۵۳ میں رقمطراز ہیں مجھ سے ہمارے شہر کے ایک مرد مومن نے بیان کیا جس کا نام شیخ قاسم تھا یہ اکثر حج پر جایا کرتے تھے یہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج پر جاتے ہوئے میں راستہ میں بہت تھک گیا اور ایک درخت کے نیچے آ کر سو گیا میری آنکھ لگ گئی اور قافلہ چلا گیا جب میں جاگا تو بہت ہی حیران و پریشان ہوا اور سرگردان تھا کہ اب کہاں جاؤں؟ پس میں نے بآواز بلند یہ استغاثہ کیا۔ یاأباصالح! میں الفاظ سے امام

آخرالزمان صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کو پکار رہا تھا (جیسا کہ ابن طاؤس نے امان الاخطار میں لکھا ہے کہ رستہ بھول جاؤ تو امام کو یوں پکارو یااباصالح!) اتنے میں ایک شتر سوار ظاہر ہوا اور میرے قریب آ کر پوچھا کہ تم قافلہ سے جُدا ہو گئے ہو پس انہوں نے مجھ کو اپنے پیچھے بٹھا لیا اور چل دیئے پس تھوڑی سی دیر ہی گزری تھی کہ ہم حاجیوں کے قریب آ پہنچے اور مجھ سے فرمایا کہ اب اُتر جاؤ اور قافلہ سے جا ملو میں نے کہا کہ مجھ کو سخت پیاس لگی ہے پس انہوں نے مجھ کو پانی پلایا خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور شیریں پانی کبھی نہ پیا تھا پس میں حاجیوں سے جا ملا۔

۶۔ علامہ شیخ عباس قمی نے منتھی الآمال ج ۲ ص ۵۲۵ میں اور علامہ نوریؒ نے جنۃ الماویٰ حکایت ۴۴ میں ایک طویل واقعہ نقل کیا ہے۔ ہم اس کا لب لباب پیش کرتے ہیں (من شاء فلیراجع) ہم سے عالم جلیل مولانا علی الرشتی نے بیان کیا جو کہ نہایت ہی جلیل القدر اور نیک سیرت عالم تھے کہ میں ایک مرتبہ کربلا سے نجف جا رہا تھا پس میں نے دریائے فرات کے راہ سے کشتی کا سفر اختیار کیا تب کربلا سے نجف جانے کیلئے قصبہ طویریج تک چھوٹی چھوٹی کشتیاں جاتی تھیں اور طویریج سے حلہ اور نجف کی طرف خشکی کا راستہ تھا چنانچہ جب میں کشتی میں سفر کر رہا تھا تو کشتی کے اندر ایک نہایت ہی باوقار شخص خاموشی سے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا اور کشتی کے دوسرے مسافر گپ شپ میں وقت گزار رہے تھے اور کبھی کبھی اس شخص پر آوازیں کس دیتے اور اس سے چھیڑ چھاڑ کرتے اور اس کے مذہب پر تنقید شروع کر دیتے اور وہ بڑی لاپرواہی سے سب کچھ سن لیتا۔

چنانچہ اثناء راہ میں ایک جگہ پانی چھوٹا آ گیا تو مسافروں کو کشتی سے نکل کر پیدل چلنا پڑا میں نے چلتے چلتے اس شخص سے گفتگو شروع کر دی اور ماجرا دریافت کیا اس نے بتلایا کہ یہ لوگ میرے اعزاء و اقارب ہیں اور یہ اہل سنت میں سے ہیں اور میں شیعہ ہوں میرا باپ ان کا ہم مشرب تھا لیکن والدہ شیعہ تھی پہلے میں بھی ان کا ہی مذہب رکھتا تھا لیکن اللہ نے مجھ پر احسان فرمایا اور مجھ کو راہ حق کی ہدایت فرما دی اور یہ سب کچھ امام آخرالزمان صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی برکت سے ہوا۔ میں نے تفصیلی طور سے واقعہ دریافت کیا تو وہ مجھ کو اپنا قصہ یوں بیان کرنے لگا۔

میرا نام یاقوت ہے میں حلہ شہر کا رہنے والا ہوں حلہ کی پل پر میری تیل کی دکان ہے
واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ میں تیل خریدنے حلہ سے باہر دیہات میں گیا میرے ساتھ کافی لوگ
تھے ہم سب ایک مقام پر رکے اور آرام کیا چنانچہ میں سو گیا اور مجھ کو کسی نے جگایا جب میری آنکھ کھلی
تو سب جا چکے تھے میں نے اپنا سامان گدھے پر لادا اور اکیلا ایک طرف کو چل دیا راستہ میں ایک
جنگل پڑتا تھا جس میں کافی درندے تھے اور میلوں تک آبادی کا نام ونشان نہ تھا میں رستہ بھول گیا
ادھر درندوں کا ڈر تھا پس میں نے خلفاء مشائخ کا نام لے لے کر پکارنا شروع کر دیا اور استغاثہ کرتا
رہا مگر خاک بھی نہ ہوا دل میں خیال آیا کہ اماں کہا کرتی تھی کہ ہمارے ایک امام ہیں جو زندہ ہیں اور
ان کی کنیت ابو صالح ہے اور وہ مظلوموں کی فریاد رسی کرتے ہیں اور راستہ بھولنے والوں کی راہنمائی
فرماتے ہیں۔

پس میں نے یا ابا صالح کہہ کے استغاثہ کیا فوراً ہی داہنی طرف کو ایک شخص کھڑا ہوا نظر آیا
جس کے سر پر سبز عمامہ تھا پھر اس نے سامنے والی سبزیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا جس طرف کہ وہ
سبزیاں ہیں اور نہر کے کنارے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بتلایا کہ راستہ اُس طرف ہے اور
عنقریب تم ایک بستی میں جا پہنچو گے جس کے باشندے سب مومن ہیں میں نے کہا مولا آپ
میرے ساتھ چلئے انہوں نے جواب دیا۔ لا لأنّه إستغاث بي ألف نفس في أطراف
البلاد أريد أن أغيثهم مختلف شہروں میں ایک ہزار آدمیوں نے مجھ سے استغاثہ کیا ہے میں ان
سب کی فریاد رسی کرنا چاہتا ہوں یہ کہہ کر وہ غائب ہو گئے اور میں اس گاؤں میں جا پہنچا جب میں
واپس اپنے شہر حلہ پہنچا تو سید الفقہاء مولانا سید محمد مہدی القزوینی کو اپنا واقعہ سنایا اور ان کے ہاتھ
شیعہ مذہب قبول کیا۔

علامہ جلیل محدث نوریؒ م ۱۳۲۰ھ۔

اپنی کتاب جنۃ الماوی میں اس قسم کے متعدد واقعات نقل کر کے فرماتے ہیں۔

إنّ إغاثة الملهوف كذلك في الفلوات وصدور هذه المعجزات لا يتيسر
لأحد إلّا الخليفة في البرّيات بل هو من مناصبه الالهية بالتحقيق اس طرح جنگلات

اور صحراؤں میں مصیبت زدہ کی فریاد رسی کرنا اور ایسے معجزات کا صادر کرنا سوائے خلیفۃ اللہ فی
المخلوقات کسی کے بس کا روگ نہیں ہے بلکہ مصیبت زدوں کی فریاد رسی سے فرمانا ان کے مناسب
الٰہیہ میں سے ہے۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کا ایک مومنہ کی مدد کرنا

علامہ مجلسی بحار الانوار ج۹ ص ۶۸۵ اور علامہ باقر الدمة الساكبة ج۱
ص ۱۹۵ اور علامہ فخر الدین ابن طریح نجفی متوفی ۱۰۸۵ھ المنتخب میں روایت
کرتے ہیں۔ طوالت کی وجہ سے روایت کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے اصل روایت کیلئے کتب محولہ کی
طرف رجوع کیجئے ''زید نساج راوی ہے کہ میرے پڑوس میں ایک نیک سیرت اور عبادت گزار
شخص رہتا تھا ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کیلئے گیا تو یہ شخص جمعہ کا غسل کرنا
چاہتا تھا میں نے اس کی پشت پر ایک بالشت سے زیادہ زخم دیکھا جس سے پیپ بہہ رہی تھی اس
نے مجھ سے کہا کہ ذرا میری مدد کر دو۔ میں نے کہا نہیں البتہ اگر تم مجھ کو اس زخم کی حقیقت سے آگاہ
کرو تب مدد کروں گا ورنہ نہیں چنانچہ اس نے وعدہ کیا اور کہا مگر میری زندگی میں تم کسی کو اس واقعہ
سے مطلع نہ کرنا چنانچہ وہ غسل سے فارغ ہوا اور دھوپ میں بیٹھ کر مجھ کو اپنا قصہ بیان کرنے لگا اور کہا
سُنو! کافی عرصہ گزرا ہے کہ ہم دس دوست تھے اور ہمارا مسکن کوفہ تھا مسافروں کو لوٹنا اور نقب زنی
ہمارا مرغوب پیشہ تھا ہر رات کو ایک ایک دوست ہم سب کیلئے خورد ونوش کا انتظام کرتا تھا۔

ایک مرتبہ ہم کھا پی کر ادھر ادھر کھسک گئے اور میں گھر آ کر سو گیا کافی دیر کے بعد میری
بیوی نے مجھ کو جگا کر کہا کل کھانے پکانے کی باری تمہاری ہے گھر میں ایک دانہ تک نہیں آج جمعہ کی
رات ہے لوگ زیارت کیلئے نجف جا رہے ہیں جا کر نقب زنی کرو اچھا موقع ہے میں اُٹھا تلوار لی
اور کوفہ سے باہر نجف کے راستے میں ایک خندق میں چھپ گیا اندھیری رات تھی آسمان پر گھٹا ٹوپ
بادل چھائے ہوئے تھے ایک دفعہ بجلی چمکی تو مجھ کو دور سے دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے جب وہ

قریب آئے تو پھر بجلی کوندی اور میں تلوار لے کر باہر نکلا دیکھا تو دو عورتیں ہیں ایک بوڑھی اور دوسری جوان میں نے ان کا راستہ روک لیا اور زیور اُتارنے پر مجبور کیا اور دونوں نے خاموشی سے زیور اتار دیئے شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا اور مجھ کو برائی پر آمادہ کیا اور میں نے اس جواں عورت سے بدی کا اظہار کیا بوڑھی عورت کہنے لگی اے بندۂ خدا ہمارے کپڑے اور زیور لے لے اور ہم کو جانے دے یہ یتیم بچی ہے کل اس کی شادی ہونے والی ہے اس کی قوم کو رسوا نہ کر میں نے اس کو ڈانٹا اور ایک طرف کو دھکیل دیا اور لڑکی کو زمین پر گرا دیا اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا اس نے چلانا شروع کیا!

''المستغاث بك ياالله والمستغاث بك ياعلیؑ''

جیسے ہی اس نے یااللہ مدد یاعلیؑ مدد کہا اچانک سوار ظاہر ہوا جس کا لباس سفید تھا اور بدن سے خوشبو مہک رہی تھی اور مجھ سے کہا اس کو چھوڑ دو میں نے کہا جا جا شکر کر میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ تو بھی بچ کر نہ جاتا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک مجھ کو دے ماری اور میں غش کھا کر گر پڑا نہ معلوم میں کب تک پڑا رہا البتہ نیم بیہوشی میں اتنا سنائی دیا کہ اس نے عورتوں سے کہا کپڑے پہنو اور زیور لے کر واپس چلی جاؤ بوڑھی عورت نے کہا آپ کون ہیں؟ خدا آپ پر رحم کرے ذرا ہم کو نجف پہنچاتے جایئے اُنہوں نے مسکرا کر جواب دیا میں علی بن ابی طالب ہوں تم واپس چلی جاؤ میں نے تمہاری زیارت قبول کی ہے'' اس واقعہ کو تینوں عالموں نے بلا ردوقدح نقل کیا ہے۔

علامہ سید مہدی تنکابنی طوالع الانوار ص ۲۳۱ **میں یہ نقل کر کے فرماتے ہیں۔**

علم من هذاالحديث كونهم أحياء وحياتهم ومماتهم سواء ففی مماتهم يظهرعنهم المعجزات الغريبة كما يظهر فی حياتهم فهم عالمون بالغيب فی الحالتين يعلمون ما يحدث فی العالم شرقاًوغرباً۔

اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ ذوات مقدسہؑ زندگی اور موت میں برابر ہیں ان کی موت کے بعد بھی ان سے حیات کی طرح عجیب وغریب معجزات ظاہر ہوتے ہیں اور یہ عالم الغیب ہیں اور

مشرق ومغرب میں ہونے والے حوادث سے باخبر ہیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا سعودیوں کو قتل کرنا

یہ واقعہ نجف اشرف میں اتنا مشہور ہے کہ نجف کے بچہ بچہ کی زبان سے سننے میں آتا ہے۔

علامہ جلیل شیخ جعفر بن محمد نجفیؒ الانوار العلویہ ص ۳۰۶ میں رقمطراز ہیں کہ یہ واقعہ مجھ سے علماء کی ایک جماعت نے بیان کیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب سعودیوں نے نجف اشرف پر حملہ کیا اور اہل نجف تین دن دیوار شہر میں محصور رہے۔ تیسرے روز ایک شہسوار ظاہر ہوا جو کہ بہترین گھوڑے پر سوار تھا تلوار میان سے نکلی ہوئی تھی نورانی چہرہ نقاب کے بادل میں پنہاں تھا جس کے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اُٹھ کر فضاء کو منور کر رہی تھیں۔ پس انہوں نے وہابیوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور سوائے ایک کے سب کو مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس ایک سے کہا جاؤ اہل شہر کو بتلا دو چنانچہ وہ شخص شہر میں آیا اور لوگوں سے کہا اے لوگو ہم کو علی علیہ السلام بن ابی طالب نے قتل کر دیا لوگوں نے پوچھا تم کو کیسے معلوم ہوا اس نے کہا کہ انہوں نے خود بتلایا ہے بعض ضعیف العقیدہ لوگوں نے نہ مانا تو کسی عالم دین نے کہا جا کر دیکھو اگر لاشوں پر ایک ہی وار کا نشان ہے تو وہ علی علیہ السلام کے قتل کئے ہوئے ہیں ورنہ نہیں جب لوگوں نے جا کر دیکھا تو واقعی ہر لاش پر صرف ایک ہی وار کا نشان تھا پھر اس عالم نے کہا جا کر یہ بھی دیکھو کہ ہر لاش کے دو دو ٹکڑے برابر ہیں یا کم وبیش اگر برابر ہوں تو یقین کر لینا کہ وہ علی علیہ السلام کے مارے ہوئے ہیں جب لاشوں کے ٹکڑوں کو تولا گیا تو ہر لاش کے دونوں ٹکڑے برابر نکلے۔ پس لوگوں نے یقین کر لیا ہم سے بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ ان کے والد نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا ہے۔

یاد رکھیئے کہ ان واقعات کی تکذیب نہیں کی جا سکتی خود آئمہ طاہرین علیہم السلام نے بتلایا ہے۔''**میّتنا لم يمت و غائبنالم يغب وقتلانالم يقتلوا**'' (بحارالانوار ج ۷ ص ۲۷۵)

ہمارے مرنے والے مردہ نہیں ہیں اور غائب ہونے والے غائب نہیں ہیں اور ہمارے مقتول

مقتول نہیں ہیں۔

علامہ سید محمد سلطان الواعظین شیرازی۔ خورشید خاور ج ۱ ص ۱۰۸ میں فرماتے ہیں کہ خصوصاً شہداء اور توحید کی راہ میں قتل ہونے والے کتب آسمانی اور تعلیمات ربانی کے حکم سے علاوہ روحانی جنبہ کے جسمانی حیثیت سے بھی زندہ اور گوش شنوا اور چشم بینا کے مالک ہوتے ہیں۔

بحار ج ۱۰ ص ۹۷ اور مدینة المعاجز ص ۲۴۷ میں موجود ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام موت ظاہری کے بعد بھی کئی دفعہ جسمانی صورت میں ظاہر ہوئے اور فرمایا!

"یموت من مات منّا ولیس بمیّت"

ہمارے مرنے والے بظاہر مرجاتے ہیں مگر وہ مردہ نہیں ہوتے خود آئمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی ہے من أنکر شیئاً ممّا أعطانا اللّٰہ فقد أنکر قدرة اللّٰہ جس نے ہمارے قدرت کی طرف سے عطا کردہ کمالات کا انکار کیا گویا اس نے اللہ قدرت کا انکار کیا۔(مراۃ الانوار ص ۱۸۱، بحار ج ۷ ص ۲۷۵)

اس سلسلہ میں زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔خود مؤلف اصول الشریعہ کے ممدوح خصوصی عمدة الاصولیین والفقہاء السید اسماعیل الطبرسی النوری کا قول کافی ہے۔موصوف فرماتے ہیں!"شکی نیست کہ آئمہ طاہرین علیہم السلام ازبرائے ایشاں ست ولایت مطلقہ کہ حق تعالیٰ قرار داد از برائے ایشاں و آں راجاری وساری ساخت درکافہ کائنات و قرار داد نزد ایشاں ہفتاد ودواسم اعظم الٰہی اینکہ تصرف نمایند درکافہ کائنات بامر واذن خدائی خصوصاً در مقام اعجاز کہ قادرند بامر الٰہی منقلب نمایندارض رابسماء وسماء رابأرض ودنیارابآخرت وآخرت رابدنیا ولکنّ مایشاؤون إلاّأن یشاء اللّٰہ۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ آئمہ علیہم السلام کے پاس اللہ کی جانب سے عطاء شدہ ولایت مطلقہ موجود ہے جو اس نے تمام کائنات میں جاری فرمائی ہے اور ان کو اسم اعظم الٰہی کے ۷۲ حروف عطاء کئے ہیں تا کہ ان کے ذریعے وہ پوری کائنات میں اللہ کے امر واذن سے تصرف کرسکیں

خصوصاً مقام اعجاز میں تو وہ اتنی قدرت کے مالک ہیں کہ اللہ کے حکم سے زمین کو آسمان، آسمان کو زمین، دنیا کو آخرت اور آخرت کو دنیا بنا سکتے ہیں لیکن وہ ایسا کام کرنا چاہتے ہی نہیں جو اللہ کی مشیت میں نہ ہو۔

اس قدر قدرت وطاقت رکھنے والی ذوات مقدسہ سے کیونکر بعید سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ مصیبت زدہ کی آواز سنیں اور ان کی فریادرسی نہ کریں۔

وفی ذلک بلاغ لقوم یعقلون

باب ششم

آنحضرتؐ اور آئمہ اطہارؑ کے حاضر و ناظر ہونے کے بیان میں

ہم نے کئی مقامات پر تصریح کردی ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی ہر شان اور ہر فضیلت عقل بشر سے بالاتر ہے جیسا کہ خود امام رضاؑ نے فرمایا ہے۔

ضلّت العقول وتاهت الحلوم عن شأن من شأنه أوفضيلة من فضائله

(عیون اخبار الرضا ص ۱۲۲، اصول کافی ص ۲۰۱)

عقول و افہام آئمہ معصومین علیہم السلام کی ایک ایک شان یا ایک ایک فضیلت کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم اپنی عقول ناقصہ کے ساتھ ان کے مدارج وہبیہ کا کیونکر اندازہ لگا سکتے ہیں؟ جب کہ ہم اس شیطان رجیم کی قوت تصرف کا ادراک بھی نہیں کر سکتے جس کے متعلق پروردگار عالم کا فرمان قرآن مجید میں موجود ہے ﴿إنّه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم﴾

(پارہ ۸ رکوع ۱۰) بالتحقیق شیطان اپنے لشکر سمیت تم کو دیکھ رہا ہے اور تم ان کو نہیں دیکھ رہے۔

جب معبود حقیقی اپنے ایک دشمن کو اتنی قوت باصرہ عطاء کردے کہ آنِ واحد میں ہزارہا انسانوں کے افعال کا احاطۂ علمی رکھتا ہو اور اس میں شرک قرار دیئے بغیر ہر کلمہ گو شیطان کو تقریباً حاضر و ناظر سمجھے تو ان ذواتِ مقدسہ کی عظمت قدرت سے یہ امر کیونکر بعید قرار دیا جا سکتا ہے جن کے متعلق عمدۃ الاصولیین آقا سید اسماعیل الطبرسی النوریؒ کفاية المواحدين ج ۱ ص ۲۵۰ میں فرماتے ہیں۔

"مادح ایشاں خدائے عالمیان ست وہمہ انبیاء مرسلین وکافہ ملائکہ مقرّبین عاجز از ذکر اوصاف ونقل فضائل ایشاں و ہرچہ بخواہند گویند بعشری از الف الف کرور عشر از فضائل ومدائح ایشاں رانخواہند رسید چگونہ می شود کہ ممکن باشد معرفت ایشاں و حال اینکہ سید انبیاء فرمودند یاعلی لا يعرفك إلاّ الله وأنا ولا يعرفني إلاّ الله وأنت ولا يعرف الله إلاّ أنا وأنت۔ ان کا مادح خود معبود حقیقی ہے اور تمام ملائکہ مقربین ان کے اوصاف کے ذکر سے اور ان کے فضائل و مدائح کے نقل کرنے سے قاصر ہیں اور وہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ان ذوات مقدسہؑ کے فضائل کا ایک سو کروڑ کروڑ واں حصہ بھی نہیں ہو سکتے تو پھر ان

کی معرفت کیونکر ہوسکتی ہے؟ جب کہ سرور انبیاءؐ فرما گئے ہیں اے علیؑ آپکو اللہ اور میرے سوا کسی نے نہ پہچانا اور مجھے آپ کے اور اللہ کے سوا کسی نے نہ پہچانا اور اللہ کو آپ کے اور میرے سوا کسی نے نہ پہچانا ان ذوات مقدسہؑ کا تمام اُمت کے حالات پر اپنی قوت قدسیہ کے ذریعہ سے احاطۂ علمی رکھنا محض ہماری خوش اعتقادی پر مبنی نہیں ہے بلکہ نصوص صریحہ اور اخبار متواترہ اور فرمائشات علماء اعلام سے اس کا ثبوت پایہ تکمیل تک پہنچ چکا ہے۔

ملک الموت فرشتہ جس کی قوت تصرف کا اندازہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث معتبر سے ہوسکتا ہے جو کہ تفسیر برھان ص ۵۸۷، تفسیر قمی ص ۳۷۰، ص ۵۷۱، تفسیر لوامع التنزیل ج ۱۵ ص ۳۹ اور بحار ج ٦ ص ۳۷٦ میں بسندِ معتبر مروی ہے کہ شب معراج میں نے ایک فرشتہ کو دیکھا جس کے سامنے ایک تختی تھی جس کو وہ غور سے دیکھ رہا تھا جبریل نے بتلایا کہ یہ ملک الموت ہے جس کا کام تمام ملائکہ سے زیادہ دشوار ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جو شخص بھی مرجائے اس کی روح یہی قبض کرتا ہے اور خود ہی مرجاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں پھر ملک الموت نے خود بتلایا۔

ما الدنیا کلّها عندی فیها سخرّ اللّٰه لی ومکنّنی علیها إلّا کالدرھم فی کفّ الرجل یقلّبه کیف یشاء ساری دنیا میرے لئے اللہ کی عطاء کردہ قوت کے مطابق ایک درہم کی طرح ہے جو کسی کے ہاتھ میں پڑا ہوا اور وہ شخص اپنی مرضی سے اس کو الٹ پلٹ کر رہا ہو۔

نیز بحار ج ۳ ص ۱۳۰ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے۔

إنّ الدنیا عند ملك الموت إلّا کدرھم فی کفّ الرجل ساری دنیا ملک الموت کے آگے ایسے ہے جس طرح کسی کے ہاتھ میں ایک درہم ہو۔

۱۔ سند میں علی بن بابویہ قمی ہیں۔

آپ شیخ صدوقؒ کے والد عظیم اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی اور ثقہ ہیں۔

۲۔ محمد بن ابی عمیر ازدی۔

ان کی جملہ احادیث کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔(منتھی الآمال ج ۲ ص ٤٠١)

۳۔ ہشام بن سالم جوالیقی۔

ثقہ جلیل ہیں۔رجال ابی علی حائری ص ۳۲۲، احسن الفوائد ص ۱۰ نیز دوسری حدیث بحار ج ۳ ص ۱۳۱ میں بحوالہ کافی زید الشحام سے مروی ہے

کہ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "الارض بین یدیه کالقصعة یمدّه یده"

تمام زمین ملک الموت کے سامنے پیالے کی طرح ہے جہاں چاہتا ہے ہاتھ بڑھا دیتا ہے۔

سلسلہ سند

۱۔ علی بن ابراہیم قمی۔

آپ کلینیؒ کے استاد ہیں جلیل القدر اور ثقہ متفق علیہ ہیں۔(فھرست ابن ندیم ص ۳۱۱) سفینة البحار ج ۲ ص ۲٤۳ میں ہے ثقة فی الحدیث ثبت معتمد صحیح المذھب۔

۲۔ ابرہیم بن ہاشم القمی۔

شیخ جلیل القدر ہیں جنہوں نے کوفہ میں حدیث آلِ محمد علیہم السلام کو نشر کیا۔(سفینة ج ۱ ص ۸۰)

۳۔ عمر بن عثمان الخزاز الثقفی۔

خلاصه ص ٦٠ میں ہے ثقة نقی الحدیث صحیح الحکایات آپ ثقہ اور پاکیزہ حدیث بیان کرنے والے اور صحیح الحکایات ہیں۔

٤۔ زید الشحام۔

ثقہ متفق علیہ ہیں۔(خلاصه ۳٦، سفینة ج ۱ ص ۵۷٦)

امامؑ کی قوت تصرّف شیطان اور ملک الموت کی قوت سے بالا تر ھے

جب ان احادیث صریحہ وصحیحہ میں آپ نے شیطان وملک الموت کی قوت کا اندازہ لگالیا تو آیئے اب ان کی قوت وہبیہ کا قوت امامؑ کے ساتھ موازنہ کریں جو اللہ نے اپنے کمال کے ساتھ عطاء فرمائی ہے تاکہ امام کی عظمت وشہامت واضح ہو جائے۔

بحارالانوار ج ١٤ ص ٦٣٣ اور مدینۃ العاجز ص ٣٩٥ میں **بحوالہ دلائل الامامہ ابو جعفر محمد بن جریر بن رستم الطبری بسند معتبر مفضل سے مروی ہے۔**

قلت لأبی عبداللّٰہ علیہ السلام جعلت فداك مالأبلیس من السلطان قال مایوسوس فی قلوب الناس قلت فمالملك الموت قال یقبض الارواح قلت وھماسلطانان علیٰ ما فی المشرق والمغرب قال نعم قلت فمالك؟ جعلت فداك من السلطان قال اعلم ما فی المشرق والمغرب و ما فی السماوات والارض وما فی البرّ والبحر وعدد ما فیھنّ ولیس ذلك لابلیس ولالملك الموت۔ میں نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ابلیس کے پاس کتنی طاقت ہے امامؑ نے فرمایا کہ اتنی طاقت ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسواس ڈال دیتا ہے میں نے کہا اور ملک الموت کے پاس کتنی طاقت ہے کہا کہ تمام ارواح کو قبض کرتا ہے میں نے کہا کیا وہ دونوں مشرق ومغرب کے اندر ہر ایک پر مسلط ہیں انہوں نے فرمایا ہاں میں نے کہا مولاؑ آپ کے پاس کتنی طاقت ہے میں آپ پر قربان جاؤں! امامؑ نے فرمایا کہ میں مشرق ومغرب، آسمانوں اور زمینوں، سمندروں اور صحراؤں کی ہر شے کو ان کی تعداد کے ساتھ جانتا ہوں اور اس قدر تفصیلی علم نہ ملک الموت کے پاس ہے اور نہ ابلیس کے پاس۔

دنیا پر امامؑ کی قوت تصرف

١۔بحار ج ٧ ص ٢٧٣ میں **امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔**

یاحمران إنّ الدنیا عند الامام والسماوات والارضون إلّاھکذا وأشار بیدہ إلیٰ راحۃ یعرف ظاھرھا من باطنھا و داخلھا وخارجھاورطبھاویابسھا۔

اے حمران! امامؑ کے آگے ساری کائنات اس طرح ہے امامؑ نے ہتھیلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا امامؑ کائنات کے ظاہر وباطن اندر وباہر اور خشک وتر کو جانتا۔(١)

٢۔بصائر الدرجات ص ٤٠٨ ط جدید **میں ہے سماعۃ بن مہران میں مروی ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔**

إنّ الدنیا تمثل للامام فی فلقۃ جوزۃ فمایعرض لشئی منھا إلّاوانّہ لیتناولھامن أطرافھاکمایتناول أحدکم فوق ما فی مائدۃ۔

دنیا کی مثال امامؑ کے لئے ایسے ہے جیسے اخروٹ کا ٹکڑا وہ اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے اس کے اطراف سے اس طرح اٹھالیتا ہے جس طرح تم دسترخوان سے کوئی چیز اُٹھالیتے ہو۔

سلسلہ سند میں یہ راوی ہیں۔

١۔محمد بن حسین ابن ابی خطاب۔نجاشی ص ٢٣٦ **میں ہے** جلیل من أصحابنا۔جلیل القدر اصحاب میں سے ہیں۔

(٢) حمران بن اعین شیبانی آئمہ اطہارؑ کے جلیل القدر صحابی ہیں۔ منتھی المقال ص ١٢٠ و سفینۃ البحار جلد ١ ص٢٣٥ میں ہے۔کان حمران من اکابر الشیعۃ المفضلین الذین لا یشك فیھم حمران ان افاضل واکابر شیعان آل محمدؑ میں سے تھے جن کے متعلق شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔رجال کشی ص١١٧ میں ہے امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ انہوں نے حمران کے متعلق فرمایا۔ إنّہ رجل من أھل الجنۃ۔یہ اہل جنت میں سے ہیں ایک مقام پر حمران مومن لا یرتد أبداً ۔حمران ایسے مومن ہیں جو راہ راست سے کبھی ہٹ نہیں سکتے۔ احسن الفوائد ص ١٠ بحار ج ٥ ص ٤٥٠ ج٣ص١٠٣ ج١١ص٢٠٧، ص٢٩٩ میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

سماعہ بن مہران، نجاشی ص ۱۳۸ میں ہے کہ **یہ ثقہ جلیل ہیں**۔(کذافی رجال ابی علی ص ۱۵۷)

۳۔بصائر الدرجات ص ۴۰۸، بحار ج ۷ ص ۲۶۹، المحتضر ص ۸ **میں امام رضا** علیہ السلام **سے مروی ہے**۔ إنّ الدنیا مثّلت لصاحب هذا الامرکفلقة الجوزه۔دنیا امام کیلئے اس طرح کردی گئی ہے جس طرح کہ اخروٹ کا ٹکڑا۔

رواة

عبداللہ بن محمد جمال حجال۔آپ ثقہ ہیں۔ (منتهى المقال ص ۱۹۱، رجال نجاشی ص ۱۵۷، خلاصه ص ۵۲)

محمد بن خالد البرقی۔امام رضا علیہ السلام کے ثقہ صحابی ہیں۔ (منتهى المقال ص ۲۷۲)

حمزہ بن عبداللہ جعفری۔ثقہ عظیم القدر ہیں۔

دوسرا سلسله سنديه هے

علی بن اسماعیل۔ثقہ ہیں۔ (منتهى المقال ص ۲۱۸)

موسیٰ بن طلحہ ثقہ ہیں۔(منتهى المقال ص ۳۱۳)

تيسرا سلسله سنديوں هے

احمد بن محمد فقیہ۔جلیل اور ثقہ ہیں(خلاصه ص ۸)

محمد بن سنان۔مشہور ومعروف ثقہ ہیں۔(سفينة البحار ج ۱ ص ۳۲۵)

ادریس۔ثقہ ہیں(خلاصه ۸)

۴۔بحار ج ۱۱ ص ۱۴۰ **امام صادق** علیہ السلام **سے مروی ہے**۔

إنّ الدنیا عند الامام كصحيفة لولم يكن هذا الامر لم نكن آئمة۔

ساری دنیا امام کے آگے صفحہ کتاب کی مانند ہے ایسا نہ ہوتا تو ہم آئمہ ہی نہ ہوتے۔ (کذافی مدينة المعاجزص ۴۱۲)

۵۔بصائر الدرجات ج ۸ باب ۹ اور بحار ج ۷ ص ۲۶۹ **میں امام صادق** علیہ السلام **سے مروی ہے**۔

إنّ منّاأهل البيت لمن الدنيا عنده بمثل هذه وعقد بيده عشرة۔

ہم اہل بیتؑ میں سے امامؑ کے نزدیک ساری دنیا اس طرح ہے امام نے انگلیوں سے دائرہ بناتے ہوئے فرمایا۔

مجلسیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ فی انّ لـه أن يتصرّف فيها بإذن الله كيف شاء أوفى علمه بما فيها وإحاطة بها۔

تا کہ امامؑ دنیا میں اللہ کے حکم سے اپنی مشیت کے مطابق تصرف کریں یا اس سے مراد یہ ہے کہ امام کا علم دنیا کے اندر موجودہ اشیا پر اسی طرح حاوی ومحیط ہے۔

۶۔کتاب الواحدۃ میں جناب امیر المومنینؑ سے مروی ہے۔

السماوات والارض عند الامامؑ كيده من راحة يعرف ظاهرها من باطنها وبرّها من فاجرها ورطبها من يابسها۔ ”آسمان وزمین امام کے نزدیک ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے امام ان کے ظاہر و باطن نیک و بد خشک وتر ہر ایک کو جانتا ہے“ (بحار الانوار ج ۷ ص ۲۲۳ط کمپانی)

۷۔بحار ج ۱۳ ص ۱۸۵ **بسند صحیح بحوالہ شیخ صدوق امام جعفر صادق** علیہ السلام **سے مروی ہے**۔إذا تناهت الامور إلىٰ صاحب هذا الامر رفع الله له كل منخفض وخفض له كل مرتفع حتى تكون الدنيا عنده بمنزلة راحة فأيّكم لو كانت فی يده شعرة لم يبصرها۔ ”جب امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف اپنے منصب پر فائز ہوں گے تو اللہ کیلئے ہر اونچے مقام کو نیچا اور نیچے مقام کو اونچا کر دیگا حتیٰ کہ ساری دنیا ان کے نزدیک ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہو جائے گی۔تم میں کون ہے ایسا شخص جس کے ہاتھ میں بال پڑا ہوا اور اس کو نہ دیکھ رہا ہو“

مذکورہ بالا احادیث کے متعلق

علماء اعلام کا وضاحتی بیان

١۔**علامہ جلیل محمد باقر مجلسیؒ** بحار الانوار ج ١ ص ١٥٨ **میں ان بعض احادیث** کو درج کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

المعنی أنّ جمیع الدنیا حاضرة عند علم الامام یعلم مایقع فیھا کنصف جوزة فی ید أحدکم ینظر إلیه۔

ان احادیث کا مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا کا علم امامؑ میں حاضر ہے اور امام ان میں ہونے والے واقعات کو اس طرح جانتے ہیں جس طرح کسی کے ہاتھ میں اخروٹ کا ٹکڑا ہوا اور وہ اس کو دیکھ رہا ہو۔

٢۔**علامہ جلیل عمدة الاصولیین آقائے محمد رمضان دربندیؒ** اکسیر العبادات ص ٤٥٥ میں فرماتے ہیں۔

إنّ جمیع العوالم الامکانیة ومافیھا من النشأة الدنیویة والنشأة البرزخیة والنشأة الملك والملکوت والنشأة الغیب والنشأة الشھادة إلیٰ غیر ذلك لیس عند محمد وآله المعصومین إلّا ککأس واحد یرونه بإذن اللّٰه حیث یشاؤن وما یشاؤن إلّا أن یشاء اللّٰه بمعنی أنّھم یتصرّفون فی النشأة الامکانیة فی جملة من المقامات تصرفاًلیس فی وسع أحدھم من عداھم من خلق اللّٰه أی لا فی وسع ملك مقرّب ولا نبی مرسل وکیف لا فقد أعطاھم اللّٰه من الشؤون العظیمة والقدرة مالا یسع تعقّله۔

تمام عوالم امکانیہ اوران کے اندر موجود ہونے والے نشأۃ دنیا ونشأۃ برزخ اور نشأۃ ملک وملکوت ونشأۃ غیب وحضور وغیرہ محمد وآل محمد علیہم السلام کے نزدیک ایک کاسہ کی طرح ہیں جس کو وہ باذن اللہ اپنی مشیت کے مطابق دیکھ رہے ہیں اور ان کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے بایں معنی کہ نشأۃ امکانیہ کے جملہ مقامات میں وہ ایسا تصرف کرتے ہیں جو کہ ان کے علاوہ مخلوق خدا میں سے نہ کوئی

فرشتہ مقرب کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل اور یہ کیونکر ناممکن ہوگا جب کہ اللہ نے ان کو اتنی عظیم شان اور قدرت عطاء کی ہے جو کہ عقل وفہم سے بھی بالاتر ہے۔

٣۔**علامہ شیخ علی بن عبداللہ البحرانیؒ**۔اپنی تالیف منار الھدی ص ٤٤ ط بمبئی میں نہج البلاغہ کے فقرہ لا یدخل الجنة إلّا من عرفھم وعرفوه "جنت میں وہی داخل ہوگا جو آئمہ اطہارؑ کو پہچانتا ہو اور آئمہ اطہارؑ اس کو پہچانتے ہوں" کی شرح میں فرماتے ہیں۔

والکلام ظاھر فی سعة علم الامام لتمکّنه من معرفة عارفیه ومنکریه مع بُعد دیارھم وکثرتھم وھو تصدیق ماورد من طرقنا عن أھل البیت أنّ الامام یعرف أولیائه وأعدائه فی أقاصی الارض و أدانیھا و إنّ الدنیا عند الامام بمنزلة دارھم فی کفّ الانسان یقلّبه ویعلم أعلاھا وأسفلھاکمارواه المشائخ الکبار مثل محمد بن الحسن الصفار ومحمد بن یعقوب و ابن بابویه و غیرھم من أکابر محدّثینا فی کتبھم۔

امامؑ کے علم کی وسعت میں بات بالکل واضح ہے چونکہ امامؑ اپنے پہچاننے والوں کو اور اپنے منکرین کو ان کے گھروں کی دوری اور ان کی کثرت کے باوجود پہچاننے کی قدرت رکھتا ہے اور اس میں اہل بیت علیہم السلام سے ہماری اسناد سے وارد ہونے والی احادیث کی تصدیق ہے کہ امامؑ زمین کے دور دراز اور قریب کے حصوں میں اپنے دوستوں اور دشمنوں کو پہچانتا ہے اور ساری دنیا امامؑ کے نزدیک ایسے ہے جس طرح کہ کسی کے ہاتھ میں درہم ہو اور وہ اپنی مرضی سے اس کو الٹ پلٹ رہا ہو اور اس کے اوپر و نیچے کے حصوں کو جانتا ہے جیسا کہ ہمارے جلیل القدر علماء محدثین مثلاً محمد بن الحسن صفار محمد بن یعقوب کلینیؒ اور ابن بابویہ وغیرہ نے اپنی کتب میں تحریر فرمایا ہے۔

آئمہ طاہرینؑ مشرق و مغرب میں ہر مومن کے حالات سے باخبر ہیں

ارشاد القلوب دیلمیؒ ج ۲ ص ۷۷ طبع نجف اشرف مدینة المعاجز ص ۱۲۲ القطرة ص ۷۹ بحارالانوار ج ۷ ص ۳۱۳ روی مرفوعاً الی حمران بن اعین عن القسم بن محمد بن ابی بکر عن رمیلة وکان رجلا من خواص امیرالمومنینؑ قال رمیلة وعکت عکاً شدیداً فی زمان امیرالمومنینؑ ثم وجدت منه خفة فی نفسی یوم الجمعته فقلت لااعمل شیئاً افضل من ان افیض علی الماء واتی المسجد فاصلی خلف امیرالمومنینؑ ففلعت فلما علا علی المنبر فی جامع الکوفة عاودنی الوعك فلما خرج امیرالمومینؑ من المسجد تبعة فالتفت الی وقال ما اراك الا مشتبکا بعضك فی بعض قدعلمت مابك من الوعك وما قلت انك لا تعمل شیئاً افضل من غسلك للصلوة خلفی وانك کنت وجدت خفة فلما صلیت وعلوت المنبر عاد الیك الوعك ثانیاً قال رمیلة فقلت واللّٰه یا امیرالمومنین مازدت فی قصتی ولا نقصت حرفاً فقال لی رمیلة مامن مومن ولا مومنة بمرض مرضاً الامرضنا لمرضه ولایحزن حزناً الاحزنا لحزنه ولاد عاالا امنا علی دعائه ولایسکت الا دعوناله فقلت هذا یا امیرالمومنین لمن کان معك فی هذا المصر فمن کان فی اطراف الارض منزله فکیف فقال یا رمیلة لیس یغیب عنا مومن ولامومنة فی مشارق الارض و مغاربها الاوهو معنا ونحن معه (۱) یہی روایت ابوسعید خدری کی سند سے بتغیر بعض الفاظ کتاب رجال کشی ص ۶۷ بصائر الدرجات ج ۵ ص ۷۱ و طبع جدید ص ۲۵۹ نیز بحارالانوار ج ۷ ص ۳۰۹ سفینة البحار ج ۱ ص ۵۳۵ مدینة المعاجز ص ۹۹ منتهیٰ الامال ج ۲ ص

۵۵٤ اور النجم الثاقب ص ۵۵۲ میں بھی منقول ہے۔

حمران بن اعین شیبانی سے مرفوعاً مروی ہے انہوں نے قاسم بن محمد بن ابی بکر سے روایت کی۔ انہوں نے رمیلہ سے روایت کی جو کہ امیر المومنین علیہ السلام کے خواص اصحاب میں سے تھے وہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے زمانہ میں مجھ کو سخت بخار ہوا اور جمعہ کے دن میں نے طبیعت میں کچھ خفت محسوس کی اور میں نے کہا کہ آج سب سے بہتر کام یہی ہے کہ میں غسل کروں اور مسجد میں جا کر امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ نماز جمعہ ادا کروں چنانچہ میں مسجد میں حاضر ہوا اور جب امیر المومنین علیہ السلام نماز کے بعد وعظ کے لئے منبر پر تشریف لے گئے تو مجھ کو دوبارہ بخار شروع ہو گیا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام مسجد سے باہر نکلے تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے ”اے رمیلہ میں آج تم کو کیوں سکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں؟ میں جانتا ہوں کہ تم کو بخار ہوا اور تم نے کہا کہ آج بہترین عمل یہ ہے کہ نماز جمعہ کے لئے غسل کروں اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھوں اور تم نے کچھ خفت محسوس کی جب تم نے نماز پڑھی اور میں منبر پر آیا تو تم کو دوبارہ بخار شروع ہو گیا۔ رمیلہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا بخدا اے امیر المومنینؑ آپ نے میرے قصہ میں نہ کوئی حرف بڑھایا ہے اور نہ گھٹایا ہے بلکہ پورا پورا واقعہ بیان کر دیا۔ امامؑ نے مجھے فرمایا اے رمیلہ جو کوئی مومن یا مومنہ بیمار ہوتا ہے تو ہم بھی اس کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں اور جب ان کو کوئی غم ہوتا ہے تو ہمیں بھی غم ہوتا ہے اور جب وہ دعا مانگتے ہیں تو ہم آمین کہتے ہیں اور جب وہ خاموش ہو جاتے ہیں تو ہم ان کے لئے دعا کرتے ہیں۔ میں نے کہا اے مولاؑ تو آپ ان کے لئے فرما رہے ہیں جو اس شہر میں ہوں اور جن کے گھر زمین کے مختلف اطراف میں ہیں ان کے لئے آپ ایسا کس طرح کرتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اے رمیلہ ہم سے کوئی مومن اور مومنہ غائب نہیں ہے چاہے وہ زمین کے مشارق میں ہوں یا مغارب میں ہوں اور ہر ایک مومن ہمارے ساتھ ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں۔

---

(۱) بصائر الدرجات ص ۲۵۹ میں منقول سلسلہ سند میں حسن بن علی بن نعمان الاعلم ہیں۔ خلاصۃ الاقوال میں ہے ثقة ثابت یہ راوی معتبر اور راست گو ہیں۔ رجال نجاشی میں ہے۔ ثقة صحیح الحدیث یہ راوی ثقہ اور صحیح احادیث نقل کرنے والے ہیں (منتهی المقال ص ۱۰۰) نیز ابو ربیع الشامی امام جعفر صادق علیہ السلام کے جلیل القدر اور ثقہ صحابی ہیں۔ ان کا ذکر ابن عقدہ ہمدانی نے ”رجال صادق“ میں کیا ہے۔ امل الامل ص ۱٤ نیز رجال کشی ص ۶۸،۶۷ میں اس حدیث کی دو اور سندیں بھی مرقوم ہیں۔ پس اس حدیث کے کل چار اسناد ہو گئیں جس سے اس کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔

آئمہ اطہارؑ مشرق و مغرب میں ہر شے پر ناظر و نگران ھیں

تفسیر برھان ص ۸۷۳ معالم الزلفی ص ۱۲۸ بحار الانوار ج ۷ ص ۲۷۱ مدینة المعاجز ص ۲۲۰ القطرة جلد ۲ ص ۱۴ میں ایک طویل حدیث میں عبداللہ بن بکر الارجانی سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادقؑ سے پوچھا جعلت فداك هل یری الامام مابین الشرق و الغرب فقال یابن بکر کیف یکون حجة علیٰ مابین قطریها وهو لا یراهم فکیف یکون حجة علیٰ قوم غیب لا یقدر علیهم وکیف یکون مودیا عن الله و شاهداً علی الخلق وهو لا یراهم و کیف یکون حجة علیهم وهو محجوب عنهم و قد حیل بینهم وبینه ۔ میں آپ پر قربان جاؤں ذرا یہ بتلایئے کیا امام مشرق و مغرب کے مابین ہر شے کو دیکھتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا اے پسر بکر وہ اپنے سے غائب رہنے والی قوم پر حجت کیسے بن سکتا ہے جس پر وہ قادر نہ ہو اور اللہ کی طرف سے بندوں تک پہنچانے والا اور مخلوقات پر گواہ کیسے بن جائے گا جبکہ ان کو دیکھ نہ رہا ہو اور حجت کیسے ہو سکے گا جبکہ وہ اس سے پوشیدہ ہوں اور اس کے اور ان کے مابین پردے حائل ہوں۔ اسی حدیث میں امام حسینؑ کے لئے مروی ہے کہ انه لیریٰ من یبکیه فیستغفرله ویقول لو تعلم ایها الباکی ما اعد لك لفرحت اور امام حسینؑ اپنے رونے والوں کو دیکھتے ہیں اور ان کے لئے استغفار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے رونے والے اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے لئے کیا اجر تیار کیا گیا ہے تو تم خوش ہو جاتے۔ (کذافی القطرة ج ۱ ص ۲۰۹)

آئمہ معصومینؑ کو عین اللہ کہنے کی وجہ

احادیث متکاثرہ اور زیارات متضافرہ میں آئمہ معصومین علیہم السلام کو عموماً عیون الله الناظرة اور خصوصاً امیر المومنینؑ کو عین الله کہا گیا ہے۔ چنانچہ بحار الانوار ج ۲۲ ص ۷۳ میں جناب امیرؑ کے متعلق وارد ہے انت عینه الحفیظة التی لاتخفی

علیها خافية آپ ہی وہ عین الله الحفیظة ہیں جن پر کوئی پوشیدگی مخفی نہیں ہے۔ بصائر ج ۲ باب ۳ تفسیر برھان ص ۶۴۷، ص ۸۰۰ بحار الانوار ۹ ص ۴۲۳ ج ۷ ص ۳۳۳ مراۃ الانوار ص ۱۶۵ زادالمعاد ص ۶۰۸ معانی الاخبار ص ۱۰ میں متعدد روایات میں ان ذوات مقدسہ کے لئے یہ الفاظ ملتے ہیں۔ انا عین الله الناظرة۔ هم عین الله الناظرة فی خلقه باذنه، انا عینه الناظرة فی بریته ۔ نیز امام جعفر صادقؑ کے تائید شدہ شاعر ابو محمد سیف بن مصعب عبدی نے امیر المومنینؑ کے لئے وارد ہونے والے لفظ عین کو نگران کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وجهه الباقی و عین له ترعیٰ الخلائق اجمعین (مناقب ابن شهر آشوب ج ض ص ۱۴۸)۔ آپ ہی اللہ کے وجہ باقی ہیں اور وہ عین اللہ ہیں جو تم مخلوقات کی نگرانی فرماتے ہیں۔ آپ کے لئے امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں یا معشر الشیعه علموا اولادکم شعر العبدی فانه علی دین الله۔ اے گروہ شیعہ اپنے بچوں کو عبدی کے اشعار یاد کراؤ چونکہ وہ دین خدا پر قائم ہیں (رجال کشی ص ۲۵۴ منتهیٰ المقال ص ۱۴۹) اس لفظ عین کی تشریح علماء اعلام نے نگران کے ساتھ ہی فرمائی ہے۔

۱۔ علامہ مجلسیؒ بحار الانوار ج ۷ ص ۱۳۲ میں فرماتے ہیں هم عین الله ای شاهده علیٰ عباده فکما ان الرجل ینظر بعینه یطلع علیٰ الامور فکذلك هم خلقهم الله لیکونوا شهدآء من الله علیهم ناظرین فی امورهم ۔ آئمہ اطہارؑ کے عین اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندوں کے شاہد ہیں جس طرح آدمی اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تاکہ وہ حالات پر مطلع ہو اسی لئے اللہ نے ان کو خلق کیا ہے تاکہ اللہ کی طرف سے یہ بندوں کے شاہد اور انکے امور میں ناظر قرار پائیں۔ بحار الانوار ج ۱۸ ص ۷۷۵، میں عین اللہ کی شرح فرماتے ہیں ای شاهدك و من جعلته رقیباً علیٰ عبادك یعنی اے اللہ تو نے ان کو شاہد اور بندوں کا نگران بنایا۔ حیوة القلوب ج ۳ ص ۱۷۸ میں فرماتے ہیں ایشاں اند عین خدا

یعنی ناظر و گواہ اند برمردم وہم چنانکہ آدمی بدیدہ نظرمی کند براحوال مطلع می شود حق تعالیٰ ایشاں رابربندگان موکل گردانید کہ براحوال ایشاں مطلع باشند و دیدبان انداز جانب ایشاں' برگزیدہ خلقند آئمہ طاہرینؑ عین اللہ ہیں یعنی ناظر اور گواہ ہیں لوگوں پر جس طرح کہ آدمی اپنی آنکھ سے دیکھ کر حالات پر مطلع ہوتا ہے اللہ نے ان کو بندوں پر مؤکل کیا ہے تاکہ ان کے حالات پر مطلع ہوں اور بندوں پر اللہ کے نگران ہیں۔ نیز بحار الانوار ج ۸ ص ۴۲۲ میں عین اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں ای شاھدہ علیٰ عبادہ من الباصرۃ یعنی اپنی آنکھوں سے مخلوقات پر شاہد ہیں۔

۲۔ **مرزا ابوالحسن الشریف** مرأۃ الانوار ص ۱۶۵ میں امیرالمومنین علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں وایضاً انہ یجسس من طرف اللّٰہ الخیر والشرمن الخلائق وانہ ناظر شاھد علیھم ۔امامؑ اللہ کی جانب سے مخلوقات کے خیر وشر کا تجسس فرماتے ہیں اور وہ ان پر ناظر اور گواہ ہیں۔

۳۔ **سید محمد مہدی الحسینی** طوالع الانوار ص ۶۹ میں عین اللہ کی شرح میں فرماتے ہیں فانہ لما کان مطلعاً علی الخلق ولایغرب عنہ ماغاب عنہ فھو بمنزلۃ عین اللّٰہ لایخفی علیہ شئی من خلقہ و قدیکون بمعنی جاسوس و ھوجاسوس اللّٰہ مترقب بعبادہ و مترصد فی امورھم۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام مخلوقات پر مطلع ہیں اور ان سے غائب ہونے والی اشیاء دور نہیں ہیں پس وہ اس لحاظ سے عین اللہ ہیں چونکہ ان پر کوئی شے مخفی نہیں ہے اور عین بمعنی تجسس کنندہ کے بھی ہے چونکہ وہ بندوں کے امور کے نگران ہیں لہٰذا اس لحاظ سے بھی عین اللہ ہیں۔

ان علماء اسلام کے کلام سے مؤلف کتاب اصول الشریعہ ص ۱۷۳ کی وہ موشگافیاں بھی لاحقیقت قرار پائیں جہاں انہوں نے سنی تفاسیر سے عقائد شیعہ کو ثابت کرنے کے لئے شاہد وشہید کے معانی قلمبند کئے ہیں۔ قرآن مجید کی آیات میں جہاں سابقہ واقعات میں آنحضرت کے وجود کی نفی ہے ان کو وجود جسمانی پر کیوں نہ محمول کیا جائے جن ذوات مقدسہؑ کے

لئے علماء اعلام کا یہ نظریہ ہے کہ خلقھا بحضرتھم وعلمھم وکانوا مطلعین علیٰ اطوار الخلق واسرارہ (مراۃ ص ۴۶) اللہ نے ان ذوات مقدسہؑ کے سامنے کائنات کی ہر شے کو خلق فرمایا اور یہ خلق کے حالات واسرار پر مطلع تھے۔ ان سے انبیاء ماسلف کے حالات کس طرح پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔

بصائر الدرجات ج ۳ باب ۴ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ان اللّٰہ اجل واکرم من ان یکون احتج علیٰ عبادہ بحجۃ ثم یغیب عنھم شیئاً من اجرھم ۔ اس سے کہیں اجل وارفع ہے کہ کسی کو مخلوقات خدا پر حجت قرار دے پھر ان سے ان کے امور کو غائب رکھے۔ ایک روایت میں یوں وارد ہے اتری ان اللّٰہ استرعیٰ راعیاً علیٰ عبادہ واستخلف خلیفۃ علیھم ثم یحجب شیئاً من امورھم۔ آیا ایسا ہو سکتا ہے کہ اللہ کسی کو اپنے بندوں پر نگران مقرر کرے اور ان پر اپنا نائب بنائے پھر ان کے امور کو اس کی نظر سے اوجھل رکھے۔

۴۔ **علامہ محمد باقر القائنی** کبریت احمر ج ۲ ص ۲۷۷ میں فرماتے ہیں کہ حجت خدا عین اللّٰہ الناظرہ ست و مطلع ست و حالات و کارہائے رعیت و دنیا درنزد امام مثل درہم ست کہ درکفی یکے از ما حجۃ خدا عین اللہ الناظرہ ہے اور دنیا و رعیت کے امور پر اس طرح مطلع ہے جس طرح ہمارے ہاتھ میں درہم پڑا ہو اور ہم اس کو دیکھ رہے ہوں۔

ہر مومن کے ساتھ آئمہ معصومینؑ کی چشم بینا اور گوش شنوا موجود ہے

بحار الانوار ج ۱۲ ص ۱۳۱ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۵۹۲ مدینۃ المعاجز ص ۴۰۶ کشف الغمہ ص ۲۳۴' الدمعۃ الساکبہ ص ۴۴۴ الحزائج و الجرائح ص ۲۳۲ میں عبداللہ بن یحییٰ الکاہلی سے مروی ہے (جن کے معتبر وممدوح ہونے پر علماء کا اجماع ہے اور ان کی احادیث صحیح قرار دی گئی ہیں منتھیٰ المقال ص ۱۹۵ سفینۃ البحار ج ۱ ص

۱۳۹، رجال کشی ص ۲۸۰ نجاشی ص ۱۵۳) کہ ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عبداللہ اگر کسی شیر شے تمہارا سامنا ہو جائے تو تم کون سی دعا پڑھو گے میں نے عرض کی مولا مجھ کو بتلا دیجئے امامؑ نے فرمایا کہ یوں کہا کرو عزمت علیك بعزیمة اللّٰه و عزیمة محمد رسول اللّٰه و عزیمة علی امیر المومنینؑ درندہ تم سے دور چلا جائے گا اور تم کو اذیت نہ دے گا۔

عبداللہ الکاہلی کہتے ہیں کہ میں کوفہ آیا اور ایک دفعہ مجھ کو اپنے ابن عم کے ساتھ ایک گاؤں جانے کا اتفاق ہوا تو راستہ میں ایک شیر آ نکلا۔ پس میں نے امامؑ کی بتلائی ہوئی دعا پڑھ دی اور شیر دم ہلتا ہوا دور نکل گیا۔ میرے ابن عم یہ دعا سن کر بڑے حیران ہوئے اور کہا یہ دعا تم کو کس نے بتلائی۔ میں نے کہا یہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے بتلائی ہے۔ اس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ واقعی امام مفترض الطاعۃ ہیں حالانکہ پہلے میرا ابن عم مذہب اہل بیتؑ سے بالکل ناواقف تھا۔ اگلے سال جب میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ سنایا تو امامؑ نے فرمایا اترانی لم اشهد کم بئس مارأیت أن لیٰ مع کل ولی اذناً سامعة و عینا ناظرة ولساناً ناطقاًثم قال یاعبداللّٰه انا واللّٰه عرفته عنکما ۔کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میں وہاں موجود نہ تھا تم نے غلط سمجھا ہے بالتحقیق ہر دوست کے ساتھ میرے سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں اور بولنے والی زبان موجود ہے اور پھر فرمایا اے عبداللہ بخدا میں نے تم سے اس شیر کو دور کیا ہے۔

علامہ حافظ رجب بن علی بن رجب البرسیؒ (۱) م ۸۸۰ھ اپنی تالیف منیف مشارق

(۱) دور حاضر کے جلیل القدر محقق علامہ عبدالحسین امینی نزیل نجف اشرف اپنی تالیف الغدیر ج ۷ ص ۲۳ میں اس عالم جلیل کے متعلق فرماتے ہیں حافظ الشیخ رضی الدین رجب بن علی بن رجب البرسی الحلی من عرفاء علماء الامامیة و فقهائها المشارکین فی العلوم علیٰ فضله الباهر فی فن الحدیث (الی قوله) تجد کتبه طافحة بالتحقیق و دقة النظر وله فی ولاء آئمة الدین آراء و نظریات لا یرتضیها نصیف من الناس و لذلك رموه بالغلو غیر ان الحق ان جمیع ما یثبته المترجم من الشئون الآئمة هی دون مرتبة الغلو۔ حافظ رجب بن علی بن رجب...... (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

انوار الیقین فی اسرار المومنین ص ۱ میں اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ **اقول أن لهم فی هذا الحدیث اسرار غریبة الاول الطاقة الوحوش لهم عیاناً و سماعاً الثانی انه لا یغب عنهم یشهد سائر الاولیاء لا نه الا مام مع الخلق کلهم ولم یحتجبوا عنه طرفة عین ولکن ابصارهم محجوبة عن النظر الیه و ان الدنیا فی ید الامام کالادرهم فی ید الرجل یقلبه کیف یشاء الثالث انه ا نکر علیه حیث انه حسب ان الحجة لم یشهد المحجوج علیه بعد ان ثبت انهم اعین اللّٰه الناظرة فی عباده۔** میں کہتا ہوں کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے لئے اس حدیث میں چند راز ہیں۔

(۱) ان کو دیکھ کر یا ان کی آواز سن کر حیوانات ان کی اطاعت کرتے ہیں۔

(۲) امامؑ اپنی امت سے غائب نہیں ہے اور تمام اولیاء کے ساتھ موجود ہے چونکہ وہ پوری مخلوق کے لئے امام ہے جو کہ چشم زدن جتنی دیر بھی مخلوقات سے غائب نہیں بلکہ ان ذوات مطہرہؑ کی آنکھیں دیکھنے میں نہیں آ سکتیں اور دنیا امامؑ کے لئے اس طرح ہے جس طرح کہ کسی کے ہاتھ میں درہم ہو اور اپنی مرضی سے اس کو الٹ پلٹ رہا ہو۔

(۳) امامؑ نے اس کے خیال کی تردید فرمائی جو کہ یہ سمجھتا تھا کہ حجت خدا مخوق پر ناظر و نگران نہیں ہے حالانکہ ثابت ہو چکا ہے کہ آئمہ اطہارؑ عین اللہ الناظرہ ہیں۔ علامہ برسی کا یہ نظریہ علامہ محمد باقر

......(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) البرسی امامیہ کے علماء عارفین اور ان فقہاء میں سے ہیں جو کہ فن حدیث میں ماہر ہونے کے علاوہ مختلف علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ اسی لئے ان کی کتب تحقیق اور تدقیق سے لبریز ہیں اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے متعلق بھی ان کی مخصوص آراء و نظریات ہیں جن کو لوگوں کا ایک گروہ اچھا نہیں سمجھتا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس عالم جلیل نے ان ذوات مقدسہؑ کے لئے جو مراتب و مدارج قائم کئے ہیں وہ غلو سے پست تر ہیں خود امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ہم کو رب نہ کہو اور ہماری شان میں جو کہہ سکو کہہ دو"۔

نیز محدث جلیل آقائے محمد بن الحسن حر عاملیؒ نے الجواهر السنیة ص ۲۰۸، ص ۲۳۷ اور مقامات مختلفہ میں ان کو الشیخ الاجل والشیخ الجلیل العارف کے القاب متبرکہ سے یاد فرمایا ہے جن سے اس عالم جلیل کی عظمت وجلالت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

بہبہانیؒ نے حاشیہ الدمعة الساکبہ ص ٤٤٤ میں بلا ردوقدح نقل فرمایا ہے جس سے ان کا نظریہ بھی بخوبی ثابت ہوسکتا ہے۔

مدینة المعاجز ص ٥٣١ الدمعة الساکبه ص ٤١٣ الخرائج ص ٢٢٩ بحار ج ١١ ص ٦٩ میں بسند ابوبصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے

اترون ان لیس لنا معکم اعینا ناظرة و اسماعاً سامعة بئس ماراثیتم واللّٰه لا یخفیٰ علینا من اعمالك شئی احضرونا۔

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ تمہارے ساتھ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان موجود نہیں ہیں تم نے غلط سمجھا۔ ہم سے تمہارا کوئی عمل مخفی نہیں ہے اور ہم کو حاضر سمجھو(١)۔ تحفة المجالس ص ٢٠٢)۔

بصائر الدرجات ج ٩ باب ١٢ بحار ج ٧ ص ٢٩١ میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے لنا اعین لاتشبه اعین الناس وفیها نورولیس للشیطان شرك۔ ہماری کچھ آنکھیں ایسی ہیں جو کہ لوگوں کی آنکھوں کے مشابہ نہیں ہیں ان میں اللہ کا نور ہے اور شرک شیطانی ان میں نہیں ہے۔

بحورالغمہ ج ١ ص ٤٥٠ میں بعض کتب معتبرہ کے حوالے سے یہ روایت یوں مروی ہے اعلموا وتیقنوا ان لنا مع کل ولی لنا اعینا ناظرة لاتشبه اعین الناظرین و فیها نور من نور اللّٰه و حکمة من حکم اللّٰه لیس فیها للشیطان نصیب و کل بعید منها قریب جان لو اور یقین کرلو کہ اپنے ہر دوست کے ساتھ ہماری ایسی آنکھیں ہیں جو کہ عام دیکھنے والوں کی آنکھوں کے مشابہ نہیں ہیں۔ ان میں اللہ کا نور اور علم ہے شیطان کا ان میں حصہ نہیں ہے اور ہر دور بعید کی چیز ان سے قریب ہے۔

موت کے وقت آئمہ طاہرینؑ حاضر ہوتے ہیں

١۔تفسیر قمی ص ٥٩٣ تفسیر برہان ص ٩٦٢ معالم الزلفیٰ ص ٦٢ میں معصومین علیہم السلام سے مروی ہے مایموت موال لنا الاویحضره رسول اللّٰه وامیرالمومنین والحسنؑ والحسینؑ فیرونه و یبشرونه۔ ہمارا کوئی دوست جب مرتا ہے تو اس کے پاس آنحضرتؐ اور امیرالمومنین علیہ السلام اور حسن و حسین علیہما السلام حاضر ہوتے ہیں اور اس کو دیکھتے ہیں اور جنت کی بشارت دیتے ہیں۔

٢۔فروع کافی ج ١ ص ٦٥ میں ایک طویل حدیث کے جملہ ہیں فیجلس رسول اللّٰه عند رآسه و علی علیہ السلام عند رجلیه فیکب علیه رسول اللّٰه یقول یاولی اللّٰه ابشرانا رسول اللّٰه انی خیرلك مماترکت فی الدنیا ثم ینهض رسول اللّٰه فیقوم علی علیہ السلام فیکب علیه فیقول یا ولی اللّٰه ابشرانا علی بن ابی طالبؑ (کذافی معالما الزلفیٰ ص ٦١) پس آنحضرتؐ مرنے والے کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور علیؑ اس کے پاؤں کی جانب بیٹھ جاتے ہیں اور آنحضرتؐ فرماتے ہیں اے اللہ کے دوست بشارت ہو میں اللہ کا رسولؐ ہوں اور تمہارے لئے تمہارے دنیا کے اندر چھوڑے ہوئے مال ومتاع سے درجہا بہتر ہوں۔ پھر آنحضرت کھڑے ہو جاتے ہیں اور امیرالمومنین علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور مرنے والے پر جھک جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے دوست خدا تمہیں بشارت ہو میں علی بن ابی طالب ہوں۔

٣۔فروع کافی ج ١ ص ٦٦ و معالم الزلفیٰ ص ٦٢ میں مروی ہے انه اذاکان ذالك واحتضر حضره رسول اللّٰه و علی و جبریل و ملك الموت۔ جب موت کا وقت آجاتا ہے تو مرنے والے کے پاس آنحضرتؐ اور امیرالمومنینؑ اور جبریلؑ اور ملک الموت

(١)علامہ مجلسیؒ بحار ج ١١ ص ٦٩ میں احضرونا کی شرح میں فرماتے ہیں ای اعلموا انا جمیع حاضرون لدینه بالعلم۔ یعنی یہ جان لو کہ ہم سب آئمہؑ اپنے علم واطلاع کی بدولت تمہارے ساتھ حاضر ہیں۔

حاضر ہوجاتے ہیں۔

٤۔مراۃ الانوار ص ٦٧ و تفسیر برھان ص ١٠٨٣ میں آیت مبارکہ اذا بلغت الحلقوم انتم حنیئذ تنظرون (پ ٢٧ ع ١٦) جب روح حلق تک پہنچ جائے گی تو تم دیکھ لوگے ای الیٰ وصیہ امیرالمومنین ۔یعنی آنحضرتؐ کے وصی جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو دیکھ لوگے۔

٥۔فروع کافی ج ١ ص ٦٧ میں مروی ہے یحییٰ بن سابوریقول سمعت ابا عبداللّٰه یقول فی المیت تدمع عیناه عندالموت فقال ذلك عند معاینة رسول اللّٰه فیری مایسره اما تری الرجل یریٰ مایسره وما یحب فتدمع عیناه لذالك (کذا فی معالم الزلفی ص ٦٥) یحییٰ بن سابورراوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جب مرنے والے کے آنسو آجائیں تو یہ سمجھو کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معائنہ کرلیا ہے۔(١)۔

٦۔بحار الانوار ج ٩ ص ٣٩٩‘ ٤٠٠ ج ٣ ص ١٤٥‘ مدینة المعاجز ص ١٨٧ معالم الزلفیٰ ص ٦٩‘ امالی شیخ طوسیؒ ص ٤٢ میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے یاحادلیعرفننی ولی و عدوی عندالممات و عندالصراط و عندالمقاسمة ۔اے حارث ہمدانی میرا دوست اور دشمن مجھ کو موت‘ پل صراط اور تقسیم جنت کے وقت پہچان لے گا۔نیز اس قسم کی متعدد احادیث فروع کافی ج ١ ص ٦٤ سے ٧٠ تک بحار ٣ از صفحہ ١٣٦ تا ١٣٩ بحار ج ص ٣٩٩ مدینة المعاجز ص ١٨٨ اور معالم الزلفیٰ ص ٦٠ تا ص ٧١ حق الیقینن از ص ٤٤٢ تا ص ٤٤٥ نیز کتاب المختصر میں متعدد حدیثیں موجود ہیں۔

---

(١)بحارالانوار ج ١٢ ص ٤٥٣ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا فرمان مروی ہے انی و من یجری مجریٰ من الائمه لا بدلنا من حضور جنائرکم فی ای بلدکنتم فاتقواللّٰه فی انفسکم۔ میں اور میری طرح باقی آئمہ اطہارؑ تم شیعوں کے جنازہ میں ضرور شرکت کرتے ہیں چاہے تم کسی شہر میں مرو اپنے نفسوں کے متعلق اللہ سے ڈرو۔اس واضح المعنی اور صریح المفہوم حدیث میں کوئی بے جوڑ تاویل نہیں بچ سکتی۔

بوقت احتضار آئمہ معصومینؑ کے حضور کے متعلق وارد شدہ احادیث کی تاویل نہیں ہو سکتی

شیخ مفیدؒ نے اوائل المقالات ص ٨٥ میں فرمایا ہے کہ رویة المحتضر لهما هوالعلم بثمرة الولایة۔ میرا خیال یہ ہے کہ مرنے والے کے ان ذوات مقدسہ کو دیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے ثمرۂ ولایت کو دیکھتا ہے۔اسی طرح سید مرتضیٰ نے امالی میں لکھا ہے انما اخترناهذالتاویل لان امیرالمومنین جسم فکیف یشاهده کل محتضر والجسم لایجوزان یکون فی الحالة الواحدة فی جهات مختلفه۔ ہم نے یہ تاویل محض اس لئے کی ہے کہ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام جسم ہیں اور جسم ایک حالت میں مختلف مقامات میں نہیں ہوسکتا۔

علامہ مجلسیؒ نے بحار ج ٣ ص ١٣٧ میں ان حضرات ذوی الاحترام کے اس نظریہ کی شدت سے تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے لا یخفی ان الوجهین الاخرین بعیدان عن سیاق الاخبار بل مثل هذه التاویلات رد للاثار وطعن فی الاخبار۔ مخفی نہیں ہے کہ یہ دو تاویلات جو کہ سید نے پیش کی ہیں دونوں احادیث کے سیاق سے بعید ہیں بلکہ اس قسم کی بے جوڑ تاویلات کرنا احادیث واخبار میں طعن کرنے اور ان کی تردید کرنے کے مترادف ہے۔نیز رسالہ لیلہ ص ٧٦ میں اسی نظریہ کو تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں لایجوز التاویل بالعلم وانتقاش الصورالخیالیة فانه تحریف فی الدین و تضییع عقائد المومنین۔ ان احادیث میں یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ ثمرہ ولایت کا علم ہوتا ہے یا خیالی تصویریں منقش ہوجاتی ہیں۔ایسی بے جوڑ تاویلات کرنا دین میں تحریف کرنا ہے اور مومنین کے عقائد کو ضائع کرنا ہے(جیسا کہ رسالہ اصول الشریعه ص ١٧٨ میں ان لاحاصل تاویلات کو پیش کیا گیا ہے) لاتغفل و تدبر۔

علامہ جزائری ان تاویلات رکیکہ کی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں والعجب منه کیف ارتکب تاویل هٰذا الاخبار الکثیرة مع ان بعضها من جهة صراحته

فی المطلوب غیر قابل للتاویل (انوار نعمانیه ج ۲ المقام الثانی) تعجب ہے کہ سید مرتضٰی نے کیونکر ان احادیث کی تاویل کر دی حالانکہ بعض تو معنی کے لحاظ سے اس قدر واضح ہیں کہ تاویل کی گنجائش ہی نہیں، حتیٰ کہ ابن ابی الحدید معتزلی نے سنی المذہب ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں استبعاد پیش نہیں کیا چنانچہ وہ لکھتا ہے کان یقول عن نفسه انه لایموت میت حتی یشاهد علیاً حاضراً عنده والشیعه تذهب الیٰ هذا القول و تعتقد ولیس هذا بمنکر (کافی البحار ج ۹ ص ۴۰۱ عن شرح النهج ج ۱ ص ۱۱۶)
امیرالمومنین علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے کہ ہر مرنے والا مرنے سے قبل علی بن ابی طالبؑ کو اپنے پاس حاضر دیکھے گا اور شیعہ کا مسلک واعتقاد یہی ہے اور ایسا ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ ہر میت کے پاس بنفس نفیس تشریف لاتے ہیں

۱۔علامہ حسن بن سلیمان بن خالد القمی الحلی متوفی ۸۰۲ھ اپنی کتاب المحتضر ص ۸ میں فرماتے ہیں اذا مات فی اللحظة الواحدة عدة اموات فی اطراف الدنیا یحب الاقرار والاعتراف بحضورهم علیهم السلام عند کل واحد لوعدهم الصادق المومن واغاثة من کربه و تفریح همه والوصیة فیه لملك الموت ولایلتفت هنا الیٰ الوهم و ضعف العقل ولایقال کیف یکون الجسم والواحد فی الزمان الواحد یحضر الاماکن المتعددة فاذا عرض الشیطان للعاقل ذالك رده یقول الله سبحانه وکان الله علیٰ کل شی مقتدراً۔ جب ایک ہی وقت میں دنیا کے مختلف اطراف میں مختلف لوگ مر جائیں تب بھی یہ اقرار واعتراف واجب ہے کہ یہ ذوات مقدسہ علیہم السلام ہر ایک کے پاس بذات خود حاضر ہوتے ہیں چونکہ ان کا مومن کے ساتھ سچا وعدہ ہے کہ اس کی فریاد رسی کریں گے اور اس کے غم کو دور کریں گے اور اس کے متعلق ملک الموت کو وصیت کریں گے اور یہاں پر عقل کے ضعف اور وہم کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہونا چاہیے کہ

جسم واحد آن واحد میں متعدد مقامات پر کس طرح حاضر ہو سکتا ہے جب شیطان عاقل کے ذہن میں یہ شبہ ڈالے تو اس کی تردید اللہ کے اس قول سے کی جائے گی جیسا کہ اس نے فرمایا ہے (اللہ ہر شے پر قادر ہے)

۲۔علامہ سید ہاشم بحرانیؒ مدینة المعاجز ص ۱۸۸ میں فرماتے ہیں اعلم ایهاالاخ ان هذا المعنی من حضور امیرالمومنین عندالمیت یروی بطرق کثیرة و هذاالمعنی لاینکره عاقل ولالیتبعده الاجاهل لانه من امرالله و قدرة و جمیع معجزات الانبیاء المرسلین والائمة الراشدین والخواص جرت علیٰ یدیهم من افعاله واقداره وهذا ممکن وکل ممکن یقدر علیه سبحانه و تعالیٰ ولیس لاحد ان یستبعده بان یقول الاموات فی الیوم واللیلة بل فی الساعة الواحدة خلق کثیر وکیف الجسم الواحد یریٰ فی امکنته متعددة یریٰ فی وقت واحد قیل له لیس هٰذا بالنظر الیٰ اقدار الله بالعسیر بل هو مرجعه الی قوله کن فیکون۔ اے برادر ایمانی جاننا چاہیے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کا میت کے پاس حاضر ہونا مشہور ہے اور مختلف طرق واسانید سے مروی ہے جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا اور اس کو جاہل ہی بعید قرار دے گا چونکہ یہ اللہ کے حکم سے ہے اور انبیاء ومرسلین اور آئمہ معصومین علیہم السلام کے تمام معجزات جو ان کے دستہائے مبارک پر جاری ہوئے یہ اسی کے افعال تھے اور اس کے قادر بنا دینے کی وجہ سے تھے اور یہ ممکن (ا) ہے اور اللہ ہر ممکن پر قادر ہے کسی کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ اس کو یہ کہہ کر بعید قرار دے کہ مرنے والے دن رات بلکہ ہر گھڑی میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں ایک ہی جسم متعدد مقامات پر آن واحد میں کس طرح نظر آ سکتا ہے اس کا منہ یوں بند کیا جائے گا جب اللہ کسی کو قدرت دے دے تو ایسا ہونا مشکل نہیں چونکہ اس کا مرجع اس کے اس فرمان کی طرف ہے جب وہ چاہتا ہے تو کسی شے سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۳۔علامہ جلیل آقا محمد باقر القائنی الکبریت الاحمر ج ۲ ص ۲۸۸ **میں فرماتے ہیں** ہر گاہ آئمہ طاہرین را دوست دارند حضور ایں مجالس راومطلع می باشند براں البتہ حاضر می شوند بآنہ قادرند کہ درامکنہ عدیدہ باشند چنانچہ درخبر مجلی ابن جمہورست از مقداد وغیرہ و غزوہ احزاب کہ لشکر کفار ۱۷ فرقہ شدہ بودند و علی درعقب ہمہ بودند بآنکہ درکنارخندق ایستادہ بودندو درفقرہ مہمانی امیرالمومنین درشب ماہ مبارك اخبار متواترہ ست کہ بحضور ایشاں دربالین مختصر بآنکہ گاہ ست کہ چند ہزار در مشرقی و مغرب بطاعون ووباء یا قتل از دنیا بودند۔ جبکہ آئمہ معصومین علیہم السلام ہماری ان مجالس کو پسند فرماتے ہیں اوران پر مطلع ہوتے ہیں تو لازمی طور پر ان میں حاضر بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ (آن واحد میں) متعدد مقامات میں حاضر ہونے پر قادر ہیں۔ چنانچہ ابن جمہور کی کتاب المجلی کی حدیث میں حضرت مقداد وغیرہ سے مروی ہے کہ جنگ احزاب میں کفار کا لشکر ۱۷ اگروہوں پر تقسیم ہو چکا تھا اور علی علیہ السلام ہر ایک کے پیچھے دوڑ رہے تھے حالانکہ آپ خندق کے کنارے کھڑے تھے اور شب مبارک میں مہمانی کے فقرہ میں بھی ایسا وارد ہے کہ وہ ایک شب میں چالیس مقامات پر مہمان رہے اور متواتر احادیث میں وارد ہے کہ آئمہ اطہارؑ مرنے والے کے سرہانے ہوتے ہیں اگرچہ مرنے والے مشرق ومغرب میں چند ہزار ہوں۔ طاعون یا کسی وباء یا قتل کی وجہ سے دنیا سے گئے ہوں (۱)۔

---

(۱) علامہ مجلسیؒ حق الیقین ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں تفکر در کیفییت حضور ایشاں نزدمیت چگو نہ ست و دینم میت ایشاں رابچہ نحوست حضور ایشاں در جسد اصلی ست یا در جسد مثالی زیراکہ تفکر در انہا موجب ا ستیلائی شیطان دوساوس اولی گردو۔ آئمہ اطہار علیہم السلام کے میت کے پاس حاضر ہونے کی کیفیت میں تفکر نہ کرنا چاہیے کہ وہ ہر میت کے پاس کیسے حاضر ہوتے ہیں اور ہر میت ان کو کس طرح دیکھتی ہے اوران کا حضور جسد اصلی میں ہے یا مثالی میں چونکہ اس قسم کے خیالات شیطانی وساوس اس کے غلبہ سے ہوتے ہیں۔ (کذافی بحارالانوار ج ۳ ص ۱۷۴)۔

۴۔علامہ محمد باقر بن محمد تقی لاہیجی تذکرۃ الآئمہ میں فرماتے ہیں و جبریل بفرمان او قبض روح می کند تاحاضرنہ شود فرزند متولد نہ شود و تائید ایں قول می کند حدیث عن علی یار میلۃ مامن مومن ولا مومنۃ فی مشارق الارض و مغاربھا الا و نحن معہ۔ **ملک الموت امیر المومنین علیہ السلام کے حکم سے روح قبض کرتے ہیں اور آپ جب تک حاضر نہ ہوں کوئی بچہ بھی پیدا نہیں ہوتا اس قول کی تائید امیر المومنین علیہ السلام کی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ اے رمیلہ ہم مشرق ومغرب میں ہر مومن کے ساتھ ہیں۔**

۵۔سید محمد مہدی حسینی طوالع الانوار ص ۴۵۱ **میں فرماتے ہیں** انہ یحضر عندکل میت فی شرق الارض و غربھا فی البحر و البر فی آن واحد۔ **امیر المومنین علیہ السلام مشرق ومغرب بحر وبر میں ہر مرنے والے کے پاس آن واحد میں حاضر ہوتے ہیں** ص ۷۵ **میں فرماتے ہیں** والعجب کل العجب ان القاصرین فی حق علی ینکرون ان الجدالواحد کیف یکون فی امکنۃ متعددۃ روی المقداد ان علیا یوم قتل عمر وکان واقفاً علیٰ الخندق یمسح الدم عن سیفہ والقوم قد افترقوا سبعۃ عشر فرقۃ وھولکل منھم یحصدھم بسیفہ وھو فی مکان لم یبرح۔ **تعجب ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے حق میں کوتاہی کرنے والے کیونکہ انکار کرتے ہیں کہ ایک جسم متعدد مقامات پر کس طرح حاضر ہوسکتا ہے۔ مقداد نے روایت کی ہے کہ علی علیہ السلام عمرو کو قتل کرنے کے روز خندق کے کنارے کھڑے تھے اور اپنی تلوار سے خون صاف کر رہے تھے اور قوم کے ۱۷ اگروہ بن چکے تھے اور آپ اپنی تلوار سے ہر ایک کو کاٹ رہے تھے حالانکہ آپ اپنے مقام پر ہی کھڑے تھے۔**

۶۔فخر المحققین سید العلماء علامہ سید علی نقی سے دریافت کیا گیا کیا جناب رسول خدا اور آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہر جگہ ہر وقت بجسد عنصر ہی موجود اور حاضر و ناظر ہیں۔ علامہ موصوف جواب میں تحریر فرماتے ہیں باذن الٰہی موجود ہوسکتے ہیں اور بعض مواقع پر مثل حالت احتضار مومنین کے ایسا وارد

ہوا ہے جس کی حقیقت وکیفیت ہمارے حدود وعلم سے خارج ہے اور نہ ہم اس کے سمجھنے پر مکلّف ہیں۔ ''علی نقی النقوی'' اس فتویٰ کی اصل کاپی آقائے سید زوار الحسین ہمدانی مہتمم مکتبۃ الھمدانی بلاک نمبر ۱۹ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے۔

۷۔ **عمدۃ الاصولیین آقائے دربندی رحمۃ اللہ اپنی تالیف جلیل** اکسیر العبادات ص ٤٣٦ میں فرماتے ہیں کان فی لیلة واحدة ضیفاً عند اربعین من الصحابة وکان معلما للملائکة جبریل و من دونه وانه یحضر عندکل مومن و کافر وقت الموت۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام ایک شب میں چالیس اصحاب کے پاس مہمان تھے اور ملائکہ میں سے جبریل اور دیگر فرشتوں کے استاد تھے اور آنحضرت بوقت موت ہر مومن وکافر کے پاس حاضر ہوتے ہیں۔ (کمانقل فی مجالس الواعظ لوالحونا ص ۱۵۰)۔

امیر المومنینؑ کا آن واحد میں متعدد مقامات پر جانا تاریخ شیعہ سے ثابت ہے

۱۔ **علامہ بحرانی** مدینۃ المعاجز ص ۱۸۹ میں فرماتے ہیں قداعطی اللّٰه امیرالمومنین فی الدنیا ماینبه علیٰ ذالك و یحوزله ولایستبعد فی امره علیه السلام من ذالك ماروٰه السید المرتضی فی کتاب عیون المعجزات اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین علیہ السلام کو آن وحد میں مختلف مقامات پر موجود ہونے کی قدرت دنیا میں ہی دے دی تھی جو ہمارے نظریہ کی تائید کرتی ہے اور امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں بعید نہیں سمجھی جاسکتی ان واقعات سے ایک واقعہ سید مرتضیٰ نے عیون المعجزات میں لکھا ہے۔

''اصحاب حدیث نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ میں نے جنگ صفین کے معرکہ میں امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا آپ کے سر پر سبز عمامہ تھا اور آپ کی آنکھیں رعب وجلال کی وجہ سے روشن چراغ معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ اپنے اصحاب کے ایک گروہ میں کھڑے تھے جس طرح کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند ہوتا ہے۔ وہ ان کو جنگ وجدال کی ترغیب دلا رہے تھے پھر وہ میری

طرف متوجہ ہوئے۔ میں ایک طرف کو کھڑا ہوا تھا۔ اتنے میں معاویہ کی فوج کا ایک دستہ نکلا جس کا نام الکتیبة الشهباء تھا جس میں بیس ہزار شہسوار' بیس ہزار گھوڑوں پر سوار تھے اور لوہے کی مضبوط زرہوں میں ملبوس تھے۔ خودوں کے نیچے سے ان کی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ان کے طمطراق کو دیکھ کر عراقی لشکر کانپ گیا۔ جب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ حالت دیکھی تو عراقیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا اے اہل عراق تم کو کیا ہو گیا ہے یہ تو صرف ٹیڑھے خول ہیں جن کے اندر سہمے ہوئے دل اور ٹڈی کی سی ٹانگیں ہیں جو اس طرح لرز رہی ہیں جس طرح ہوا میں ٹڈی کانپتی ہے۔ یہ تو محض باغی ہیں اگر ان کو اہل حق کی آبدار تلواروں نے مس کیا تو یہ اس طرح منتشر ہو جائیں گے جس طرح آگ پر پروانے بکھرتے ہیں اور تم دیکھو گے کہ ان کے اندر ایسی بھگدڑ مچے گی جس طرح تیز آندھی میں ٹڈیوں کی شامت آئی ہو۔ پھر آپ یکدم مروانی لشکر پر ٹوٹ پڑے اور ان کو چکی کی طرح گردش دی۔ تھوڑی دیر تک گھمسان کی جنگ رہی پھر یکا یک غبار اٹھی اور ہوا میں کٹی ہوئی کھوپڑیاں اور ہاتھ لہراتے ہوئے دکھائی دیئے اور لاشوں کے انبار لگ گئے۔ امیر المومنین علیہ السلام واپس آئے تو تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور یہ آیت پڑھتے ہوئے خراماں خراماں چلے آ رہے تھے' فقاتلو آئمة الکفرانهم لاایمان لهم لعلهم ینتهون۔ جب شامیوں نے ہوش سنبھالا تو ان کے سینکڑوں سپاہی مولی گاجر کی طرح کٹے پڑے تھے جو بچ گئے انہوں نے معاویہ کے پاس جا کر دم لیا۔ معاویہ نے اپنی شکست فاش پر کف افسوس ملتے ہوئے ان کو بھاگنے پر خوب لعنت وملامت کی اور ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہم کیسے نہ بھاگتے جوں ہی ہم پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا علیؑ ہم سب میں سے ہر کسی کے پیچھے بھاگ کر حملہ کر رہے تھے۔ معاویہ نے تعجب سے کہا ویلکم ان علیا الواحد کیف کان وراء جماعة متفرقین۔ تم پر ویل ہو ایک علیؑ تم متفرق جماعتوں کے پیچھے کیونکر بھاگ رہے تھے۔
(کذا فی مدینة المعاجز ص ۷۰)۔

ایک اسی قسم کا واقعہ شیخ رجب بن علی البرسی نے کتاب الواحدۃ سے نقل کیا ہے (جو کہ

حسن بن محمد بن جمہور کی تالیف ہے اور وہ ثقہ ہیں) کہ مقداد بن اسود الکندی روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرالمومنین علیہ السلام جنگ خندق کے دن عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد خندق کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تلوار سے خون صاف کر رہے تھے اور اس کو ہوا میں گھما رہے تھے اور کفار کا لشکر سترہ فرقوں میں تقسیم ہو چکا تھا اور ہر ایک اپنے پیچھے علی علیہ السلام کو دیکھ رہا تھا کہ وہ تلوار سے کاٹ رہے تھے۔(کذا فی المجلی لابن جمہور الاحسائی رحمہ اللہ)

نیز ابن شہر آشوب سے مناقب ج ۲ ص ۱۶۲ میں حسن البصری کی کتاب سے نقل کیا ہے جنگ خندق میں کفار کے لشکر سترہ ٹولوں میں تقسیم تھے اور ہر ایک علیؑ کو اپنے پیچھے دیکھ رہا تھا۔ نیز ابن شہر آشوب نے شیخ مفید کی کتاب العیون والمحاسن سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنگ بدر میں مشرکین کے ہر زخمی ہونے والے سپاہی سے پوچھا جاتا تھا کہ تجھ کو کس نے قتل کیا تو وہ کہتا تھا کہ علی بن ابی طالبؑ نے اور یہ کہہ کر وہ مر جاتا تھا اور صاحب کتاب بستان الواعظین نے بھی لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے حدیث معراج میں فرمایا کہ جب میں واپس آیا اور آسمان میں دیکھا کہ ہر آسمان میں علی بن ابی طالب علیہ السلام نماز پڑھا رہے ہیں اور فرشتے ان کے پیچھے کھڑے ہیں۔

ا۔علامہ **شیخ محمد تقی البرغانی** (۱) اپنی کتاب مجالس المتقلین مجلس نمبر ۳۹ میں فرماتے ہیں۔

عجب نیست از اسرار امیرالمومنین علیہ السلام و معجزات باہرہ او ایں حدیث بامقداد در جنگ خندق کہ سبق اشارہ شد صریح می باشد درظہور آنجناب در ہر صورت و مثالی کہ خواستہ باشد آں جناب خود بندہ اللّٰہ

(۱) حجۃ الاسلام علامہ محمد تقی برغانی قزوینی شہید ۱۲۶۳ھ قزوین کے جلیل القدر علماء زاہدین وفضلاء متقین میں سے تھے۔علامہ عباس قمی فرماتے ہیں کہ قزوین میں آپ زہد وتقویٰ اور علم کے اعتبار سے تمام علماء وقت پر مقدم و مفضل تھے۔مگر افسوس کہ ۱۲۶۳ھ میں مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے سجدہ کی حالت میں فرقہ بابیہ ملعونہ کے بعض مفسدین نے آپ کو شہید کر دیا۔ عظم اللّٰہ اجور الشیعہ ہذہ النکبۃ الکبریٰ ۔ (از فوائد رضویہ ص ۴۳۹ علامہ شیخ عباس قمی۔ قصص العلماء ج ۱۱ از ص ۱۴ تا ۵۴ علامہ تنکابنی رحمہ اللہ)

بودند و بمحض ارادہ ہر چیزی موجود مظہر جمال و جلال و قدرۃ الٰہی بودند چنانچہ جناب اقدس الٰہی درہرامکنہ حاضر و خود لامکان است نظیر ایں از آنجناب مکرر ظاہر شدہ از آں جملہ در حرب بصرہ در کتاب انیس السمراء و کتاب مجلی ناقلا عنہ عن جابر قال کنت مع علی فی غزوۃ البصرۃ کان سبعون الف رجل مع عائشہ مارائیت منہزما الا انہ اقال جرحنی علی وما رائیت مقتولا الا انہ قال قتلنی علی وماکنت فی المیمنۃ الاسمعت صوت علی وماکنت فی المیسرہ الاسمعت موت علی وماکنت فی القلب الاسمعت صوت علی ازیں۔ واضح شد سرآں کہ آنجناب درلیلۃ واحدہ در چہل مکان بہمانی حاضر شدند۔جنگ خندق کے متعلق جناب مقداد سے روایت شدہ واقعہ امیرالمومنین علیہ السلام کے اسرار اور معجزات باہرہ سے بعید نہیں ہے۔اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنجناب جس صورت میں چاہتے تھے ظاہر ہوتے تھے اور آں جناب خود اللہ کے بندے تھے اور ہر موجود شے کے متعلق محض ارادہ کے ذریعے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے جلال و جمال کے مظہر بن جاتے تھے۔جیسا کہ معبود حقیقی خود لامکان ہے اور ہر مقام پر حاضر ہے۔ امیرالمومنین علیہ السلام سے ان واقعات کے نظائر مختلف مقامات پر ظاہر ہوئے۔ چنانچہ جنگ صفین میں بھی ایسا واقعہ رونما ہوا۔کتاب المجلی اور انیس السمراء وغیرہ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جنگ صفین میں' میں جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور عائشہ کے لشکر میں ستر ہزار مرد تھے میں نے جس شکست خوردہ کو دیکھا وہی یہ کہہ رہا تھا کہ مجھ کو علیؑ نے شکست دی جس زخمی کو دیکھا وہ یہی کہہ رہا تھا کہ مجھ کو علیؑ نے زخمی کیا۔لشکر کے میمنہ ومیسرہ اور قلب میں ہر طرف مجھ کو امیرالمومنین علیہ السلام ہی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ان واقعات سے وہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام آن واحد میں ایک ہی رات میں چالیس گھروں میں مہمان تھے۔اسی طرح تفسیر برھان ص ۶۵۰ بصائر الدرجات ج ۸ باب ۱۲ بحار ج ۱۱ ص۹ مدینۃ المعاجز ص

۳۰۸ میں بسند قوی مروی ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک نجومی سے فرمایا ھــــل ادلك علـی رجـل قـدمـر مـنـذ دخلت علینا فی اربعة عشرھالما کل عالم اکبر من الـدنـیـا ثـلاث مرات ولم تیحرك من مکانه قال من ھو قال انا۔ میں تم کو ایسا شخص بتلاؤں کہ جب سے تم یہاں آئے ہو وہ چودہ عالموں سے گزر چکا ہے اور ہر عالم اس دنیا سے تین مرتبہ بڑا ہے حالانکہ اس نے اپنے مقام سے حرکت تک نہیں کی۔ نجومی نے کہا وہ کون ہے امامؑ نے فرمایا۔ ''میں ہوں'' واضح ہو کہ مدینة المعاجز ص ۳۰۸ میں بحوالہ دلائل طبری ایک روایت میں چودہ عالموں کے بجائے چودہ ہزار عالموں کا ذکر بھی مروی ہے۔ جب آئمہ طاہرینؑ آن واحد میں اپنے مقام سے حرکت کئے بغیر چودہ ہزار عوالم میں بھی موجود ہو سکتے ہیں تو چالیس گھروں میں مہمان ہونا کیا بعید ہے۔

شب معراج امیرالمومنینؑ کا تیسرے آسمان پر نورانی ناقہ پر سوار ہو کر تشریف لانا

محدث جلیل القدر فخر الدین ابن طریح النجفی م ۱۰۸۵ھ مـجـمـع البحرین ص ۳۸۳ میں آنحضرتؐ کی حدیث نقل فرماتے ہیں اعلمو ان لیلة المعراج عرج بی الیٰ السماء الـثـالـثة نـصـب لی منبر من نور فجلست علی راس المنبر و جلس ابراھیم تـحـت درجة وجـلـس حبیبج الانبیاء الاولین حول المنبر فاذا بعلی اقبل وھو راکـب عـلـیٰ نـاقة من نور و وجھه کالقمر واصحابه حوله فقال ابراھیم یا مـحـمـد ای نبـی مـعـظم اوملك مقرب قلت لانبی معظم ولاملك مقرب بل ھواخی وابن عمی و صھری و وارث علمی علی بن ابی طـالـبؑ۔

یاد رکھو جس رات میں معراج پر گیا اور تیسرے آسمان پر پہنچا تو میرے لئے ایک نورانی منبر نصب کیا گیا جس پر میں بیٹھا اور جناب ابراہیمؑ ایک درجہ مجھ سے نیچے بیٹھے اور باقی انبیاء اولین میرے اردگرد بیٹھے۔ اچانک علیؑ ایک نوری ناقہ پر سوار ہو کر آ گئے۔ جن کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا اور

ان کے اصحاب (یعنی اوصیاء اولین) ان کے اردگرد تھے جناب ابراہیمؑ نے پوچھا یہ کون ہے؟ نبی معظم یا فرشتہ مقرب ہیں؟ میں نے کہا یہ نہ کوئی نبی معظم ہیں اور نہ فرشتہ مقرب بلکہ یہ میرے بھائی میرے ابن عم اور میرے داماد اور میرے علم کے وارث علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

مقام قاب قوسین پر آئمہ معصومینؑ کا ظہور مجبور

کنزالفوائد ص ۲۵۸ تفسیر برھان ص ۱۴۵ بحار ج ۷ ص ۳۴۷ مدینة المعاجز ص ۱۴۳ مقتضب الاثر ص ۱۳، ۲۹، ۴۲، بحار ج ٦ ص ۳۹٦ میں مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے جارود بن منذر عبدی سے فرمایا یا جـارود لیـلة اسـری بی الی الـسـمـاء اوحـی اللّٰه الـی ان سـل مـن ارسـلـنـا مـن قبلك من رسلنا علیٰ مـا بـعـثـوا فقلت وعلیٰ مابعثتم فقالو علیٰ نبوتك و ولایة علی بن ابی طـالـبؑ والائـمة مـنـکـمـا ثـم اوحیٰ الـی ان فـالـتـفـت عـن یمین العرش فاذا علی والحسن والحسین و علی بن الحسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و مـوسـیٰ بـن جـعـفر و جعفر و علی بن موسیٰ و محمد بن علی و علی بن مـحـمـد والحسن بن علی والمهدی و فی ضحضاح من نور یصلون ۔اے جارود جس شب کو میں آسمان کی طرف گیا تو اللہ نے میری طرف وحی کی کہ تم سے پہلے جو انبیاءؑ ہم نے بھیجے ہیں ان سے پوچھ لو کہ وہ کس عہد پر بھیجے گئے؟ میں نے جب پوچھا تو انبیاء نے جواب دیا کہ آپ کی نبوت اور علیؑ اور ان کی اولاد میں سے آئمہ اطہارؑ کی ولایت کے اقرار پر ہم مبعوث ہوئے پھر اللہ نے وحی کی کہ اے محمدؐ عرش کی بائیں طرف دیکھو میں نے داہنی طرف دیکھا تو علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اور زین العابدینؑ اور محمد باقرؑ اور جعفر صادقؑ اور موسیٰ کاظمؑ اور علی رضاؑ اور محمد تقیؑ اور علی نقیؑ اور حسن عسکریؑ اور امام مہدی صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف ایک نورانی مقام میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔

آئمہ معصومینؑ عمود نوری میں مخلوقات اور ان کے اعمال دیکھتے رہتے ھیں

ا۔حسین بن حمدان الخصیبی الحنبلانی متوفی ۳۸۵ھ اپنی کتاب ''الھدایہ'' میں فرماتے ہیں حدثنی ھارون بن مسلم السعد ان و محمد بن احمدالبغدادی واحمد بن اسحاق و سھل بن زیاد و عبداللّٰہ بن جعفر وغیرھم من عدۃ المشائخ الثقاۃ الذین کانو امجاورین للامامینؑ عن سیدنا ابی الحسن و ابی محمد علیہ السلام (فی حدیث طویل اٰخرہ) اذاقام بامراللّٰہ رفع لہ عمود من نور فی کل مکان ینظرفیہ الیٰ الخلائق واعمالھم وینزل امراللّٰہ الیہ فی ذالک العمودوالعمود نصب عینیہ حیث تولی و نظمر۔(بحار ج ۱۳ ص ٦ دینابیع المودۃ ص ۳۸٦' طبع بمبئی و مدینۃ المعاجز ص ۵۸۹۔ہارون بن مسلم ومحمد بن احمد البغدادی واحمد بن اسحاق وسہل بن زیاد وعبداللہ بن جعفروغیرہم نے ہمیں ان معتبر علماء سے نقل کر کے بتلایا جو امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام کے جوار میں مقیم تھے کہ امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام نے فرمایا جب امامؑ منصب امامت پر فائز ہوتا ہے تو اللہ ہر جگہ اس کے لئے نورانی عمود قائم کرتا ہے جس کے اندر وہ تمام مخلوقات اور ان کے اعمال کی طرف دیکھتا ہے اور اس عمود میں ہی اس پر اللہ کی طرف سے حکم معلوم ہوتا ہے اور امامؑ جہاں جائے اور جہاں دیکھے عمود اس کی آنکھوں میں نصب ہوتا ہے(تبصرۃ الولی ص ۱۱۵)۔

رجال الاسناد

(ا)ہارون بن مسلم السعدان البصری ثقہ وجہ لقی ابا محمدؑ نجاشی ص ۳۰۷ جلیل القدر ثقہ ہیں آپ نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

(۲)محمد بن احمد البغدادی الکرخی۔ ثقۃ سلیم من اصحاب ابی محمدؑ رجال نجاشی ص ۲٤٤'امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی اور صحیح الحدیث اور ثقہ راوی ہیں (تعدیل

میں لفظ سلیم مدح قوی کی علامت ہوتی ہے۔(کتب علم درایہ' توضیح المقال و منتھیٰ المقال وغیرہ)۔

(۳)احمد بن اسحاق الاشعری:۔کان خاصۃ ابی محمد روی عن ابی جعفر الثانی وابی الحسنؑ۔ رجال نجاشی ص ٦٦ سفینۃ البحار ج ۱ ص ۳۰۱ میں ہے۔ ھو شیخ القیسین رای صاحب الزمان امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی خاص ہیں جنہوں نے امام علی رضا اور امام علی نقی علیہما السلام سے روایت کی ہے۔علماء قم کے جلیل القدر بزرگ تھے جن کو امام زمانہ صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔

(۴)سہل بن زیاد الآدمیمن اصحاب ابی محمد العسکریؑ۔امام حسن عسکریؑ کے صحابہ اجلاء میں سے ہیں۔ رجال نجاشی ص ۱۳۷ رجال کشی ص ۳٤۹ فھرست ابن ندیم ص ۳۱۳۔

(۵)عبداللہ بن جعفر الحمیری۔ شیخ التفسین ووجھھم ثقۃ من اصحاب ابی محمد العسکریؑ۔ (رجال نجاشی ص ۱۵۲۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۷)۔

(٦)نیز مناقب ابن شھر آشوب ج ۵ ص ۱۰۹ بحار ج ۱۲ ص ۱۰۲' الدمعۃ الساکبہ ص ۵۹۲ مدینۃ االمعاجز ص ۵۳٤ میں امام رضا علیہ السلام سے یوں مروی ہے رفع اللّٰہ لہ اعلام الارض فقرب لہ مابعد عنہ حتی لایغرب عنہ قطرۃ غیث نافعۃ ولاضارۃ۔ اللہ امامؑ کے لئے زمین میں نورانی اعلام بلند کرتا ہے جس کے ذریعے امامؑ کے لئے ہر دور کی چیز قریب ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بارش کا ایک فائدہ مند یا نقصان دہ قطرہ تک اوجھل نہیں رہتا۔

(۳)بصائرالدرجات ص ٤۰۸ میں ایک مکمل عنوان ہے۔باب ان الامام یری المشرق والمغرب بالنور باب۔اس بیان میں کہ امامؑ قوت نوری کی وجہ سے مشرق و مغرب کی ہر شے کو دیکھتا ہے۔اس باب میں متعدد احادیث درج کی گئی ہیں۔ معویہ بن حکیم عن ابی داؤد المسترق عن محمد بن مروان عن ابی عبداللّٰہ اذدا وضعتہ

امہ سطح لہ نور مابین السماء والارض فاذا درج رفع له عمود یری به
مابین المشرق والمغرب (بصائر الدرجات ج ۹ باب ۸ ص ۱۲۸) جب امامؑ
شکم مادر سے دنیا میں آتے ہیں تو آسمان وزمین کے درمیان ان سے ایک نور چمکتا ہے اور جب وہ
چلنے لگتے ہیں تو ان کے لئے آسمان وزمین کے مابین ایک عمود قائم ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ
مشرق ومغرب کے مابین ہر شے کو دیکھتے ہیں۔

(۱) معویہ بن حکیم امام رضاؑ کے جلیل صحابی اور ثقہ ہیں۔ منتھی المقال ص ۳۰۳
خلاصہ ص ۷۸۔

(۲) ابوداؤد المسترق شیخ جلیل القدر اور ثقہ ہیں۔ الغدیر ج ۲ ص ۲۶۷ منتھی المقال ص
۱۵۵ کشی ص ۲۰۵ خلاصہ ص ۳۸۔

(۳) محمد بن مروان حناط ثقہ ہیں نجاشی ص ۲۵۵ خلاصہ ص ۷۷۔

(۴) عبداللہ بن عامر عن محمد البرتی عن الحسین بن عثمان عن محمد بن فضیل
عن ابی حمزۃ الثمالی رفع اللہ له عمود امن نوریری فیھا الدنیا و م افیھا ولا یترعنه
شیء۔ امامؑ کے لئے عمود نوری بلند کیا جاتا ہے جس کے اندر امامؑ دنیا اور اس کی ہر شے کو دیکھتے ہیں
(بصائر الدرجات ج ۹ ص ۱۲۸)

(۱) عبداللہ بن عامر اشعری ثقہ ہیں۔ منتھی المقال ص ۱۸۶ رجال نجاشی ص ۱۵۱'

(۲) ابوعبداللہ محمد بن خالد برقی امام رضا کے جلیل القدر ثقہ صحابی ہیں۔ منتھی المقال ص ۲۷۲
خلاصۃ الاقوال ص ۶۷۔

(۳) حسین بن عثمان۔ ثقہ جلیل اور فاضل اکمل ہیں۔ نجاشی ص ۳۹ خلاصہ ص ۶۷۔ (۴)
فضل بن کثیر ثقہ ہیں۔ بحار ج ۱۲ ص ۷۷' مناقب ابن شھر آشوب ج ۵ ص ۹۹۔

(۵) امام محمد باقرؑ کی ایک حدیث میں یوں وارد ہے کہ یبعث له عمود من نور تحت'
بطنان العرش الی الارض یری فیه اعمال الخلائق۔ (بصائر الدرجات ص
۱۳۰) امامؑ کے لئے سطح عرش سے زمین تک ایک نورانی عمود قائم ہوتا ہے جس کے اندر وہ مخلوقات

کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(۶) امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں یابن اسحاق اتری اذا من هذا الخلق ان
الامام اذا ترعرع نصب له عمود من السماء الی الارض ینظر به الیٰ
اعمال العباد۔ (بصائر الدرجات ص ۱۲۶) اے ابن اسحاق تم ہم کو اس مخلوق میں سے
ایک آدمی سمجھتے ہو۔ امامؑ جب جوان ہوتا ہے تو اس کے لئے آسمان سے زمین تک ایک عمود قائم
ہوتا ہے جس سے وہ بندوں کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(۷) جعل اللہ له عموداً یبصر بدما یحمل اهل کل بلدۃ (بصائر الدرجات
ص ۱۲۸) اللہ امامؑ کے لئے ایک عمود بناتا ہے جس کے ذریعے وہ دیکھتا ہے کہ ہر شہر کے لوگ کیا
عمل کررہے ہیں۔(تفسیر قمی ص ۲۰۲۔ بحار ج ۷ باب احوال ولادتھم وانعقاد
نطفھم الخ

(۸) جعل له مصباح من نور یعرف به الضمیر ویری به اعمال العباد
(بصائر الدرجات ص ۱۲۸ المحتضر ص ۱۲۷)۔
اللہ امامؑ کے لئے عمود نور قائم کرتا ہے جس کے لئے وہ دلوں کے راز جانتا ہے اور بندوں کے اعمال
دیکھتا ہے۔

یہ تمام احادیث صحیحہ ومستندہ بحارالانوار ج ۷ ص ۳۰۷ میں بھی مروی ہیں۔ نیز
علامہ موصوف حق الیقین ص ۴۹ میں فرماتے ہیں۔ میان امام و حق تعالیٰ عمودی
از نور ست کہ درآں عمود احوالات بندگان خدارامی بیند۔ اللہ اور امامؑ کے
مابین ایک عمود نور ہے جس کے ذریعے امامؑ بندوں کے حالات کو دیکھتا ہے۔ بعض مقامات پر آتا
ہے یری فیه اعمال العباد کمایری الانسان نفسه فی المرآۃ القطرۃ ص ۹۱
عمود میں امامؑ اعمال اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح انسان آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے۔

(۹) انوار النعمانیه ص ۹ علامہ جزائری میں بحوالہ مشارق الانوار امام جعفر صادقؑ سے

شان امامؑ میں مروی ہے کہ ان الامام لایخفی علیه شیء مافی السماء ولا مما فی الارض وانه ینتظر الیٰ ملکوت السمٰوات فلایخفیٰ علیه شی ولا همهمة ولا شی فیه روح ومن لم یکن بهذه الصفات فلیس بامام ۔امامؑ پر آسمان وزمین کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔امامؑ ملکوت السماوات میں نظر کرتا ہے اوراس پر کوئی آواز خفیف اور کوئی ذی روح چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔جس میں یہ صفات نہ ہوں وہ امام ہی نہیں ہے۔علامہ جزائری فرماتے ہیں کہ اس معنی میں میری نظر سے ایک ہزار احادیث گزری ہیں۔

احادیث عمود کا صحیح مفہوم

علماء اعلام کے افادات کی روشنی میں

عیون اخبار الرضاء باب ٤٥ حدیث اول اول اور بحار ج ٧ ص ١٩١‘ ٢١٤ المختصر ص ٩٣ میں ثقہ جلیل حسن بن جہیم ابومحمد شیبانی (١) سے مروی ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا ان اللّٰه قد ایدنا بروح منه مقدسة لیست بملك ولم تكن مع احد ممن مضی الامع رسول اللّٰه وهی مع الائمة علیهم السلام منایسددهم و یوفقهم وهوعمود من نور بیننا وبین اللّٰه۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری تائید ایک مقدس روح سے کی ہے جو کہ فرشتہ نہیں ہے اور گزشتہ لوگوں میں سے کسی کے ساتھ نہ تھی اور وہ رسول اللہ اور ہمارے ساتھ موجود ہے اور ہم آئمہ کی توفیق وتسدید کرتی ہے اور یہی ہمارے اور مابین اللہ ”نورانی عمود“ ہے۔

اس حدیث جلیل سے واضح ہوگیا کہ روح القدس اور عمود نوری امامؑ اور نبیؐ کی اس روح مقدس کا نام ہے جو ان کی تکوین میں شامل ہے اور نبوت اور امامت اسی روح پر منحصر ہے۔

---

(١) سفینة البحار ج ١ ص ٢٦٣ میں ہے حسن بن جہم بن بکیر بن اعین شیبانی امام موسیٰ کاظم اور امام رضا علیہما السلام کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں۔ابوغالب زراری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ ہمارے جدامجد حسن بن جہم امام رضاؑ کے خواص اصحاب میں سے تھے۔

چنانچہ علامہ سید تنکابنیؒ طوالع الانوار ص ٩٦ میں فرماتے ہیں وبروح القدس یریٰ مابین المشرق والمغرب بحرها و برها فهو من الامام بمنزلة بصره کما یری به فکذلك یری بروح القدس التی خلق اللّٰه فیه و اعلم ایضا ان روح القدس کماهو کان فی النبی وهوجزومنه کسائر الارواح فکل فی الائمة وهوجزء منهم خلقه اللّٰه فیهم۔ امامؑ روح القدس کے ذریعے مشرق ومغرب کے مابین بحروبر کی ہر شے کو دیکھتا ہے اور یہ روح امامؑ کے لئے بمنزلہ آنکھ ہے جس طرح امامؑ آنکھ کے ساتھ ہر شے کو دیکھتا ہے اسی طرح اس روح القدس کے ساتھ بھی دیکھتا ہے جو کہ امامؑ کے اندر خلق کی گئی ہے اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ جس طرح یہ روح دیگر ارواح کی طرح نبیؐ میں موجود ہے اور ان کا جزو ہے اسی طرح یہ روح آئمہؑ میں بھی ہے اور ان کا جزو ہے جو کہ اللہ نے ان کے اندر خلق فرمائی ہے اور یہ ان کا وہ جزو لطیف ہے جس کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی چونکہ وہ رتبۃً اس قدر اشرف وارفع ہے کہ قوت باصرہ اس کا ادراک نہیں کرسکتی (ص ٩٧ طوالع الانوار)

(١) علامہ قطب الدین سعید بن مہبۃ اللہ راوندی م ٥٧٣ھ اپنی کتاب الخرائج والجرائح ص ٢٦٢ میں فرماتے ہیں سمّی صاحب المرئی والمسمع وله نوریری به الاشیاء من بعید کمایری من قریب ویسمع من بعید کمایسمع من قریب۔ امامؑ کا نام صاحب المرائی والمسمع ہے (یعنی سننے والا اور دیکھنے والا) ان کے لئے ایک نور ہے جس کے ذریعے وہ اشیاء کو دور سے اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح قریب سے دیکھتے ہیں اور بعید سے اس طرح سنتے ہیں جس طرح قریب سے سنتے ہیں۔

(٢) متعدد زیارات میں امام زمانہ صلوٰۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف کو صاحب ”المری والمسمع“ کہا گیا ہے۔ علامہ مجلسیؒ بحار ج ٢٢ ص ٢٦٨ میں اس لقب کی شرح میں فرماتے ہیں۔ ای الذی یری الخلق ویسمع کلامهم من غیران یروه صاحب المری والمسمع اسے کہتے ہیں جو تمام مخلوقات کو دیکھے اور ان کے کلام کو سنے نیز حیوۃ القلوب ج ٣ ص ٢١٨ میں فرماتے ہیں

عین خدابودند درمیان بندگان خدا که اعمال ایشاں رابنور خدا مشاہدہ
می کردند آئمہ اطہارؑ بندگان خدا میں عین اللہ تھے چونکہ بندوں کے اعمال کو اللہ کے عطا کردہ
(عمود) نور سے مشاہدہ کرتے تھے۔ نیز بحار ج ۷ ص ۳۰۷ طبع کمپانی میں مکمل باب
قائم کیا ہے۔ ان اللّٰہ یرفع الامام عموداً ینظر به الیٰ اعمال العباد۔ اللہ امامؑ کے
لئے ایک عمود قائم کرتا ہے جس کے ذریعے وہ بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہے'' اس مکمل باب میں
کہیں بھی عمود کی تاویل فرشتہ وغیرہ سے نہیں کی ہے جس سے آپ کا نظریہ بخوبی معلوم ہوسکتا ہے۔

(۳) ابوجعفر محمد بن حسن الصفار القمی م ۲۹۰ھ

آپ نے بصائرالدرجات ج ۹ باب ۸ ص ۱۴۸ میں احادیث عمود کا ایک باب اس عنوان
سے قائم فرمایا ہے۔ باب ان الامام یری مابین المشرق والمغرب بالنور۔ باب
اس بیان میں کہ امامؑ عمود نور میں مشرق ومغرب کے درمیان ہر شے کو دیکھتا ہے۔ باب ۹ اس
عنوان سے قائم کیا ہے۔ باب فی الامام یرفع له فی کل بلامنار ینظر فیه الیٰ
اعمال العباد۔ باب اس بیان میں کہ امامؑ کے لئے ہر شہر میں ایک ''منار'' قائم ہوتا ہے جس کے
اندر وہ بندوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ پھر عمود کے معنی کی ۲۸ حدیثیں نقل کی ہیں کہیں بھی ان کی
تاویل فرشتہ وغیرہ سے نہیں فرمائی جس سے آپ کا نظریہ اظہر من الشمس ہے۔

(۴) محقق جلیل علامہ سید عبدالرزاق المقرم النجفی

مقتل الحسین ص ۲۱ طبع نجف میں فرماتے ہیں افاد المتواتر من الاحادیث
بان اللّٰہ اودع فی الامام المنصوب حجة للعباد و مناراً یهتدی به
الضالون و قوة قدسیته نوریته یتمکن بواسطتها من استعلام الکائنات
وما یقع فی الوجود من حوادث و ملاحم فیقول الحدیث الصحیح اذا
ولدالمولود منا رفع له عمود نوریری به اعمال العباد وما یحدث فی
البلدان (بصائر الدرجات ص ۱۲۸) والتعبیر بذلك اشارة الیٰ القوة القدسیة
المفاضة من ساحة الحق لیتکشف بها جمیع الحقائق علیٰ ماهی علیه

من قول او عمل او غیرهما من اجزاء الکیان الملکی والملکوتی وبتلك
القوة القدسیة یرتفع سدول الجهل و استارالغفلة فیجدالمبصر ماحجبه
الحلك الدامس نصب عینیه و قدانباء ابوعبداللّٰہؑ عماحباهم المولیٰ جل
شانه من الوقوف علیٰ امر الاولین والاخرین و ما فی السماوات
والارضین وماکان وما یکون حتیٰ کان الاشیاء کلها حاضرة لدیهم (الی
آخره) خلاصۃ المرام اینکہ اللہ نے امام عالی مقامؑ کے اندر ایک نورانی اور قدسی قوت ودیعت فرما
دی ہے جس کی بدولت وہ کائنات کے احوال ومعرض وجود پر واقع ہونے والے حوادث وملاحم کا علم
رکھنے پر قادر وتوانا ہیں۔ صحیح حدیث بتلا رہی ہے کہ معصومؑ نے فرمایا ہمارا جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس
کے لئے ایک عمود نور قائم ہوتا ہے جس سے وہ بندوں کے اعمال اور شہروں میں واقع ہونے والے
حوادث کو دیکھتا ہے۔ عمود نور کے ساتھ تعبیر اس قوت قدسیہ کی طرف اشارہ ہے جو ان ذوات عظمیٰ کو
اللہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے وہ قول وفعل اور ملک وملکوت کے اجزاء کے
صحیح حقائق پر آگاہ ہوسکیں اور اسی قوت قدسیہ کے ذریعے ان سے غفلت وجہل کے پردے مرتفع
ہیں اور یہی قوت ہر شے کو ان کی ذوات مقدسہ کے پاس حاضر کردیتی ہے۔ جیسا کہ نور تاریکی کے
پردوں کو چاک کرکے دیکھنے والے کے سامنے ہر شے کو واضح کردیتا ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے
خبر دی ہے کہ ان کو ذات باری نے اولین وآخرین اور آسمانوں اور زمینوں اور علم گزشتہ وآئندہ پر
مطلع ہونے کی قوت عطا کردی ہے۔ حتیٰ کہ گویا تمام اشیاء ان ذوات مقدسہ کے سامنے حاضر و
موجود ہیں۔

(۵) مولانا سید محمد دہلوی سربراہ پاکستان شیعہ مطالبات کمیٹی

اپنی تالیف نورالعصر ص ۸۰ میں فرماتے ہیں ''انصاف سے فرمایئے کہ وہ کون سے مومن ہیں
جو کہ اعمال امت دیکھتے ہیں اور ساری امت سے باخبر ہیں۔ البتہ آئمہ معصومین علیہم السلام سے یہ
فرماتے رہے کہ قدرت نے ہم کو ایک ستون (عمود) یا قوت نورانیہ عطا کی ہے جس سے ہم بندوں
کے اعمال سے باخبر ہیں۔

عمود سے فرشتہ مراد نہیں ہو سکتا

ہماری پیش کردہ احادیث واخبار متواترہ کا صحیح مفہوم کلام علماء کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ عمود ایک موہوبی قوت قدسہ نورانیہ کا نام ہے جس کے ذریعہ آئمہ اطہارؑ کائنات عالم کے اوپر شاہد وناظر ونگران ہیں جیسا کہ علامہ عباس قلی ناسخ التواریخ ج ٥ بھرہ دوم ص ٥١٠ میں فرماتے ہیں از مقامات و شئوفات عالیه ایشاں یکی اینست که ہماں وقت ہر ہمہ چیز عالم و ناظر باشند و ہیچ چیز برایشاں غیر مکشوف نه باشد آئمہ معصومین علیہم السلام کے مقامات عالیہ اور مراتب عظمیہ سے ایک مرتبہ یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت ہر شے کے عالم اور ناظر ہوں اور کوئی شے ان سے پوشیدہ نہ ہو۔

اس سلسلہ میں فاضل مؤلف نے اصول الشریعه ص ١٨٤ میں ایک حدیث بطور حجت پیش کی ہے اور فرماتے ہیں کہ "تمام روایات عمود کی توضیح حضرت امام جعفر صادقؑ کی صحیح السند حدیث شریف سے ہوتی ہے جو کہ اصول کافی ص ١٩٩ میں ہے۔ محمد بن عیسیٰ بن عبید بیان کرتے ہیں کہ میں اور ابن فضال بیٹھے تھے کہ جناب یونس آئے اور کہا کہ میں نے حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ہو جاؤں لوگ عمود کے متعلق بہت کچھ بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے یونس تمہارا یہ خیال ہے کہ وہ لوہے کا کوئی ستون ہے جو تمہارے صاحب کے لئے کھڑا کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں ہے۔ امام عالی مقامؑ نے فرمایا یہ ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے ہر ہر شہر پر مؤکل کر رکھا ہے جس کے ذریعے خدا اس شہر والے لوگوں کے اعمال امامؑ تک پہنچایا ہے۔ اس وقت ابن فضال نے اٹھ کر یونس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا اے محمدؐ خدا تم پر رحم کرے آپ ہمیشہ ایسی ہی سچی احادیث پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے عقدہ کشائی ہو جاتی ہے۔ الخ۔

جواباً عرض ہے کہ اس حدیث سے استدلال قائم کرنا بچند وجود درست نہیں ہے۔

(١) یہ خبر واحد ہے جو کہ اخبار متواترات و واضح المعنی کا معارضہ نہیں کر سکتی جن کی اسانید ورواۃ اس

سے بدر جہا جید اور قابل اعتماد ہیں اور خود فاضل مؤلف رسالہ اصول ص ٢١٨ میں فرماتے ہیں کہ اصول عقائد میں صحیح السند خبر واحد بھی حجت نہیں ہے۔ نیز یہ روایت امام جعفر صادقؑ کی نہیں بلکہ امام رضاؑ کے نام سے منسوب ہے۔

(٢) اس روایت کا راوی واحد محمد بن عیسیٰ بن عبید یونسی یقطینی ہے جس کی شخصیت بعض محققین اعلام کے نزدیک شدت سے مجروح ہے۔

شیخ صدوق کے استاد عظیم محمد بن حسن بن ولید قمی فرماتے ہیں مایتفرد به محمد بن عیسیٰ من کتب یونس و حدیثه کا یعمتد یونس بن عبدالرحمٰن کی جن احادیث وکتب کا واحد راوی محمد بن عیسیٰ ہے ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں "لا اروی مایختص بروایته۔ جو روایات اس محمد بن عیسیٰ کی مخصوص ہیں میں ان کو نقل نہیں کرتا۔

شیخ طوسیؒ فرماتے ہیں ضعیف و قبل کان یذهب مذهب الغلاة۔ یہ راوی ضعیف ہے بعض علماء نے اس کو غالی المذہب لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو (خلاصة الاقوال ص ٦٩' علامه حلی)

یہی وجہ ہے یہ حدیث متقدمین کی دیگر کتب احادیث میں نہیں لی گئی ہے حتیٰ کہ شیخ صدوق محمد بن حسن صفار اور شیخ طوسی نے اس کو نہیں لیا جس روایت کی یہ پوزیشن ہو اس کو اصول عقائد میں یہ حضرات کیونکر حجت قرار دیں گے۔ پھر شیخ صدوق کی اس حدیث کو ہی تسلیم کیوں نہ کیا جائے جو کہ العیون باب ٤٥ میں مروی ہے جس میں عمود کی شرح میں خود امام رضاؑ نے لیست بملك فرمایا ہے کہ عمود روح مقدسہ ہے اور فرشتہ نہیں ہے

عرض اعمال سے قبل بھی امامؑ اعمال سے باخبر ہوتا ہے

مومنین ذوی الاحترام سے مخفی نہ رہے کہ آئمہ اطہار علیہم السلام سے وارد شدہ احادیث متضافرہ ومتکاثرہ سے ثابت ہے کہ ملائکہ اعمال کو لکھ کر آئمہ معصومین علیہم السلام پر پیش کرتے ہیں اور پھر اللہ پر پیش ہوتے ہیں۔ جس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہے کہ یہ عرض اعمال سے قبل اعمال سے

واقف نہیں ہوتے جیسا کہ بعض اہل علم کا گمان ہے اور اگر عرض اعمال ہی علم اعمال کا سبب قرار دیا جائے تو ان احادیث کے متعلق یہ حضرات کیا فتوے قائم کریں گے۔

(۱) قال رسول اللّٰہ ما من حافظین یرفعان الی اللّٰہ ماحفظا فیری اللّٰہ فی اول الصحیفة خیراً و فی اٰخرة خیراً الاقال للملائکة اشھدو انی لغفرت لعبدی مابین طرفی الصحیفة (بحار ج ۱۸ ص ۴۸۷) آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جب بھی کرائم کاتبین بندہ کے اعمال کو لکھ کر اعمال نامہ اللہ کے پیش کرتے ہیں اور اللہ نامہ اعمال کے شروع اور آخر میں نیکیاں دیکھتا ہے تو فرماتا ہے اے فرشتو تم گواہ رہو میں نے اس کے نامہ اعمال کے اندر لکھے ہوئے گناہ معاف کر دیئے۔

(۲) امام رضاؑ فرماتے ہیں انی لأعرض اعمالکم علی اللّٰہ فی کل یوم (بصائر الدرجات ص ۵۱۵ لئالی الاخبار جلد ۱ ص ۳۸۵ ''میں ہر روز تمہارے اعمال کو دربار خدا میں پیش کرتا ہوں''۔(تفسیر برھان ص ۴۴۲)۔

(۳) تفسیر برھان ص ۴۴۲ میں امام رضاؑ سے مروی ہے انی واللّٰہ لأعرض اعمالکم علی اللّٰہ کل خمیس۔ ہر جمعرات کو میں ہی تمہارے اعمال اللہ کے ہاں پیش کرتا ہوں۔

(۴) عیون اخبار الرضاؑ باب ۳۰ میں مروی ہے کان رسول اللّٰہ یسافریوم الخمیس و یقول فیه ترفع الاعمال الی اللّٰہ آنحضرتؐ جمعرات کے روز سفر کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس روز اعمال اللہ کی طرف بلند کئے جاتے ہیں۔

کیا ان احادیث سے یہ گمان ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کے پیش ہونے سے قبل ناواقف ہوتا ہے۔ (معاذ اللّٰہ عن ذالک)۔

۱۔ حقائق الاسرار ص ۴۴ طبع ایران اور طوالع الانوار ص ۱۲۸ میں مروی ہے عن محمد بن سنان عن ابی عبداللّٰہ ان قال یا مفضل من زعم ان الامامؑ من آل محمد یغرب عنه شی من الامر المحتوم یعنی مماکتب القلم علیٰ اللوح

فقد کفربما انزل علیٰ محمد وانا لنشھد اعمالك ولا یخفیٰ علینا شی من امرکم وان اعمالك تعرض علینا۔

مفضل سے روایت ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اے مفضل جو یہ گمان کرتا ہے کہ آل محمدؐ میں سے امام برحقؑ پر لوح محفوظ پر لکھے ہوئے حتمی امور مخفی ہوتے ہیں گویا کہ اس نے آنحضرت ص پر نازل ہونے والے کا انکار کیا ہم تمہارے اعمال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور تمہارا کوئی عمل ہم سے پوشیدہ نہیں رہتا اور پھر تمہارے اعمال ہم پر پیش ہوتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں اعلم ان المستفاد من اخبارھم ان الاعمال تعرض علی النبی والولی ثم ترفع الی حضرة الرب الاعلیٰ وھم یعلمونه قبل ذالك ولا یغرب عن علمھم مثقال ذرة فی الارض ولا فی السماء وکلما ینزل من اللّٰہ من الفیوضات الیٰ سایر الخلائق فانما تنزل اولابھم ثم منھم الیٰ مامن سواھم ویشھد بذالك ماروا ه محمد بن سنان عن الصادقؑ انه قال ان لنا مع کل ولی لنا اذن سامعة و عین ناظرة الخ ۔ آئمہ معصومین علیہم السلام کی احادیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ اعمال آنحضرتؐ اور آئمہ طاہرینؑ پر پیش ہوتے ہوئے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لے جائے جاتے ہیں اور وہ پہلے بھی ان اعمال کو جانتے ہیں اور ان کے علم سے زمین و آسمان کا ذرہ بھی بعید نہیں ہے اور تمام مخلوقات پر اللہ کے جو فیوضات نازل ہوتے ہیں پہلے ان ذوات کی خدمت میں پیش ہوتے ہیں اور پھر دوسروں تک پہنچتے ہیں۔ اس کی گواہی امام صادقؑ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو محمد بن سنان نے روایت کی ہے کہ ہر ولی کے ساتھ ہماری دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان موجود ہیں۔

۲۔ علامہ حافظ رجب بن علی البرسی

مشارق الانوار میں فرماتے ہیں فان کان الامام لایعلمھا الا بعدالعرض فماالفرق بین الامام والماموم بل یکون فی الرعیة من ھواعلم منه فاین الامامة التی

تعریفها بانها ریاسة عامة واین عمومها اذا کان لایعلمها الابعد العرض فما الفائدة فی عرض مالایعلمه و کذاالقول فی رفع الاعمال الیٰ حضرة الربوبیة فان کان الرب لایعلمها الا اذا ارتفعت الیه فان العبد اعلم من الرب وهو محال لان الرب باعمال عباده عالم و محیط بها و حافظ علیها و قیوم علیما ولایخفیٰ علیه شی فی الارض ولا فی السماء فان قیل فما الفائدة فی عرضها واللّٰه و رسوله و ولیه اعلم به فالجواب عنه ان الفائدة فی عرضها علی اللّٰه ان کثرة الاعوان تدل علی عظمة السلطان و امّا الفائدة فی عرضها علی الولیّ فان ذالك علیٰ سبیل الطاعة ولاتعظیم لانه ما من امر ینزل من السماء و یصعد من الارض الاویعرض علی الولی لتعلم الملائکة حجة امره وانه مطاع الامر وان مطاع الامر وان اهل السماوات والارض متعبدین بخدمة۔ الخ۔ (عن مشارق انوار الیقین فی حقائق التواتر امیرالمومنینؑ)

اگر ہم یہ مفروضہ تسلیم کرلیں کہ امامؑ اعمال کو پیش ہونے کے بعد جانتا ہے تو پھر امام و ماموم میں فرق ہی کیا رہا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل رعیت امامؑ سے زیادہ علم رکھنے والے بن گئے اور وہ امامت کیا ہوئی جس کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ ریاست عامہ ہے پھر اس کی عمومیت کیونکر ہوسکتی ہے۔ اگر امامؑ پیش ہونے کے بعد ہی عمل سے واقف ہوں تو غیر معلوم چیز کے پیش کرنے کا کیا فائدہ؟ اسی طرح اللہ کے ہاں اعمال پیش ہوتے ہیں۔ اگر اللہ عرض اعمال سے قبل معاذ اللہ ان اعمال سے ناواقف ہو تو عبد و معبود میں فرق ہی کیا ہوگا۔ پھر تو بندہ اللہ سے اعلم ہوگیا جو کہ محال ہے۔ چونکہ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کا عالم محافظ اور محیط ہے جس پر آسمان و زمین کی کوئی شے مخفی نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب اللہ رسولؐ اور امامؑ عرض اعمال سے پہلے اعمال کا علم رکھتے ہیں تو پھر عرض اعمال کا کیا فائدہ؟ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اللہ اپنے اعوان کی کثرت سے اپنی عظمت کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور امامؑ پر اس لئے پیش ہوتے ہیں کہ اس میں فرشتوں پر ان کی اطاعت و تعظیم کا اظہار کیا گیا

ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والا ہر امر اور زمین سے اوپر جانے پر ہر امر پہلے ان ذوات مقدسہؑ کی خدمت میں پیش ہوتا ہے تاکہ فرشتوں کو علم ہوجائے کہ یہی ذوات مقدسہؑ ہی حجت خدا ہیں اور تمام اہل آسمان و زمین پر ان کی خدمت عبادت قرار دی گئی ہے۔

۳۔ عمدۃ الاصولیین آقائے علامہ دربندیؒ

اکسیر العبادات ص ١٦٨ میں فرماتے ہیں انهم کانواحجج اللّٰه علیٰ جمیع اهل السماوات والارضین لزم ان یکونوا مطلعین علی احوال جمیع السماوات والارضین عالمین بهاعلم الاحاطه والمشاهدة علیٰ نمط محض الاخبار ولزم ان یکونوا متصرفینن فی جمیع العوالم الامکانیة قبل ظهورهم فی اجارهم الدنیویة۔ جب کہ آئمہ معصومین علیہم السلام تمام اہل آسمان و زمین پر حجت تھے تو یہ لازم قرار پایا کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کے حالات پر احاطہ و مشاہدہ کے طور پر عالم ہوں نہ کہ محض اخبار و اعلام کے طور پر اور یہ بھی لازم قرار پایا کہ یہ ذوات مطہرہؑ اللہ کے اذن سے تمام عوالم امکانیہ کے جملہ مقامات پر تصرف کرلیں۔ حتیٰ کہ اپنے اصلی دنیاوی اجسام میں آنے سے قبل بھی متصرف ہوں۔

۴۔ علامہ محمد تقی برغانی(ا) مجالس المتقین مجلس ٣٩ میں فرماتے ہیں ”امام حئی و میت متساوی ست می بیند و می شنودوایضاً مکانی مانع نیست اورا ازمکان دیگر پس ازیں جاستکه دریك شب درچهل جامهمان شد۔ امام زندہ اور مرنے

(ا) علامہ عباس قمیؒ الفوائد الرضویه ص ٤٢٩ ج ٢ میں فرماتے ہیں کان من اعاظم عصره من تلامذة صاحب الریاض والشیخ الاکبر و کان متقدما علی من کان بقزوین من العلماء لشدة تقواه و کثرة تهجده ۔ آپ اپنے زمانہ کے جلیل القدر علماء اعلام میں تھے اور صاحب ریاض اور شیخ اکبر کے شاگرد تھے۔ آپ اپنے زہد و تقویٰ اور تہجد کی وجہ سے تمام علماء قزوین پر مقدم تھے۔ آپ کی کتاب مجالس للمتقین مشہور ہے۔ ١٢٦٣ھ میں آپ کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے فرقہ بابیہ کے مفسدین نے شہید کردیا۔ اعلی اللہ مقامہ۔

کے بعد یکساں ہے اور برابر سنتا ہے اور دیکھتا ہے اور ایک مقام اس کو دوسرے مقام میں دیکھنے سے مانع نہیں ہے اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام ایک شب میں چالیس جگہ مہمان ٹھہرے۔

۴۔علامہ سید محمد مہدی تنکابنیؒ

طوالع الانوار ص ۲۱۲ میں فرماتے ہیں فمماتهم و حیاتهم سواء کما عرفت و حضورهم غیبتهم ایضاً کذلك فالقرب والبعد عندهم سواء لانهم یسمعون من کل مکان فان الله جعل اذانهم سامعة من کل مکان کما جعل اذان الحورالعینن والجنة والنار کذلك سامعة کما هوالمروی عنهم۔

ذوات معصومین علیہم السلام کی موت وحیات برابر ہے اسی طرح ان کا حاضر ہونا یا غائب ہونا بھی برابر ہے۔قرب وبعدان کے نزدیک یکساں ہیں۔وہ ہر جگہ سے سنتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی قوت سامعہ کو ایسا بنایا ہے کہ کوئی آواز ان سے مخفی نہیں رہتی جیسا کہ حوروں کی قوت سامعہ ہے اور جنت و جہنم بھی اسی طرح ہیں جیسا کہ ان ذواتؑ سے مروی ہے۔(۱)ملاحظه هو سفینة البحار ج ۱ ص ۳۴' بحار الانوار ج ۳ ص ۳۳۵۔

۶۔علامہ شیخ عباس قمیؒ

منتهی الآمال ج ۲ ص ۵۵۵ میں فرماتے ہیں نتیجه مقصود دریں مقام اینکه حضرت صاحب الامر حاضر درمیان عباد و ناظر براحوال رعایا و قادر برکشف بلایا و عالم باسرار و خفا یا بجهت غیبت و ستراز مردم از

(۱)علامہ شیخ محمد نبی تو سیرگانیؒ لئالی الاخبار ج ۱ ص ۳۸۶ میں آنحضرتؐ کے لئے فرماتے ہیں انه اعطی سمع الخلائق لیسمع کل مایقولوا آنحضرتؐ کو تمام مخلوقات کی باتیں سننے کی قوت دی گئی ہے۔آپؐ سب کی باتیں سن لیتے ہیں۔نیز ج ۲ ص ۴۳۱ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آنحضرتؐ درود وسلام کو سن لیتے ہیں اور ملائکہ لکھ بھی لے جاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے سن لینے کے بعد لکھ کر پہنچانے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ متعدد اسباب کے ذریعے سے صلوات کی تعظیم وتکریم کا اظہار فرمانے کے لئے ایسا کرتا ہے۔

منصب خلافتش عزل نه شده و ازلوازم آداب ریاست الٰهیه خود دست نه کشیده ۔اس مقام پر ہمارا نتیجہ مقصود یہ ہے کہ حضرت صاحب الامر عجل اللہ ظہورہ بندوں کے مابین حاضر اور اپنی رعایا کے حالات پر ناظر ہیں اور مشکلات ومصائب کو دفع کرنے پر قادر ہیں اور پوشیدہ رازوں کو جاننے والے ہیں اور اپنی ریاست الٰہیہ کے لوازمات سے اور خلافت کے منصب سے باوجود غائب ہونے کے بھی دست کش نہیں ہوتے۔نیز نفس المهموم فی مصائب الامام المظلوم ص ۱۰ میں فرماتے ہیں فهم یرون عالم الغیب فی عالم الشهادة حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام ہر غیب شے کو اپنے سامنے حاضر وموجود دیکھتے ہیں۔

۷۔علامہ شیخ جعفر تستری

فرماتے ہیں شکی نیست که پیغمبر خدا بعد موت زنده ست کلام رامی شنود و جواب می فرماید مگر قوت سامعه اکثر خلق از سماع آں حبس کرده شده اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیغمبر اسلام موت کے بعد زندہ ہیں۔ہر کلام کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں مگر ان کی قوت سامعہ اکثر مخلوقات کی اسماع سے محبوس کر دی گئی ہے۔

۸۔علامہ سید حسین غفران مآب لکھنوی

اپنی تالیف حدیقه سلطانیه ص ۱۸۲ طبع لکھنؤ میں فرماتے ہیں۔ افضل خلق اند درحال موت و حیات شافع دعائے خود و سامع ادعیه و اصوات و مطلع باطلاع الٰهی برحالات شاں می باشند واسطه فیوض الٰهی اند آئمہ اطہار علیہم السلام موت وحیات میں افضل خلق ہیں اور اپنے رعایا کے شافع ہیں۔ان کی آوازوں اور دعاؤں کو سنتے ہیں اور اللہ کی اطلاع کے ساتھ ان کے تمام حالات پر مطلع ہیں اور فیوضات الٰہیہ کا واسطہ ہیں ص ۱۸۷ پر اذن اللہ کی شرح میں رقمطراز ہیں۔ کلام رعایا و برایا رامی شنوند: یہ ذوات مقدسہؑ تمام رعایا ومخلوقات کی آوازوں کو سنتے ہیں۔

۹۔علامہ علی اکبر نہاوندیؒ

انوارالمواھب ج ٤ ص ٢٧ میں آنحضرتؐ کے دوجنبوں کا ذکر کرتے ہوئے اور جنبہ بشری کی وضاحت میں فرماتے ہیں بزبان ایں جنبه گویند که ماعلم غیب نه نداریم و باسباب عادیه و طبیعه متوسل شوند بلکه ازمردم استعلام بعض امور کنند مانند سوالات حضرت امام حسین علیه السلام حال کوفه و اہل بخارا از اعراب بیابان باطلاع کامل برحقیقت امرچوں مناط تکلیف باعلوم رسمیه ظاہر' از اسباب متعارفه است باید اقدام درامور بحسب ظاہر باشد و توجه امام مظلوم بعراق موافق بارفتار عقلاء مطابق سیاسیات مدینه بود و بعد از ترانه نامہائے بسیار و معاہدات بے شمار حرکت نمود۔

آئمہ طاہرینؑ اسی جنبہ ظاہری کی زبان سے فرماتے ہیں کہ علم غیب نہیں جانتے اور عادیہ اور طبیعہ وسائل سے متوسل ہوتے ہیں بلکہ لوگوں سے دریافت کرتے رہتے ہیں جس طرح امام حسین علیه السلام نے کوفہ کے حالات اعراب بیاباں سے دریافت کئے حالانکہ تمام حالات سے مطلع تھے مگر چونکہ تکالیف علوم رسمیہ کا تعلق اسباب ظاہرہ سے ہے لہٰذا امور میں ظاہری اسباب کے مطابق اقدام کرنا چاہیے تھے اور امام مظلومؑ کی توجہ عراق کی جانب عقلاء کے رویہ کے مطابق اور سیاسیات مدینہ کے موافق تھی اور آپ نے بہت سے خطوط آنے کے بعد اور بے شمار معاہدات کے طے ہونے کے بعد سفر اختیار کیا۔(اگر چہ جنبہ نوری کے ذریعے تمام انسانوں کے اعمال سے باخبر ہوا کرتے تھے)۔

۱۰۔ بحار ج ۱۳ ص ۲۴۳ میں خود امام زمانہ صاحب الامر صلوۃ اللہ علیہ وعجل فرجہ الشریف شیخ مفید کو ایک توقیع شریف میں فرماتے ہیں انا نحیط علماً بانبائکم ولایعزب عناشیء من اخبارکم و معرفتنا بالذل الذی اصابکم مذجنح کثیر منکم الی ماکان السلف الصالح عنه شاسعاً و نبذوا العهد الماخوذ و راء ظهورهم کانهم لایعلمون انا غیر مهملین لمراعاتکم ولاناسین لذکرکم ۔(احتجاج طبرسیؒ ص ۲۷۷)۔

ہم تمہاری خبروں کا احاطہ علمی رکھتے ہیں تمہاری کوئی خبر بھی ہم سے بعید نہیں ہے اور ہم اس ذلت سے واقف ہیں جو تم کو اس وقت سے لاحق ہوئی ہے جبکہ تم سے اکثر ایسے امور کی طرف مائل ہوئے جن سے سلف صالح بعید تھے اور انہوں نے اپنے عہد کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ نہیں جانتے کہ ہم تمہاری حفاظت سے غافل نہیں ہیں اور تمہاری یاد سے لا پرواہ نہیں ہیں۔

ان حقائق قاہرہ سے مبرہن ہو گیا کہ حضرات معصومینؑ ہمارے ظاہری و باطنی احوال کا علم کلی رکھتے ہیں۔ ہماری کوئی خبر ان کے علم سے باہر نہیں ہے اور قوت قدسیہ سے بندوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں جس کا انکار کرنا آئمہ معصومینؑ کی احادیث متکاثرہ و متضافرہ کا انکار کرنا ہے البتہ آئمہ اطہارؑ نے اپنی ظاہری زندگی میں جو معاشرت بشری لوازمات کے ساتھ گزاری ہے اس سے یہ قیاس کرنا غلط ہے کہ یہ ذوات مقدسہ مجبور ومقہور تھے۔ چنانچہ مجلسیؒ نے بحار ج ۱۲ ص ۱۳۱ میں فرمایا ہے ان امامتهم الواقیعة و قدرتهم العلیة و نفاذ حکمهم فی العالم الادنیٰ و الأعلیٰ و خلافتهم الکبریٰ لم ینقص بمایری فیهم من المذلة والمغلوبیة والمقهوریة ان ذوات مطہرہؑ کی امامت واقعی اور بلند پایہ قدرت اور عالم ادنیٰ والاعلیٰ میں ان کے حکم کا نافذ ہونا اور ان کی خلافت کبریٰ ان کی اس حالت کی وجہ سے ناقص نہیں کہلا سکتی جو ان حضرات نے مذلت' مغلوبیت اور مقہوریت میں گزاری ہے۔

ارباب انصاف کے لئے اسی قدر لکھ دینا کافی و وافی ہے۔ امید ہے کہ حضرات مومنین ذوی الاحترام ہماری اس چند روزہ محنت کو بقدر اکرام دیکھیں گے اور آخر میں ہم آئمہ معصومین علیہم السلام کی بارگاہ اقدس میں بصد عجز و انکساری عرض کریں گے کہ اپنے شیعوں کو ہر قسم کے فتنہ و فساد سے محفوظ رکھیں اور حق تعالیٰ ہمیں اتحاد و تنظیم کی توفیق عطا کرے۔

واخر دعوانا ان الحمد للّٰه رب العلمین

باب ہفتم

دررد اتہام نافرجام شیخی بودن مومنین کرام

ہم نے مقدمہ کتاب میں وضاحت کر دی ہے کہ ہمارا مقصد اس تالیف سے مومنین ذوی الاحترام کے مابین اتحاد و تنظیم قائم کرنا ہے۔ ہمیں آخر میں فاضل مؤلف کی اس بحث پر تبصرہ کرنا ہے کہ آیا پنجاب کے اکثر شیعہ مومنین حضرات شیخیۃ المذہب ہیں؟ شیخیہ کے عقائد فاسدہ مومنین کرام پر مخفی نہیں ہیں جو کہ امیرالمومنینؑ کو آنحضرتؐ کا استاد اور معلم اور ان سے افضل مانتے ہیں (العیاذ باللہ) ہم سے کوئی بھی اس عقیدہ فاسدہ کا حامل نہیں ہے بلکہ ایک جاہل بھی اس کو کفر قرار دے گا۔ نیز شیخیہ قرآن میں وارد ہونے والے لفظ ''اللہ'' سے حضرات آئمہ اطہارؑ کو مراد لیتے ہیں مگر ہمارا بچہ بچہ معبود حقیقی اور ان ذوات مقدسہ کا فرق بخوبی جانتا ہے۔ شیخیہ خالق و رازق اور محی و ممیت آئمہ اطہارؑ ہی کو سمجھتے ہیں وہ ان الفاظ کی نسبت خدا کی طرف نہ مجازاً جائز سمجھتے ہیں نہ حقیقتاً اور اس نظریہ کفریہ کا فساد کون جاہل نہیں جانتا۔ شیخیہ کے نزدیک آئمہ اطہارؑ و آنحضرتؐ اپنی ہی عبادت کرتے تھے۔ اپنی ہی نماز پڑھتے تھے ایاك نعبد و ایاك نستعین سے اپنے نفوس کو خطاب کرتے تھے۔ ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ آخر پاکستان میں کون سا جاہل شیعہ ہے جو اس مشرکانہ خیال کی تائید کرے گا۔ اسی طرح اگر ہم عقائد شیخیہ اور عقائد شیعان پنجاب میں موازنہ کرنے بیٹھیں تو ان میں آسمان و زمین کا فرق نظر آئے گا۔ پہلے ہم اگر بفرض المحال یہ تسلیم کر لیں کہ پنجاب کے شیعہ شیخیہ ہیں تو پھر ان کا کیا قصور۔ نجف اشرف کے جلیل القدر علماء اعلام شیخیہ کی تکفیر و تشریک کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ مثلاً نجف اشرف کے مجتہد جلیل القدر علامہ شیخ محمد حسین آل کاشف الغطاء مرحوم جن کی جلالت و عظمت مخالفین کے نزدیک بھی مسلم ہے اپنی مشہور تالیف الآیات البینات ص ۱۸ طبع نجف میں فرماتے ہیں کان العارف الشهير الشيخ احمد الاحسائی فی اوائل القرن الثالث عشر و حضر علیٰ السید بحر العلوم و کاشف الغطا وله منهما اجازة تدل علیٰ علومقامه عندهم و عند سائر علماء ذالك العصر والحق انه رجل من اکابر علماء الامامية و عرفائهم وکان علی غاية من الورع والزهد والاجتهاد فی العبادة کما

سمعناه ممن نثق به ممن عاصرنا وامرائه نعم له كلمات فى مولفاة مجمله متشابهة لايجوزمن اجلها التهجم والجزة علىٰ الخ۔ مشہور عارف شیخ احمد احسائی تیرھویں صدی کی ابتداء میں گزرے ہیں اور آپ بحرالعلومؒ اور کاشف الغطاء کے شاگرد تھے اور آپ کو ان بزرگواروں سے اجازہ بھی حاصل ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ ان علماء اور دیگر علماء نجف کے نزدیک بڑا عظیم درجہ رکھتے تھے اور حق یہ ہے کہ شیخ احمد شیعہ مذہب کے اکابر علماء میں سے تھے اور عارفین میں شمار ہوتے تھے اور ہمیں اپنے زمانے کے بعض معتبر حضرات سے معلوم ہوا ہے جو کہ شیخ احمد کے معاصر تھے کہ شیخ بہت ہی نیک سیرت، عبادت گزار اور زاہد تھے۔ ہاں ان کی مولفات میں چند متشابہ اور مجمل جملے بھی ملتے ہیں مگر ان کی وجہ سے شیخ کی شان میں گستاخی کرنا اور ان کو کافر کہنے کی جرأت کرنا ناجائز ہے نیز اعلم دوران علامہ سید بزرگ طہرانی نے الذریعہ ج ٤ ص ٨٩ اور اعلام الشیعہ ج ٢ ص ٨٨ میں شیخ احمد کو علماء شیعہ میں شمار کیا ہے اور علامہ آل کاشف الغطاء کے بیان کی تائید کی ہے۔ باقی رہے وہ عقائد جن میں مولانا معاصر نے شیعان پنجاب کو شیخی ثابت کیا ہے ان عقائد کو ہم کتاب وسنت اور متقدمین ومتاخرین علماء شیعہ کے نظریات کی روشنی میں ثابت کر چکے ہیں۔ اگر اسی کا نام شیخیت ہے تو ہمیں اس شیخیت پر فخر حاصل ہے۔ وذالك ذنب لست عنه بتائب۔ آیئے ذرا جائزہ لیں کہ ہم ان عقائد کی وجہ سے کیوں کر غالی یا شیخی کہلا سکتے ہیں۔

آئمہ اطہارؑ کی علیحدہ نوع والا عقیدہ

اسی سلسلے میں اصول ص ٢٣٠ میں شیخیہ کی کتب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ ذوات مقدسہ ظاہراً نوع انسانی میں داخل ہیں ورنہ درحقیقت ان کی نوع علیحدہ ہے اور انسانیت ان کا عارضی لباس ہے۔ الخ۔ ہم سید اسماعیل نوری اور شیخ طوسیؒ اور ابو محمد فضل بن شاذان (١) قمیؒ کی اسناد سے امام موسیٰ کاظم ؑ کی روایت لکھ آئے ہیں کہ ان ذوات

(١) ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری امام رضا ؑ کے صحابی عظیم القدر ہیں۔۔۔۔۔۔(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مقدسہ کا ظاہر بشر ہے اور باطن میں یہ لاہوتی ہیں۔ نیز تفسیر لوامع التنزیل ج ١٥ ص ٧٧ سے ہم ان کی علیحدہ نوع کی بحث اور خلقت نوری خاتم المفسرین علامہ سید علی حائری کے افادات عالیہ سے لکھ چکے ہیں۔ اب یہ ثبوت مؤلف کے ذمہ ہے کہ وہ ان روایات کتب اور علماء شیخیہ سے متعلق ہونا ثابت کریں۔

نیز علامہ مجلسیؒ نے بھی ان ذوات مقدسہ کے حق میں حیوۃ القلوب ج ١ ص ٦ میں فرمایا ہے حق تعالیٰ جمع ازروحانیاں و قدسیاں رادر صورت و خلقت بشر آفرید۔ اللہ نے چند پاکیزہ روحانیوں کو "بشر" کی خلقت وصورت میں پیدا کیا۔ کیا فرماتے ہیں فاضل مؤلف کیا علامہ مجلسیؒ شیخی المذہب ہیں؟

علم غیب کی بحث

ص ٣٢٣ میں علم غیب کے اثبات کو بھی شیخیہ کا طبع زاد نظریہ واضح کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم چھ معتبر احادیث اور دیگر دلائل قاہرہ کے ساتھ فاضل مؤلف کے دلائل رکیکہ کو فاسد کر چکے ہیں نیز ہم جلیل القدر اعلام ومجتہدین کے فرامین بھی درج کر چکے ہیں۔ اب فاضل کا عالمانہ فرض ہے کہ ہماری پیش کردہ روایات کے راویوں کو غالی شیخی اور کتب شیخیہ ثابت کریں ورنہ علماء متقدمین ومتاخرین اور کتب شیعہ کو شیخی قرار دینا جن میں علامہ حسین بخش صاحب مؤلف تفسیر انوار النجف اور لمعۃ الانوار بھی شامل ہیں ادب، خُلق ادب، دین و دیانت سے کوسوں دور ہے۔

......(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) آپ کی تالیف کتاب "عمل یوم ولیلۃ" جب امام عسکری ؑ کی خدمت میں پیش کی گئی تو آپؑ نے فرمایا ھذا صحیح ینبغی ان یعمل بہ۔ یہ صحیح ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔ رجال کشی ص ٣٣٣ خود فاضل مؤلف احسن الفوائد ص ١٣ پر فرماتے ہیں کہ "جناب فضل بہت قابل وثوق اور ہمارے فقہاء و متکلمین میں بہت جلیل القدر تھے اور طائفہ امامیہ میں خاص عظمت وجلالت کے مالک ہیں اور اپنی قدر و عظمت کے لحاظ سے اس سے اشہر واعرف ہیں کہ ہم ان کی کوئی وصف کریں۔

حاضر و ناظر والا عقیدہ

اس عقیدہ کے متعلق ہم نے کتب معتبرہ شیعہ سے متضافر روایات درج کردی ہیں۔ نیز سرکار علامہ راوندی علامہ برسی علامہ مجلسیؒ علامہ شریف الخاتون آبادی علامہ شیخ عباس قمیؒ جیسے علماء کے فرامین درج کر چکے ہیں اور امیر المومنین علیہ السلام کا جنگ خندق میں متعدد مقامات پر موجود ہونا مدینۃ المعاجز اور کتاب الواحدۃ کتاب المجی کتاب کبریت احمر وغیرہ کے حوالہ جات سے نقل کر چکے ہیں۔ اب یہ ثبوت مولانا صاحب کے ذمہ ہے کہ ان روایات و کتب کا فرقہ شیخیہ سے متعلق ہونا ثابت کریں! اگر ہم بھی چاہیں تو کتب عقائد علماء دیوبند سے ان حضرات کے مشارکات عقائد ثابت کرسکتے ہیں مگر ہم کسی کی دل آزاری کے درپے ہونا تعلیمات آئمہ معصومین علیہم السلام کے منافی سمجھتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ ہمارے کلمات تنافر و تباغض و تشاکس کا سبب بن کر قوم کے گرتے ہوئے اتحاد کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ ہم کسی محبّ آل محمدؐ ہونے کے دعویدار کے کیڑے نکالنے ادب دین ادب اخلاق ادب معصومین علیہم السلام کے منافی قرار دیتے ہوئے ان اصحاب اجلا کی تاسی کو مدنظر رکھتے ہیں جن میں سے ایک بطل جلیل جناب یونس بن عبدالرحمٰنؒ کے متعلق علماء رجال لکھتے ہیں کہ ان کو کسی نے کہا ان کثیراً من العصابة یقولون فيك و یذکرونك لغیر الجمیل فقال انّ کل من له فی امیرالمومنینؑ نصیب فهو فی حلّ مما قال (رجال کشی ص ۳۰۴) بہت سے شیعہ حضرات آپ کے متعلق نازیبا باتیں کرتے ہیں اور آپ کو نامناسب الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسے لوگ امیر المومنین علیہ السلام کے عقیدت مندوں میں سے ہیں تو ان کو کھلی اجازت ہے۔

شیخ خالصی کا تعارف

ہمارے ہاں کی اکثر نئی شیعہ موحّدانہ پود اسی ذات شریف کی معتقد و گرویدہ نظر آتی ہے جس نے عراق کے اندر ملت جعفریہ میں وہابیت کے اثرات کی نشر واشاعت شروع کی تھی۔ اس کا حال ہی میں انتقال ہوا ہے یہ شخص عراق میں ایک نہایت ہی فتنہ پرور شخص تھا جس کی زندگی

علماء نجف کی مخالفت میں گزر گئی حتیٰ کہ اس نے اعلم دوران مجتہد اعظم آقائے سید محسن الحکیم الطباطبائی کے خلاف شائع کردہ پمفلٹ مورخہ ۲۷ رمضان ۱۳۷۴ھ میں علامہ موصوف کو کھلے الفاظ میں مشرک لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے من یکون العوبة بید المشرکین الشیخیة لایجوز الرکون الیه و تقلیده۔ جو مجتہد مشرکین شیخیہ کے ہاتھ کا کھلونا بن چکا ہو اس کی طرف توجہ کرنا اور اس کی تقلید کرنا ناجائز ہے۔ نیز یہ کافی عرصہ تک علماء نجف اشرف سے محض اسی لئے دست بگریبان رہا چونکہ وہ اذان میں بغیر قصد جزئیت تیمناً و تبرکاً کلمہ ولایت امیر المومنین علیہ السلام کو مستحب کہتے تھے اور یہ بندہ خدا حرام اور بدعت کہتا تھا۔ بدتمیزی کا یہ عالم تھا کہ خود اس کے شاگرد خاص فاضل جلیل شیخ عبدالمنعم الکاظمی نے اپنے رسالہ "من کنت مولاہ فهذا علیّ مولاہ ج ٤ ص ۲۱۲ میں لکھا ہے کہ اس کے حلقہ درس میں ایک انگریز عیسائی عورت آئی جس کا دعویٰ تھا کہ اس کو قرآن حفظ ہے۔ یہ شیخ اس کی تعظیم کے لئے اٹھا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا لو کنت اجیز تقلید المراة لاوجبت علی علماء النجف ان یقلدوها۔ اگر میرے نزدیک عورت کی تقلید جائز ہوتی تو میں تمام علماء نجف پر یہ واجب قرار دیتا کہ وہ اس عیسائی عورت کی تقلید کریں۔ مگر فاضل مؤلف اصول الشریعہ نے ص ۱۶۳ پر اس کو ایران و عراق کے اکابر علماء میں شمار کیا ہے اور امام معصومؑ کی متواتر و مشہور دعا جس میں یا صاحب الزمان ادرکنی الغوث الغوث (مفاتیح الجنان ص ۱۱۲) کے لئے لکھا ہے۔ ان کلمات کا ظاہری مفہوم کفر ہے اور اس دعا کا پڑھنا حرام ہے اور ص ۱٦ پر اس شیخ کو علامۃ العصر حضرت آقائے الشیخ محمد الخالصی کے لقب سے یاد کرتے ہوئے ان کے خرافات کی نشر واشاعت کی ہے۔ یہ شیخ ملت جعفریہ کے اجماعی عقائد سے منحرف ہو کر آئمہ معصومین علیہم السلام کو ابوحنیفہ اور شافعی کی طرح مجتہد سمجھتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ انی اعتبر جعفر ابن محمّد احد المجتهدین والمجتهد یخطئ و یصیب۔ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کو مجتہدوں میں سے ایک مجتہد سمجھتا ہوں اور مجتہد غلطی بھی کرتا ہے اور درستی بھی کرتا ہے۔ (رسالہ مذکورة الصدر ص ۲۱۰)۔

عیدنوروز جس کی اہمیت سے شیعہ کا بچہ بچہ واقف ہے خالصی کے نزدیک اس عید کو منانا بدعت اور شرک ہے اور ان کا فتویٰ ہے کہ یہ مجوسیوں کی پیداوار ہے حالانکہ ایران وعراق کے جلیل القدر متقدمین ومتاخرین علماء عیدنوروز مناتے چلے آئے ہیں۔ رسالہ مذکورہ ص ۲۱۸۔

ارباب فکر کے لئے اس قدر لکھنا کافی ہے ہم تو اس خالصے کو عالم دین کی توہین سمجھتے ہیں۔ چہ جائیکہ اس کے قول کو اصول وعقائد میں حجت قرار دیں۔ اسی طرح فاضل مؤلف نے بھی اصول الشریعہ میں اپنے معتقدین حضرات کے علاوہ اکثر شیعان پنجاب کو کافر مشرک شیخیہ سے تعبیر فرما کر اپنی خالصیت نوازی کے ثبوت فراہم پہنچائے ہیں اگر ہمارے مدلل عقائد کا حامل ہونا شیخیت ہے تو بقول شیخ عبدالمنعم ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ انا نحمد اللّٰہ علیٰ ان جعلنا شیخیة نغضب للحق و ننصر شعائر الخلق' (رسالہ مذکورہ ص ۲۲۷) ہم اس اللہ کی حمد وثناء کرتے ہیں جس نے ہم کو شیخیہ بنایا ہے ہم حق کے لئے ہی لوگوں سے ناراض ہیں اور ہم شعائر حق کی مدد کرتے ہیں۔

ارباب فکر کے لئے اسی قدر لکھ دینا کافی ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض اسباب مہیا ہونے کی صورت میں ہم اسی قدر مباحث پر اکتفا کرتے ہوئے قلم روک رہے ہیں۔ اگر ضرورت پڑی تو ہم اس کتاب کا دوسرا اجزء بھی بقیہ مسائل کی تحقیق میں تالیف کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔

وَاٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقه محمّد و آله المعصومین المطّهرین۔

۲۵ جولائی ۱۹۶۸ھ بھکر شہر ضلع میانوالی
مغربی پنجاب میں پایہ تکمیل کو پہنچی

باب ہشتم

شان امامتؑ میں

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کا خطبہ

ہم گزشتہ صفحات باب سوم میں خطبہ طارق بن شہابؓ کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں کہ طارق نے روایت کی ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ نے ان سے شان امامت کے متعلق ایک خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ کو امام حسن عسکریؑ کے جلیل القدر صحابی ابو محمد حسن بن محمد بن جمہور العمی البصریؒ م ۲۹۶ھ نے اپنی کتاب ''الواحدۃ فی المناقب والمثالب'' میں نقل فرمایا ہے جو کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کے خواص اصحاب میں سے ہے۔ نیز علامہ مجلسیؒ نے اس خطبہ جلیل القدر کو بحار الانوار ج ۷ ص ۳۰۶ میں بھی نقل کیا ہے۔ مؤلف اصول الشریعہ محمد حسین صاحب نے اس خطبہ کے چند اقتباسات کو مع ترجمہ رسالہ المبلغ ماہ ستمبر ۱۹۶۳ء شمارہ ۸ جلد ۷ میں بھی شائع کیا تھا (جس کی جانب ہم گزشتہ صفحات میں ایک بحث کے دوران اشارہ کر چکے ہیں) اور مولانا صاحب نے فرمایا ہے کہ حقیقی امامؑ کی پہچان کے لئے یہ خطبہ ہی کافی ہے۔ ہم اس خطبہ کو مکمل من وعن بحار جلد ۷ سے نقل کرتے ہیں جس کو پڑھنے سے اہل عرفان کی روح ایمان کو تازگی اور شگفتگی ملتی ہے۔ نیز افقہ المحدثین علامہ مرزا ابوالحسن الشریف متوفی ۱۱۴۰ھ شاگرد علامہ مجلسیؒ نے مرآۃ الانوار میں متعدد مقامات پر الفاظ قرآن کی تحلیل میں اس خطبے کے فقرات کو بطور شواہد پیش کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاطارق الامام کلمة اللّٰه و نوراللّٰه و حجاب اللّٰه وآية اللّٰه يختاره و يجعل فيه مايشاء و يوجب له بذالك الطاعة والولاية علىٰ جميع خلقه فهو وليه فى سماواة و ارضه اخذله بذالك العهد علىٰ جميع عباده۔

فمن تقدم عليه كفر باللّٰه فوق عرشه فهو يفعل مايشاء و اذا شاء اللّٰه شاء ويكتب علىٰ عضده وتمت كلمة ربّك صدقاً وعدلا فهو الصدق والعدل فينصب له عمود من نور من الارض الىٰ السماء يرى فيه اعمال العباد ويلبس الهيبة وعلم الضمير و يطلع على الغيب و يرى مابين المشرق والمغرب فلايخفى عليه من عالم الملك والمككوت و يعطى منطق الطير عند ولاية۔

فهذالذى يختاره اللّٰه لوحيه و يرتضيه لغيبه ويوّيده لكلمة ويلقنه حكمته و يجعل قلبه مكان مشيئته وينادى له بالسلطنة و يذعن له بالامرة و يحكم له بالطاعة و ذالك لان الامامة ميراث الانبياء و منزلة الاصفياء و خلافة اللّٰه و خلافة رسول اللّٰه فهى عصمة و ولاية وسلطنة و هداية وانه تمام الدين و رحج الموازين۔

الامام دليل القاصدين و منارللمهتدين و سبيل للسالكين و شمس مشرقة فى قلوب العارفين ولايته سبب النجاة و طاعته مفترضة فى الحيوة وعدة بعد الممات و عزّالمومنين و شفاعة المذنبين و نجاة المحبين و فوزالتابعين لانها رأس الاسلام و كمال الايمان و معرفة الحدود والاحكام تبين الحلال من الحرام فهى مرتبة لا ينالها الّامن اختاره اللّٰه وقدّمه و ولاه و حكمه والولاية هى حفظ الثغور و تدبيرالامور وتعديد الايام والشهود

الامام الماء العذب على الظماء والدال علىٰ الهدىٰ

الامام المطهر من الذنوب المطلّع علىٰ الغيوب

الامام هوالشمس الطالعة علىٰ العباد بالانوار فلاتناله الايدى والابصار واليه الاشارة بقوله تعالىٰ فاللّٰه العزّة ولرسوله وللمومنين والمومنون علىّ وعترته فالعزة للنبىّ وللعترة فلايفترقان فى العزّة الىٰ اخر الدهر فهم راس دائرة الايمان و قطب الوجود وضؤ شمس الشرف ونور قمره والامام هوالسراج الوهّاج والسّبيل والمنهاج والماء الثجاج والبحر العجّاج والبدرالمشرق والغديرالمغدق والمنهج الواضح المسالك والدليل اذا عميت المهالك والسحاب الهاطل والغيث الهامل والبدرالكامل والدليل الفاضل والسماء الظليلة والنعمة الجليلة والبحرالذى لاينزف والشرف الذى لايوصف والعين الغزيره والروضة المطيرة والزهرالاريج والبدرالبهيج والنيّر اللائح والعمل الصالح والمتجرالرابح والمنهج الواضح والطبيب الرفيق والاب الشفيق مفزع العباد فى الدواهى والحاكم والامر والناهى مهيمن اللّٰه على الخلائق وامينه علىٰ الحقائق حجة اللّٰه علىٰ عباده و محجته فى ارضه و بلاده مطهر من الذنوب مطلّع على الغيوب ظاہرامره لايملك و باطنه غيب لايدرك واحد دهره و خليفة اللّٰه فى امره ونهيه لا يوجدله مثيل ولايقوم له بديل فمن ذاينال معرفتنا ويعرف درجتنا اويشهد كرامتنا اويدرك منزلتنا حارت الالباب والعقول و تاهت الافهام اقول تصاغرت العظماء و تقاصرت العلماء و كلت الشعراء و خرست البلغاء ولكنت الخطباء و عجزت الفصحاء و تواضعت الارض والسّماء عن وصف شأن الأولياء و

هل يعرف أو يوصف أو يعلم أو يفهم أو يدرك أو يملك شأن من هو نقطة الكائنات و قطب الدائرات و سر الممكنات و شعاع جلال كبرياء و شرف الأرض و السماء جل مقام آل محمّد عن وصف الواصفين ونعت الناعتين وان يقاس بهم احد من العالمين كيف وهم النور الأول والكلمة العلياء والتسمية البيضاء والوحدانيّة الكبرىٰ التى اعرض عنها من ادبر وتولى و حجاب اللّٰه الاعظم الاعلىٰ فاين الاخبار من هذا او اين العقول من هذا و من ذا عرف اووصف من وصف ظنّوا ان ذالك فى غير آل محمّد كذبوا وذلت اقدامهم اتّخذالعجل ربّا والشياطين حزباً كل ذالك بغضة لبيت الصفوة ودارالعصمة وحسداً لمعدن الرسالة والحكمة زيّن لهم الشيطان اعمالهم فتبالهم وسحقاً كيف اختار و اماماً جاهلًا عابداً للاصنام حياناً يوم الزحام

والامام يجب ان يكون عالماً لايجهل و شجاعاً لاينكل لايعلمو عليه حسب ولايدانيه نسب فهو فى الذروة العليا من قريش والشرف من هاشم والبقية من ابراهيم والنهج من النبع الكريم والنفس من الرسول والرضىٰ من اللّٰه والقول عن اللّٰه فهو شرف الاشراف والفرع من عبد مناف عالم بالسياسة قائم بالرياسة مفترض الطاعة الىٰ يوم السّاعة اودع اللّٰه قلبه سره وانطلق به لسانه فهو معصوم موفق ليس بحيان ولا جاهل فتركوه ياطارق واتبعوا اهوائهم ومن اضلّ ممن اتبع هواه بغير هدى من اللّٰه

والامام ياطارق بشر ملكى و روح قدسى و مقام علىّ و نور جلىّ و سرّخفى فهو ملكى الذات الٰهى الصفات زائدالحسنات عالم بالمغيبات خصا من ربّ العالمين و نصّا من الصادق الامين وهذا كلّه لال محمّد لايشاركهم فيه مشارك لانّهم معدن التنزيل و معنى التاويل و خاصة الرب

الجليل و مهبط الامين جبرئيل صفوة اللّٰه و سرّه وكلمته شجرة النبوّة و معدن الصفوة حبييب اللّٰه ووديعته و موضع كلمة اللّٰه و مفتاح حكمته و مصابيح رحمته وينا بيع نعمته السبيل الى اللّٰه السلسبيل والقسطاس المستقيم والمنهاج القويم والذكر الحكيم والوجه الكريم والنور القويم اہل التشريف والتقويم التقديم والتعظيمم والتفضيل خلفاء النبى الكريم و انباء الرؤف الرّحيم وامناء العلى العظيم ذرية بعضها من بعض واللّٰه سميع عليم السنام الاعظم والطريق الاقوم من عرفهم واخذعنهم فهو منهم واليه الاشارة بقوله و من تبعنى فانه منّى خلقهم اللّٰه من نور عظمته ولاهم امر مملكته فهم سرّ اللّٰه المخزون واوليائه المقربون وامره(١) بين الكاف والنون الى اللّٰه يدعون وعنه يقولون وبامره يعملون علم الانبياء فى علمهم و سرّ الاوصياء فى سرّهم وعزّالاولياء فى عزهم كالقطرة فى البحر اوالذرة فى القفر والسموات والارض عندالامام كيده من راحته يعرف ظاهرها من باطنها و يعلم برّهامن فاجرها و رطبها من يابسها لان اللّٰه علم نبيّه علم ماكان ومايكون و ورث ذلك السّرالمصون الاوصياء المنتجبون ومن انكر ذلك فهو شقّى ملعون يلعنه اللّٰه ويلعنه اللاعنون وكيف يفرض اللّٰه علىٰ عباده طاعة من يحجب عنه ملكوت السموات والارض وان الكلمة من آل محمّد تصرف الىٰ سبعين وجها و كلّما فى الذكرالحكيم والكتاب الكريم والكلام القديم مامن آية تذكر فيها العين

---

(١) علامہ مجلسیؒ نے اس فقرہ کی شرح میں لکھا ہے کہ اى هو عجيب امر اللّٰه المكنون الذى ظهربين الكاف النون اشارة الى قوله انما امره اذا ارادشياء ان يقول له كن فيكون (بحار ج ٧ ص ٢٦٤) یعنی یہ اللہ کا عجیب پوشیدہ امر ہیں جو کہ اس کے کن کہنے کی وجہ سے ظاہر ہوئے اور کاف ونون سے آیت کی طرف اشارہ ہے اور اللہ کا امر یہ ہے کہ جب وہ کوئی شے چاہتا ہے تو کن کہہ دیتا ہے وہ ہو جاتی ہے۔ ان کی خلقت امری کی طرف اشارہ ہے۔

والوجه واليدو الجنب فالمرادمنها وليّ اللّه لانه جنب اللّه ووجه اللّه يعني حق اللّه وعلم اللّه و عين اللّه و يداللّه فهم لأن ظاهرهم باطن الصفات الظاهرة و باطنهم ظاهر الصفات الباطنة فهم ظاهر الباطن و باطن الظاهر و اليه الأشارة بقوله (أن لله أعين و أيادى و أنا و أنت يا على منها)فهم الجنب العلع و الوجه الرضى والمنهل الروى الصراط السوى والوسيلة الى اللّه والوصلة الىٰ عفوه و رفاه فهم سّرالواحد والاحد فلا يقاس بهم من الخلق أحد فهم خاصّة اللّه و خالصة و سرّالديان وكلمته و باب الايمان و كعبته و حجة اللّه و محجته و اعلام الهدىٰ ورايته و فضل اللّه و رحمته و عين اليقين و حقيقته و صراط الحق وعصمته و مبداء الوجود و غايته و قدرة الرب و مشيّته و ام الكتاب و خاتمته و فصل الخطاب و دلالته و خزنته الوحى و حفظته و آيته الذكر و تراجمته و معدن التنزيل ونهايته فهم الكواكب العلويه والانوار العلويته المشرقة من شمس العصمة الفاطمية فى سماء العظمته المحمّدية والاغصان النبوية النابتة فى الدوحة الاحمدية والاسمار الالٰهية المودعة فى الٰهيا كل البشرية والذرية الذكية والعترة الهاشمية المهدية اولئك هم خيرالبرية فهم الائمة الطاهرون والعترة المعصومون والذرية الاكرمون والخلفاء الراشدون والكبراء الصديقون والاوصياء المنتجبون والاسباط المرضيون والهداة المهديون الغرالميامينن من آل طٰه و يٰسين و حجج اللّه علىٰ الاولين والأخرين واسمهم مكتوب على الاحجار و علىٰ اوراق الاشجار و علىٰ أجنحته الاطيار و على ابواب الجنة والنار و على العرش والافلاك وعلىٰ أجنحة الاملاك و علىٰ حجب الجلال و سرادقات العز والجمال وباسمهم تسبّح الاطيار و تستغفر لشيعتهم الحيتان فى لجج البحار وانّ اللّه لم

يخلق احداً الّاواخذ عليه الاقرار بالوحدانيته والولاية الذرية الذكية والبرأة من اعدائه وان العرش لم يستقرحتى كتب عليه باالنور لا اله الّا اللّه محمّد رسول اللّه على ولى اللّه۔

اے طارق امام حجت خدا کلمہ خدا وجہ اللہ اور حجاب الٰہی اور آیت الٰہی ہوتا ہے جس کو اللہ برگزیدہ فرماتا ہے اور اس کے اندر کمالات قدسیہ ودیعت فرماتا ہے جس کی وجہ سے اس کی اطاعت اور ولایت کو تمام مخلوقات پر واجب قرار دیتا ہے اور امامؑ ہی آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کا ولی ہوا کرتا ہے اسی امامؑ کے لئے اللہ نے تمام بندوں سے عہد لیا جو اس پر جرات کرے گا گویا کہ وہ خداوند عرش کے ساتھ کفر کا مرتکب ہوگا۔ امامؑ جو چاہتا ہے کرتا ہے اس کی مشیت اللہ کی مشیت ہوتی ہے اور اس کے بازو پر یہ آیت لکھی جاتی ہے اور کلمہ خداوندی صدق وعدل کے ساتھ تمام ہوا۔ امامؑ ہی پیکر صدق وعدل ہوتا ہے۔ پس اس کے لئے زمین سے آسمان تک نورانی ستون نصب ہوتا ہے جس میں وہ بندوں کے اعمال دیکھتا ہے۔ لباس جلالت زیب تن کرتا ہے' دلوں کے رازوں کو جان لیتا ہے۔ غیب پر مطلع ہوتا ہے۔ مشرق ومغرب کے درمیان دیکھتا ہے اور اس کی نگاہ سے عالم ملک وملکوت کی کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی اور منصب ولایت پر فائز ہونے کے بعد امامؑ کو پرندوں کی زبان کی ''قوت فہم'' عطا کی جاتی ہے اسی کو خدا وحی کے لئے منتخب فرماتا ہے اور اپنے غیب کے لئے برگزیدہ کرتا ہے اور اپنے کلمہ کے ساتھ تائید فرماتا ہے اور اپنے علم وحکمت سے بہرہ ور کرتا ہے اور اس کے دل کو اپنی مشیت کا مرکز قرار دیتا ہے اور اس کی سلطنت کا اعلان کرتا ہے اور اس کی امیری کا اقرار کراتا ہے اور اس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ یہ اس لئے ہے چونکہ امامت انبیاء کی میراث ہے۔ اصفیاء کا درجہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسولوں کی نیابت ہے۔ عصمت وولایت ہے' سلطنت و ہدایت ہے اور بروز قیامت بندوں کے میزان (اعمال) کے بھاری ہونے کا سبب ہے۔ امامؑ قصد کرنے والوں کا رہنما اور ہدایت پانے والوں کے لئے منارہ ہدایت ہے۔ چلنے والوں کے لئے راہ راست ہے۔ اہل معرفت کے دلوں میں چمکتا ہوا آفتاب ہے۔ اس کی ولایت سبب نجات ہے

اوراس کی اطاعت زندگی میں فرض اورموت کے بعدتوشہ آخرت ہے۔اہل ایمان کی عزت اور
اہل عصیان کی شفاعت دوستوں کی نجات پیرکاروں کے لئے کامیابی ہے چونکہ منصب امامت
اصل اسلام اورکمال ایمان اورحدودواحکام کی پہچان ہے۔حرام وحلال کی تمیز ہے۔

پس امامت ایسارتبہ ہے جس کواللہ کا برگزیدہ ہی پاسکتا ہے جس کوخدا نے مقدم قراردیا
ہووالی وحاکم بنایا ہو' ولایت سرحدوں کی حفاظت امور کی تدبیر ہے اوردنوں اورمہینوں کا نظم ونسق
ہے۔امامؑ پیاس میں سردپانی کی مثل ہے۔ہدایت حاصل کرنے کے لئے رہنما ہے۔امامؑ گناہوں
سے پاکیزہ غیبوں پر مطلع ہونے والا ہے۔امامؑ بندوں پرنورانی شعاعوں کے ساتھ چمکتا ہوا آفتاب
ہے۔جس پرنہ ہاتھ کی رسائی ہوسکتی ہے نہ آنکھ کی۔اسی کی طرف اللہ نے اس آیت میں اشارہ کیا
ہے کہ عزت اللہ' رسول اورمومنین کے لئے ہے۔پس مومنین سے مرادعلیؑ اوران کی عترت ہیں۔
عزت نبیؐ اورآل نبیؐ کا ورثہ ہے جوان سے انتہاء زمانہ تک جدانہیں ہوسکتا۔یہی دائرہ ایمان کی
اصل اوروجود کائنات کا دارومدار ہے۔سخاوجود کے فلک دوار وجودموجود کے عزّ وافتخار ہیں۔
آسمان شرافت کے آفتاب کی روشنی اورفلک شرف کے مہتاب کا نورمجبور ہیں۔عزت ومجد کی اصل و
ابتداء معنی دنیا ہیں امامؑ ہی وجودکائنات کونوربخشنے والا روشن چراغ کشادہ راستہ اور چھلکتا ہوا آب
حیات اوربحربیکراں ہے۔

امامؑ تابندہ ماہتاب اورلبریز چشمہ کشادہ راستہ ہلاکت کے تنگ وتاریک راستوں میں
رہنما' برستا ہوا بادل پانی برسانے والی بارش' چودھویں کا چاند' بلند پایہ راہبر سایہ کرنے والا آسمان
جلیل القدرنعمت اورکم نہ ہونے والاسمندر ہے۔امامؑ بے مثال شرف ہے اور پانی سے لبریز چشمہ
اورہرا بھرا باغ مہکتا ہوا پھول خوشنما چانداورروشن ستارہ ہے اورنیک عمل اورنفع بخش تجارت واضح
راستہ مہربان طبیب اورشفقت کرنے والا باپ ہے۔زبردست مصائب ہیں۔بندوں کی جائے
پناہ ہے اوراور برائیوں سے منع کرنے والا اورمخلوقات پراللہ کا نگہبان حقائق پراس کا امانتدار ہے
اوربندوں پراس کی حجت اورزمین اوراس پربسنے والے شہروں میں امامؑ راہ حق ہے جوکہ گناہوں
سے پاک اورغیب پرمطلع ہے۔اس کے ظاہری منصب پرقابو پانا مشکل ہے اور باطنی منصب کا

ادراک کرنا ناممکن ہے۔امامؑ اپنے زمانے کا عدیم المثال شخص ہے اوراللہ کے احکام امرونہی میں
اس کا نائب ہے جس کا مماثل اورنعم البدل نہیں مل سکتا۔کسی کی مجال ہے جو ہماری معرفت (کی
بلندی) پاسکے اور ہمارے درجے کو معلوم کرسکے۔ ہمارا رتبہ دیکھ سکے۔ ہماری قدرومنزلت کا
ادراک کرسکے۔عقلیں حیران ودانایاں پریشاں ہوگئے اورمیرے بیان کردہ حقائق کونہ پاسکیں
صاحبان عظمت پست ہوگئے علماء قاصر ہوگئے شعراء کی زبانیں گنگ ہوگئیں' خطیبوں نے جواب
دے دیا۔فصیح عاجز آ گئے' زمین وآسمان جھک گئے مگرآل محمدؐ کا مقام بیان کرنے والوں کے بیان
سے کہیں بلندوبالا ہے کائنات میں کسی مخلوق پران کا قیاس نہیں ہوسکتا ہے جب کہ یہ کلمہ علیا روشن
نام اوروحدانیت کبریٰ ہیں جن سے روگردانی کرنے والاحق سے اعراض کرنے والا ہے۔یہ حجاب
اکبرالٰہی ہیں پس اس مرتبہ کولوگوں کے اختیار میں کیوں کردیا جاسکتا ہے عقلیں اس کوکہاں پاسکتی
ہیں۔ان کی وصف ومعرفت کس کے بس کا روگ ہے بلکہ ان کے وصف کرنے والے کی وصف بھی
ان کے اختیار سے باہر ہے۔انہوں نے گمان کرلیا کہ امامت غیرآل محمدؐ میں ہے۔انہوں نے غلط
سمجھا جھوٹ بولا ان کے قدم ڈگمگا گئے۔انہوں نے بچھڑے کورب سمجھ لیا' شیطانوں کوگروہ حق
خیال کرلیا۔یہ سب کچھ معدن رسالتؐ وحکمت پرحسد کرتے ہوئے اور برگزیدہ خانوادۂ عصمت
سے بغض رکھتے ہوئے کیا گیا۔شیطان نے ان کے اعمال کوزینت دی ان کے لئے ہلاکت و
پھٹکار ہوکس طرح جاہل کو رہبر مان لیا جوکہ بت پرست اورمیدان کارزار میں بزدل ہے۔امامؑ
کے لئے توضروری ہے عالم ہو جاہل نہ ہو' بہادر ہو ڈرپوک نہ ہو' کوئی حسب اس کے حسب سے
بلند نہ ہو' کوئی نسب اس کے نسب سے مقابلہ نہ کرتا ہو۔وہ قریش کے بلندترخاندان میں سے ہوتا
ہے۔بنی ہاشم میں سے زیادہ صاحب شرف ہوتا ہے۔ابراہیمؑ کی نسل سے کریم الاصل گھرانے کا
عالی مرتبہ شخص ہوتا ہے جوکہ نفس رسول اللہ کا برگزیدہ جس کا قول قول خدا ہوتا ہے اورتمام شرفاء سے
زیادہ صاحب شرف ووقار ہوتا ہے۔بنی عبدمناف کی شاخ میں سے ہوتا ہے جوکہ قوانین سیاست کا
جاننے والا ریاست کوقوم کرنے والا اورقیامت تک مفترض الطاعۃ ہے جس کے ولی میں اللہ نے اپنا

راز رکھا ہوتا ہے۔ اس راز کی وجہ سے اس زبان کو کشادہ کر دیا ہے۔ امامؑ توفیق یافتہ صاحب عصمت ہے بزدل اور جاہل نہیں ہوتا۔ اے طارق ان صفات کے حامل امامؑ کو ان لوگوں نے ترک کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کی اور جس نے بلا ہدایت خواہش کی پیروی کی اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہو گا۔ اے طارق امام فرشتہ بصورت بشر روح قدسی مقام اعلیٰ اور نور جلی اور سر خفی کا مالک ہوتا ہے جو کہ ملکی الذات الٰہی الصفات زائد الحسنات ہوتا ہے۔ غیوب کا عالم ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت اس کو اللہ کی طرف سے حاصل ہوتی ہے اور صادق امین کی جانب سے بطور نص ہوتی ہے۔ یہ تمام صفات آل محمدؐ کے ہیں۔ ان کے اندر کوئی شرکت نہیں رکھتا۔ چونکہ یہ معدن تنزیل اور معنی تاویل اور خواص رب جلیل اور مقام نزول جبرئیل ہیں۔ اللہ کے برگزیدہ اور اس کے راز اس کا کلمہ نبوت کا یہ معدن صفوت جنب اللہ اور امانت خدا اس کے کلمہ کا مقام اور حکمت کی کنجیاں اس کی رحمت کے چراغ اور اس کی نعمتوں کے چشمے اور اللہ کی جانب راستے اور قسطاس مستقیم راہ قویم اور ذکر حکیم وجہ کریم نور قدیم ہیں۔ اہل شرف وتقدیم صاحبان وقار و تعظیم خلفاء نبی کریم اور اس مہربان و شفیق رسولؐ کے لخت جگر اور اللہ کے امین ہیں جو بعض بعض کی اولاد ہیں اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔ وہ بلند مرتبہ سیدھا راستہ ہیں جس نے ان کو پہچانا اور ان سے کچھ حاصل کیا وہ انہیں میں سے ہے۔ آیت مذکورہ میں اس معنی کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے۔ ان کو اللہ نے اپنے نور عظمت سے خلق فرمایا اور اپنی مملکت کا والی بنایا وہ اللہ کا پوشیدہ راز ہیں اور اس کے مقرب اولیاء ہیں اور کاف ونون کے درمیان اس کا امر ہیں۔ اس کی طرف بلاتے ہیں۔ اسی کی طرف سے کہتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ ان کے علم کے مقابلہ میں انبیاء کا علم ان کے راز کے مقابلہ میں اوصیاء کے راز ان کی عزت کے مقابلہ میں اولیاء کی عزت اس طرح ہے جس طرح کہ سمندر (کے مقابلہ) میں ایک قطرہ اور صحراء میں ایک ذرہ۔ آسمان وزمین امامؑ کے آگے ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے۔ امامؑ ہر خشک وتر نیک وبد کو جانتا ہے اور پہچانتا ہے۔ چونکہ اللہ نے اپنے نبی کو علم ما کان وما یکون عطا فرمایا اور اس محفوظ راز کے وارث برگزیدہ اوصیاء قرار پائے جو اس کا انکار کرے گا وہ ملعون بد بخت ہے اس پر اللہ کی لعنت اور لعنت کرنے والوں کی لعنت پڑے گی۔ یہ

کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا کسی کو بندوں پر مفترض الطاعۃ بنائے اور اس سے ملکوت السمٰوٰت والارض کو پوشیدہ رکھے۔ آل محمدؐ کا کلام ستر وجھوں پر پھرتا ہے جب ذکر حکیم کتاب کریم کلام قدیم میں کسی آیت کے اندر عین، وجہ، جنب کا ذکر ہو تو اس سے مراد ولی اللہ ہے چونکہ وہ جنب اللہ وجہ اللہ یعنی حق خدا علم خدا عین اللہ اور ید اللہ ہے۔ آل محمدؐ ہی جنب علی اور وجہ رضی اور سیراب کنندہ چشمہ اور راہ راست اور اللہ کی طرف جانے کا وسیلہ ہیں۔ اس کی مغفرت ورضا تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ یہی واحد و أحـــد کے راز ہیں۔ مخلوق پر ان میں سے کسی کا قیاس نہیں ہو سکتا۔ یہ خاصان خدا اور اس کے مخلص بندے جزاء دینے والے خدا کے راز اس کا کلمہ اور باب ایمان اور کعبہ ایمان ہیں اور اللہ کی حجت اور اس کے راستے ہدایت کے جھنڈے اللہ کے فضل و رحمت (کے مرکز) عین الیقین اور حقیقت یقین حق کے راستے اور اس کی حفاظت (کرنے والے) ہیں اور آئمہؑ ہی وجود کی ابتداء وانتہا رب کی قدرت ومشیت ام الکتاب اور خاتمۃ الکتاب اور فصل الخطاب اور اس کے رہنما ہیں اور وحی کے خزانے ہیں۔ قرآن کی آیت اور اس کے ترجمان ہیں۔ تنزیل کے مخزن اور اس کی انتہا ہیں۔ یہ عصمت فاطمہؑ کے سورج کی کرنیں ہیں اور عظمت محمدیہؐ کے فلک پر چمکتے ہوئے بلند ستارے اور تابندہ نور ہیں۔ شجر احمدیؐ پر اگنے والی محمدیؐ شاخیں ہیں اور انسانی اجسام میں رکھے ہوئے اسرار الٰہیہ میں ذریت طاہرہؑ عترۃ ہاشمیہ مہدیہ ہیں۔ یہی مخلوقات میں سب سے برتر ہیں۔ یہی آئمہ طاہرینؑ اور عترت معصومینؑ اور ذریت اکرمین اور خلفاء راشدین اور اکابر صدیقین ہیں۔ یہی برگزیدہ اوصیاء پسندیدہ اسباط اور ہدایت یافتہ ہادیان دین ہیں اور آل طٰہٰ ویٰسین میں سے نورانی جبین والی ہستیاں ہیں اور اولین وآخرین پر حجت خدا ہیں۔ ان کا نام پتھروں، درختوں کے پتوں، پرندوں کے پروں اور جنت کے دروازوں پر لکھا ہوا ہے۔ نیز عرش وافلاک پر فرشتوں کے پروں پر جلالت کے حجابوں پر عز وجمال کے پردوں پر مرقوم ہے۔ ان ہی کے اسماء کے ساتھ پرندے تسبیح پڑھتے ہیں، ان کے شیعوں کے لئے مچھلیاں سمندروں کی گہرائیوں میں استغفار کرتی ہیں۔ خدا نے ہر مخلوق سے اپنی وحدانیت اور آل محمدؐ کی ولایت اور

ان کے دشمنوں سے بیزاری کا اقرار لیا اور عرش اس وقت تک برقرار نہ ہوا جب تک کہ اس پر اللہ کی وحدانیت اور محمدؐ کی نبوت اور حیدر کرارؑ کی ولایت کا کلمہ طیبہ نہ لکھا گیا۔

تمت بالخیر

وہ کتب جن کے حوالہ جات پیش کئے گئے ھیں

(۱) القرآن الحکیم (مع تفسیر مقبول) کتاب اللہ العزیز۔ طبع اول لاہور

(۲) تفسیر قمی۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۳۲ھ طبع ایران

(۳) تفسیر عیاشی۔ محمد بن مسعود عیاشی سمرقندی متوفی ۳۰۰ھ طبع نجف

(۴) تفسیر محمد بن عباس۔ محمد بن عباس بن ماہیارؒ معاصر کلینی

(۵) تفسیر الامام۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام مترجم طبع لاہور

(۶) تفسیر فرات۔ فرات بن ابراہیم کوفی معاصر برقی۔ طبع ایران

(۷) تاویل الایات الباہرۃ۔ شرف الدین علی النجفی متوقی ۹۳۷

(۸) مرأۃ الانوار۔ مرزا ابوالحسن الشریف متوفی ۱۱۴۰ھ طبع تہران

(۹) تفسیر برہان۔ سید ہاشم بن سلیمان بحرینی متوفی ۱۱۰۶۔ طبع ایران

(۱۰) تفسیر صافی۔ محسن فیض کاشانی متوفی ۱۰۹۱ طبع ایران

(۱۱) تفسیر منہج الصادقین۔ مرزا فتح اللہ کاشانی ۸ ج طبع ایران

(۱۲) خلاصۃ المنہج۔ علامہ مرزا فتح اللہ کاشانی۔ قلمی نسخہ

(۱۳) تفسیر لوامع التنزیل۔ سید علی بن ابی القاسم حائری۔ طبع لاہور

(۱۴) اصول کافی۔ محمد بن یعقوب کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ طبع لکھنؤ

(۱۵) فروغ کافی۔ محمد بن یعقوب کلینیؒ متوفی ۳۲۹ھ طبع لکھنؤ

(۱۶) روضۃ الکافی۔ محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ طبع لکھنؤ

(۱۷) شرح اصول کافی۔ خلیل بن محمد قزوینی متوفی ۱۱۰۰ طبع لکھنؤ

(۱۸) شرح اصول کافی۔ علامہ محمد صالح مازندرانی۔ طبع ایران

(۱۹) شرح اصول کافی۔ محمد باقر بن محمد تقی مجلسیؒ م ۱۱۱۱ھ طبع ایران

(۲۰) بصائر الدرجات۔ محمد بن حسن بن فروخ متوفی ۲۹۰ھ طبع ایران

(۲۱) مختصر بصائر الدرجات۔ سعد بن عبداللہ قمیؒ متوفی ۳۰۱ھ طبع نجف

(۲۲) کتاب الاکمال۔ محمد بن بابویہ قمیؒ متوفی ۳۸۰ھ طبع ایران

(۲۳) الخصال۔ محمد بن بابویہ قمیؒ متوفی طبع ایران

(۲۴) التوحید۔ محمد بن بابویہ قمیؒ طبع بمبئی

(۲۵) عیون اخبار الرضا للصدوقؒ طبع ایران

(۲۶) الارشاد۔ محمد بن محمد المعروف بالشیخ المفید م ۴۱۳ھ طبع نجف

(۲۷) اوائل المقالات۔ شیخ مفیدؒ طبع قم

(۲۸) مناسک المشاہد

(۲۹) الخرائج والجرائح۔ قطب الدین سعید بن ہبۃ اللہ متوفی ۵۷۳ھ طبع ایران

(۳۰) مناقب آل ابی طالب۔ محمد بن شہر آشوب مازندرانی م ۵۸۸ھ طبع بمبئی

(۳۱) الاحتجاج۔ ابو منصور احمد بن علی طبرسیؒ م ۵۴۰ھ طبع نجف

(۳۲) کتاب الغیبۃ۔ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۶۰ھ طبع تبریز

(۳۳) تہذیب الاحکام للطوسیؒ طبع نجف

(۳۴) کتاب العدۃ فی علم الاصول

(۳۵) الامالی۔ محمد بن محمد الشیخ مفیدؒ م ۴۱۳ھ طبع نجف

(۳۶) الامالی۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسیؒ م ۴۶ھ طبع نجف

(۳۷) کنز الفوائد۔ ابو الفتح محمد بن عثمان کراجکی م ۴۴۹ھ طبع ایران

(۳۸) الاستنصار۔ للکراجی ایضاً......طبع نجف

(۳۹) مقتضب الاثر۔ محمد بن عیاش جوہری م ۴۰۱ھ طبع نجف

(۴۰) معرفۃ الرجال۔ ابو عمرو محمد بن عبدالعزیز کشی۔ طبع بمبئی

(۴۱) معرفۃ الرجال۔ احمد بن علی عباس نجاشی۔ طبع بمبئی

(۴۲) الفہرست۔ شیخ الطائفہ م ۴۶۰ھ طبع نجف

(۴۳) خلاصۃ الاقوال۔ یوسف بن مطہر حلیؒ م ۷۲۶ھ طبع ایران

(۴۴) المختصر۔ حسن بن سلیمان حلی م ۸۰۲ طبع نجف

(۴۵) البلد الامین۔ ابراہیم بن محمد الکفعمی م ۹۰۵ھ طبع ایران

(۴۶) المنتخب فی المراثی والخطب لابن طریح نجفی م ۱۰۸۵ طبع بمبئی

(۴۷) مجمع البحرین و مطلع النیرین......طبع ایران

(۴۸) امل الامل۔ محمد بن حسن حر عاملی م ۱۱۰۴ طبع ایران

(۴۹) الجواہر السنیۃ فی الاحادیث القدسیہ......طبع ایران

(۵۰) مدینۃ المعاجز ہاشم بن سلیمان بحرینیؒ م ۱۱۰۶ھ طبع ایران

(۵۱) معالم الزلفی فی معارف النشأۃ الاولیٰ والاخریٰ طبع ایران

(۵۲) نزہۃ الابرار فی ذکر الجنۃ والنار و غایۃ المرام و تبصرۃ الولی طبع ایران

(۵۳) مشارق انوار الیقین۔ رضی الدین رجب البرسی م ۸۰۲ھ طبع بمبئی

(۵۴) الانوار النعمانیۃ۔ سید نعمۃ اللہ جزائریؒ م ۱۱۱۲ھ طبع ایران

(۵۵) بحار الانوار مکمل ۲۵ جلد۔ محمد باقر مجلسیؒ م ۱۱۱۱ھ طبع کمپانی

(۵۶) حیوۃ القلوب ۳ جلد۔ محمد باقر مجلسیؒ طبع لکھنؤ

(۵۷) رسالہ لیلیہ......ایضاً طبع ایران

(۵۸) حق الیقین۔ ایضاً طبع ایران

(۵۹) الوجیزۃ فی علم الرجال۔ علامہ مجلسیؒ طبع ایران

(۶۰) الوجیزۃ فی اصول الحدیث۔ بہاء الدین عاملیؒ طبع ایران

(۶۱) خلیفۃ المتقین۔ علامہ مجلسیؒ م ۱۱۱۱ھ طبع ایران

(۶۲) الاربعین۔ علامہ مجلسیؒ طبع ایران

(۶۳) کشف الغمہ ابو الحسن علی بن عیسیٰ اربلی م ۶۹۲ھ طبع ایران

(۶۴) مصابیح الانوار عبداللہ شبر کاظمی م۱۲۴۶ھ طبع نجف

(۶۵) جلاء العیون......طبع ایران

(۶۶) احقاق الحق۔سید نوراللہ المرعشی الشہید م۱۰۱۹ طبع قم جدید

(۶۷) روضۃ الواعظین۔محمد بن علی بن احمد نیشاپوری م طبع نجف

(۶۸) کتاب الروضۃ۔شاذان بن جبرئیل قمی م طبع ایران

(۶۹) معانی الاخبار۔شیخ صدوق متوفی ۳۸۰ھ طبع ایران

(۷۰) شرح نہج البلاغۃ۔مرزا حبیب اللہ خوئی طبع ایران

(۷۱) نفس الرحمان۔مرزا حسین نوری م۱۳۲۰ طبع تہران

(۷۲) النجم الثاقب۔مرزا حسین نوری طبع قم

(۷۳) جنۃ الماویٰ وفیض قدسی علامہ نوری طبع کمپانی

(۷۴) الدمعۃ الساکبہ ۳ جلد۔محمد باقر شوستری طبع ایران

(۷۵) الدمعۃ الساکبہ ج۴۔محمد باقر شوستری مخطوط

(۷۶) کبریت احمر۔محمد باقر القائنی شاگرد محدث نوری طبع ایران

(۷۷) مجالس المتقین۔محمد تقی برغانی شہید ۱۲۶۳ھ طبع ایران

(۷۸) روضات الجنات۔محمد باقر خوانساری طبع ایران

(۷۹) جامع الرواۃ۔احمد بن محمد اردبیلی شاگرد مجلسی طبع ایران

(۸۰) منتہی المقال فی علم الرجال۔ابوعلی حائری طبع ایران

(۸۱) تعلیقات رجال۔استرآبادی محمد باقر بہبہانی طبع ایران

(۸۲) تنقیح المقال۔عبداللہ المقامقانی طبع نجف

(۸۳) الذریعۃ فی تصانیف الشیعہ۔بزرگ طہرانی طبع ایران

(۸۴) الکنی والالقاب عباس قمی م۱۳۵۹ھ طبع صیدا

(۸۵) فوائد رضویہ۔علامہ عباس قمی طبع قم

(۸۶) مفاتیح الجنان۔شیخ عباس قمی طبع تہران

(۸۷) سفینۃ البحار و مدینۃ الحکم و آلاثار۔محدث قمی طبع نجف

(۸۸) نفس المہموم فی مصائب الامام المظلوم طبع نجف

(۸۹) تذکرۃ الائمہ۔محمد باقر اللاھجی......

(۹۰) مجموع الرائق۔ہبۃ اللہ بن حسن موسوی م۷۰۳ھ......

(۹۱) درر المطالب۔ولی اللہ بن نعمۃ اللہ حائری......

(۹۲) کتاب المحاسن۔احمد بن محمد بن خالد برقی م۲۷۵ھ......

(۹۳) الھدایۃ۔حسین بن حمدان حضینی م۳۸۵ھ......

(۹۴) کنز جامع الفوائد۔علم بن سیف بن منصور م۷۰۳ھ......

(۹۵) کامل الزیارۃ ابوالقاسم جعفر بن قولویہ قمی طبع ایران

(۹۶) سعد السعود۔سید علی بن طاؤس حلی م......

(۹۷) تحف العقول۔حسن بن علی بن شعبہ حلی م۳۷۵ھ طبع ایران

(۹۸) کتاب الواحدۃ۔ابوالحسن حسن بن محمد بن جمہور معاصر صفار......

(۹۹) القطرۃ من مناقب النبی والعترۃ ۲ جلد۔احمد مستنبط طبع نجف

(۱۰۰) انوار علویہ۔جعفر بن محمد نقدی نجفی طبع نجف

(۱۰۱) المقتل۔عبدالرزاق المقرم النجفی طبع نجف

(۱۰۲) حقائق الاسرار۔تبریزی طبع ایران

(۱۰۳) الشمس المطالعہ۔احمد بن محمد طبیب زادہ اصفہانی طبع اصفہان

(۱۰۴) کفایۃ الموحدین۔اسماعیل نوری طبع قم

(۱۰۵) اکسیر العبادات۔آقای دربندی طبع ایران

(۱۰۶) تحفۃ الزائر۔علامہ مجلسی م۱۱۱۰ھ طبع ایران

(۱۰۷) جامع للعارف والاحکام۔ عبداللہ شبر م ۱۲۴۶......

(۱۰۸) الآیات البینات۔ محمد حسین آل کاشف الغطاء طبع نجف

(۱۰۹) توضیح المقال فی علم الرجال۔ علی الکنی طبع ایران

(۱۱۰) شرح وجیزۃ البہائی۔ صدر الدین عاملی طبع ہند

(۱۱۱) عنایات رضویہ۔ محمد تقی اصفہانی طبع ایران

(۱۱۲) طوالع الانوار۔ سید محمد مہدی تنکابنی طبع ایران

(۱۱۳) انوار المواہب۔ علی اکبر نہاوندی طبع ایران

(۱۱۴) اعیان الشیعہ۔ سید محسن الامین عاملی طبع صیدا

(۱۱۵) الغدیر فی الکتاب والسنۃ۔ عبدالحسین احمد الامینی طبع تہران ونجف

(۱۱۶) لئالی الاخبار۔ محمد نبی تویسرکانی طبع ایران

(۱۱۷) ارشاد القلوب۔ ابوالحسن حسن بن محمد دیلمی طبع نجف

(۱۱۸) المجالس السنیہ۔ محسن الامین ج ۵ طبع نجف

(۱۱۹) عبقات الانوار۔ حامد حسین نیشاپوری م ۱۳۰۶ھ طبع لکھنؤ

(۱۲۰) حدیقہ سلطانیہ۔ حسین بن غفران مآب طبع لکھنؤ

(۱۲۱) فہرست ابن ندیم بغدادی متوفی ۳۳۲ھ طبع مصر

(۱۲۲) منار الہدیٰ۔ شیخ عبداللہ بحرانی طبع بمبئی

(۱۲۳) نفائس الاخبار۔ ابوالقاسم حائری طبع ایران

(۱۲۴) الاختصاص۔ شیخ مفیدؒ م ۴۱۳ھ طبع ایران

(۱۲۵) مجالس المواعظ۔ عبدالعلی السابقی م ۱۳۸۳ھ..... مخطوط

(۱۲۶) مزامیر الاولیاء۔ محمد باقر نخوی اصفہانی طبع ایران

(۱۲۷) حیاۃ امام موسیٰ کاظمؑ۔ استاد محمد باقر القرشی طبع نجف

(۱۲۸) کتاب النہایہ۔ علامہ ابن مطہر حلی......

(۱۲۹) مجالس المومنین۔ نور اللہ شوستری م ۱۰۱۹ھ طبع ایران

(۱۳۰) تاریخ الکوفہ۔ حسین بن احمد براقی م ۱۳۳۲ھ طبع نجف

(۱۳۱) منہاج نہج البلاغہ۔ سبط حسن ہنوی طبع کھجوہ

(۱۳۲) معالم الاصول۔ حسن بن زین الدین طبع ایران

(۱۳۳) کتاب المجلی۔ ابن جمہور الاحسائی......

(۱۳۴) کلیات ابوالبقاء عکبری......

(۱۳۵) دلائل الامامہ۔ ابن جریر طبری......

(۱۳۶) بوار الغالین۔ سید محمد مہدی قزوینی طبع بمبئی

(۱۳۷) لمعۃ الانوار۔ مولانا حسین بخش صاحب طبع لاہور

(۱۳۸) احسن الفوائد۔ مولانا محمد حسین صاحب طبع سرگودھا

(۱۳۹) اصول الشریعہ۔ مولانا محمد حسین صاحب طبع سرگودھا

(۱۴۰) تاریخ ابن عساکر دمشقی طبع بولاق

(۱۴۱) ینابیع المودۃ قندوزی طبع آستانہ

(۱۴۲) انوار محمدیہ۔ یوسف نبہانی طبع مصر

(۱۴۳) مدارج النبوۃ۔ عبدالحق دہلوی طبع ہند

(۱۴۴) مسند احمد بن حنبل ج ۵ طبع مصر

(۱۴۵) الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ طبع مصر

(۱۴۶) شرح ابن ابی حدید معتزلی طبع مصر

(۱۴۷) مروج الذہب۔ امام مسعودی م ۳۳۵ طبع مصر

(۱۴۸) صحیح مسلم ج ۲ شرح نووی طبع لکھنؤ

(۱۴۹) من کنت مولاہ الخ۔ عبدالمنعم کاظمی طبع بغداد

(۱۵۰)شبہائے پشاور۔ترجمہ محمد باقر نقوی طبع پاکستانی

(۱۵۱)العیون والمحاسن۔شیخ مفیدؒ......

(۱۵۲)المنجد۔الاب لویس معلوف طبع جدید بیروت

وغيرها من الكتب والمجلات والرسائل

التى يطول المقام بذكرها

مقالات السابقی اعلی الله مقامه

یہ تشیّع نہیں، میں نہیں مانتا

از:۔ علامہ محمد حسنین سابقی (اعلی اللہ مقامہ)

جن کی خلقت مُقدم ہو ہر چیز پر   جن کے انوار سے ہوں یہ شمس وقمر
جن کے صدقے میں پیدا ہو نوعِ بشر   اِن کو میں مان لوں مِثل زید و بکر
یہ تشیّع نہیں، میں نہیں مانتا
اِس عقیدہ کو میں حق نہیں مانتا

جِس عقیدہ میں مجبور معصومؑ ہوں   علمِ وہبی سے بالکل ہی محروم ہوں
جِن کو احکام ''غیروں'' سے معلوم ہوں   وہ جو ہر پل فرشتوں کے محکوم ہوں
یہ تشیّع نہیں، میں نہیں مانتا
اِس عقیدہ کو میں حق نہیں مانتا

''اَلمدد یا علیؑ'' سُن کے جلنے لگے   ''خالصی'' کا جو لاوا اُگلنے لگے
اُلٹی تاویل پر جو مچلنے لگے   مِثل ''اِبلیس'' پہلو بدلنے لگے
ایسے شیطان کو میں نہیں مانتا
یہ تشیّع نہیں، میں نہیں مانتا

جو یہ کہتا ہے معصومؑ مجبور ہے   مُعجزہ بھی دکھانے سے معذور ہے
جو یہ کہتا ہے کہ ہر ''بشر'' نُور ہے   ایسا ''مُلّا'' تشیع ہی سے دُور ہے
یہ تشیّع نہیں، میں نہیں مانتا
اِس عقیدہ کو میں حق نہیں مانتا

بس یہ کافی ''خمینی'' کا فرمان ہے   میرا آقاؑ ہی ''تکویں'' کا سلطان ہے
یہ حقیقت ہی بنیادِ ایمان ہے   اُسؑ کا منکر مقصّر ہے شیطان ہے
جو نہیں مانتا، جو نہیں جانتا
اُس کو مومن ہی میں تو نہیں مانتا